Freebooks.pk
Free Notes • Past Papers • Guides for Students

اردو لازمی جماعت بارہویں — پنجاب بورڈ (PECTAA)

اردو لازمی جماعت بارہویں
مکمل نوٹس

تمام 22 اسباق — حمد و نعت، نثر، نظم اور غزل

Urdu Class 12 Complete Notes — All 22 Lessons

تعارف • تشریح • مرکزی خیال • اہم الفاظ • سوالات • MCQs

© freebooks.pk — Original educational content

Free notes: freebooks.pk

فہرستِ اسباق (Table of Contents)

سبق 1	حمد — صبیح رحمانی	3
سبق 2	نعت — افتخار عارف	15
سبق 3	ہجرتِ حبشہ — صفی الرحمٰن مبارک پوری	27
سبق 4	ماں جی — قدرت اللہ شہاب	40
سبق 5	کافی — مشتاق احمد یوسفی	52
سبق 6	رستم و سہراب — آغا حشر کاشمیری	64
سبق 7	محشر — غوث بہار	76
سبق 8	مینار — مختار مسعود	89
سبق 9	سیر دوسرے درویش کی — میر امن	102
سبق 10	بہادر خان کی سرگزشت — انور رومان	115
سبق 11	حکیم احسن اللہ خان — شمس الرحمٰن فاروقی	128
سبق 12	نظریۂ پاکستان — ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	141
سبق 13	انسانِ کاملؐ کی برکات — حفیظ جالندھری	154
سبق 14	داستان تیاری میں باغ کی — میر حسن	166
سبق 15	نثار میں تری گلیوں کے — فیض احمد فیض	177
سبق 16	نئی نسل کا نوحہ — امجد اسلام امجد	189
سبق 17	میں روزے سے ہوں — سید ضمیر جعفری	200
سبق 18	غزل — خواجہ میر درد	211
سبق 19	غزل — مرزا غالب	222
سبق 20	غزل — علامہ محمد اقبال	234
سبق 21	غزل — ادا جعفری	246
سبق 22	غزل — محسن احسان	258

یہ نوٹس Freebooks.pk نے طلبہ کی سہولت کے لیے اپنے الفاظ میں تیار کیے ہیں اور صرف تعلیمی، غیر تجارتی استعمال کے لیے مفت ہیں۔ بلا اجازت نقل یا تجارتی استعمال کی اجازت نہیں۔ صفحہ نمبر اس فائل کے مطابق ہیں۔

Internal reference: FBPK-URDU12-2026-11-FULLBOOK

سمارٹ سلیبس 2027: PECTAA نے 14 نومبر 2026 کے نوٹیفکیشن (نمبر 1258) کے تحت سبق 7، 9، 10، 11، 16 اور 22 کو 2027 کے بورڈ امتحان کے نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ باقی 16 اسباق 2027 کے نصاب میں شامل ہیں۔

سبق 1: حمد

Urdu Class 12 Lesson 1: Hamd (Sabih Rehmani)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے پہلے سبق 'حمد' پر مبنی ہیں، جس کے شاعر سید صبیح الدین صبیح رحمانی ہیں۔ یہ حمد ایک ایسے زائر کے جذبات کی ترجمانی کرتی ہے جو حرمِ کعبہ میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حیرت، عاجزی اور شکر کی کیفیت میں ڈوب جاتا ہے۔ ہر شعر کے آخر میں 'اللہ اکبر' کی صدا اس کیفیت کو اور گہرا کر دیتی ہے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، حمد کی ہیئت اور فنی خوبیاں، ہر شعر کی آسان تشریح، مرکزی خیال، حرم سے متعلق مقامات (میزابِ رحمت، غلافِ کعبہ، حطیم، مقامِ ابراہیم) کی وضاحت، مشکل الفاظ کے معنی، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تشریح اور سوالات Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھے ہیں۔

تدریسی مقاصد

- حمد کی صنف کا مفہوم اور اس کی خصوصیات سمجھنا۔
- حمد کے مرکزی تصور، یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال، کو سمجھنا۔
- کعبہ اور حرم کی روحانی فضا اور اس کی اہمیت کو محسوس کرنا۔
- مذہبی اور اخلاقی اقدار کے احترام کا جذبہ پیدا کرنا۔
- حمد کے فکری اور جمالیاتی پہلوؤں پر اپنی رائے دینا۔

شاعر کا تعارف

سید صبیح الدین صبیح رحمانی 27 جون 1965ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ان کے آبا و اجداد کا تعلق حیدرآباد دکن کے سادات گھرانے سے تھا۔ ان کے والد سید اسحاق الدین جامعہ کراچی میں ملازم رہے اور اسسٹنٹ کنٹرولر امتحانات کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

نعت سے ان کا شغف گھر کے ماحول اور عشقِ رسول ﷺ کی بدولت بچپن ہی سے تھا۔ انھوں نے 1973ء میں پرائمری جماعت سے نعت خوانی شروع کی اور اسکول کے مقابلوں میں حصہ لیتے رہے۔ بعد میں انھوں نے کئی ملکوں میں نعت خوانی کی۔ وہ صرف نعت گو شاعر ہی نہیں بلکہ نعتیہ ادب کے محقق، نقاد اور نعت خواں بھی ہیں۔

وہ نعتیہ ادب کے تحقیقی و تنقیدی جریدے 'نعت رنگ' کے مدیر، 'نعت ریسرچ سینٹر' کے بانی و سیکرٹری، اور مرزا غالب پر تحقیق کے ادارے 'ادارۂ یادگارِ غالب' کے صدر ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے نعت کے شعبے میں ان کی خدمات کے

اعتراف میں انھیں تمغۂ امتیاز دیا۔

ان کا نعتیہ کلام 'کلیاتِ صبیح رحمانی' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ان کے دو نعتیہ مجموعوں 'جادۂ رحمت' اور 'سرکار کے قدموں میں' کے انگریزی تراجم 2009ء میں شائع ہوئے، اور مشاہیر کے ان کے نام خطوط کا مجموعہ 'نعت نامے' کے عنوان سے چھپا۔ زیرِ نصاب حمد 'سرکار کے قدموں میں' سے لی گئی ہے۔

فنی اصطلاحات اور حرم کے مقامات

حمد

وہ نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، عظمت اور صفات کا بیان ہو۔ اس حمد میں یہ بیان حرمِ کعبہ کی زیارت کے تجربے کے ذریعے کیا گیا ہے۔

ردیف اور قافیہ

اس حمد کی ردیف 'اللہ اکبر' ہے جو ہر شعر کے دوسرے مصرعے کے آخر میں آتی ہے۔ قوافی ردیف سے پہلے آنے والے ہم آواز الفاظ ہیں: منظر، برابر، (سر) پر، (پکڑ) کر، اندر، پتھر، مقدر، (کرم) کر۔

مطلع اور مقطع

پہلا شعر مطلع ہے جس کے دونوں مصرعے 'اللہ اکبر' پر ختم ہوتے ہیں۔ آخری شعر مقطع ہے جس میں شاعر کا تخلص 'صبیح' آیا ہے۔

اندرونی قافیہ

کئی اشعار کے پہلے مصرعے کے دونوں ٹکڑے آپس میں ہم آواز ہیں، جیسے زبانیں / اذانیں، دعائیں / مقبول ہوں گی، خطائیں / التجائیں، سجایا / بتایا۔ اس سے کلام میں موسیقیت پیدا ہوتی ہے۔

تلمیح

کلام میں کسی مشہور واقعے، مقام یا شخصیت کی طرف اشارہ۔ اس حمد میں میزابِ رحمت، غلافِ کعبہ، حطیم اور مقامِ ابراہیم کی طرف اشارے تلمیح کی مثالیں ہیں۔

تکرار

ایک لفظ یا ٹکڑے کو بار بار لانا؛ 'اللہ اکبر' کی تکرار اور مطلع میں 'کعبے کی...کعبے کا' اور 'دیکھوں... دیکھے جاؤں' اس کی مثالیں ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

حمد کا تعارف

یہ حمد غزل کی ہیئت میں ہے اور اس میں آٹھ اشعار ہیں۔ تمام اشعار ایک ہی موضوع (حرمِ کعبہ کی حاضری) سے جڑے ہوئے ہیں، اس لیے یہ مسلسل کلام ہے۔ شاعر حرم میں داخل ہونے سے لے کر دعا، توبہ، حطیم میں حاضری اور آخر میں مغفرت کی التجا تک ایک زائر کا پورا سفر بیان کرتا ہے۔

اس حمد کی سب سے نمایاں خوبی 'اللہ اکبر' کی ردیف ہے۔ یہ وہی کلمہ ہے جو اذان، نماز اور حج و عمرہ میں بار بار پکارا جاتا ہے، اس لیے ہر شعر کے آخر میں اس کا آنا حرم کی فضا کو قاری کے سامنے زندہ کر دیتا ہے۔ زبان سادہ اور رواں ہے، اور اندرونی قافیوں نے اسے ترنم سے پڑھنے کے قابل بنا دیا ہے۔

شعر وار تشریح

پہلا شعر (مطلع): کعبے کا منظر

شاعر حرم میں پہنچ کر کعبہ کی رونق اور اس کا منظر دیکھتا ہے تو اس کی زبان سے بے اختیار 'اللہ اکبر' نکلتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ منظر ایسا ہے کہ آنکھ ہٹانے کو جی نہیں چاہتا؛ جی چاہتا ہے کہ بس دیکھتا ہی رہے۔ یہ حیرت اور محبت کی وہ کیفیت ہے جو ہر زائر پر کعبہ کو پہلی بار دیکھ کر طاری ہوتی ہے۔

دوسرا شعر: حمد کی صدائیں اور اذان

حرم میں ہر طرف لوگوں کی زبانیں اللہ کی تعریف سے تر ہیں اور اذان کی آواز کانوں میں مٹھاس گھول رہی ہے۔ اس ساری فضا میں ایک ہی آواز مسلسل گونج رہی ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ شاعر نے حرم کے ماحول کو آواز کے ذریعے محسوس کرایا ہے۔

تیسرا شعر: دعا کی قبولیت کا یقین

شاعر کہتا ہے کہ میں نے یہاں جتنی دعائیں مانگی ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ سب قبول ہوں گی، کیونکہ میں میزابِ رحمت کے نیچے کھڑا ہوں اور رحمت کا پرنالہ میرے سر پر ہے۔ اس شعر میں امید اور یقین کی کیفیت ہے۔

چوتھا شعر: گناہوں کی یاد اور آنسو

جب شاعر کو اپنی خطائیں یاد آئیں تو اس کی التجائیں آنسوؤں کی صورت میں بہنے لگیں، اور وہ غلافِ کعبہ تھام کر رو پڑا۔ یہ ندامت اور توبہ کا لمحہ ہے؛ بندہ اپنے رب کے گھر کا دامن پکڑ کر معافی مانگتا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

پانچواں شعر: حطیم میں حاضری

شاعر شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے اپنی عطا اور مہربانی سے اسے اپنے گھر بلا لیا، اور اس پر یہ کرم بھی کیا کہ وہ حطیمِ کعبہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس حاضری کو اپنی کوشش نہیں بلکہ اللہ کا انعام سمجھتا ہے۔

چھٹا شعر: مقامِ ابراہیم کا پتھر

اس شعر میں اس پتھر کا ذکر ہے جس پر اللہ کے نبی کے قدموں کے نشان ثبت ہیں اور جسے اللہ نے اپنی نشانی قرار دیا۔ شاعر کہتا ہے کہ رب نے اس پتھر کو صدیوں سے محفوظ رکھا ہے۔ یہ اشارہ مقامِ ابراہیم کی طرف ہے (وضاحت نیچے 'حقائق کی وضاحت' میں دیکھیں)۔

ساتواں شعر: بار بار حاضری کی آرزو

شاعر اللہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے مولا! تیرے کرم اور تیرے حرم کی شان کا کیا کہنا۔ پھر وہ دعا کرتا ہے کہ میری قسمت میں یہ لکھ دے کہ میں ساری عمر یہاں آتا رہوں۔ ایک بار کی حاضری سے دل نہیں بھرتا، بلکہ آرزو اور بڑھ جاتی ہے۔

آٹھواں شعر (مقطع): صبیح کی التجا

مقطع میں شاعر اپنا تخلص 'صبیح' لا کر کہتا ہے کہ وہ اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ اللہ اسے مغفرت عطا کرے۔ وہ خود کو 'بخشش کا طالب' کہہ کر رب سے کرم کی درخواست کرتا ہے۔ یوں حمد عاجزی اور دعا پر ختم ہوتی ہے۔

مرکزی خیال

اس حمد کا مرکزی خیال اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے گھر کی روحانی شان ہے۔ شاعر حرمِ کعبہ میں حاضر ہو کر کعبہ کے منظر، اذان کی صدا، میزابِ رحمت، غلافِ کعبہ، حطیم اور مقامِ ابراہیم کو دیکھتا ہے اور ہر جگہ اسے اللہ کی کبریائی کا احساس ہوتا ہے۔ اپنی خطاؤں پر ندامت، دعا کی قبولیت کی امید، بار بار حاضری کی آرزو اور آخر میں مغفرت کی التجا اس حمد کو ایک سچے زائر کی دلی کیفیت بنا دیتی ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

رونق

چہل پہل، شان اور تازگی۔

منظر

نظارہ، جو کچھ آنکھوں کے سامنے ہو۔

برابر

یہاں مراد ہے: لگاتار، مسلسل۔

تر

بھیگا ہوا؛ 'حمد سے تر زبانیں' یعنی جو زبانیں حمد میں مشغول ہیں۔

رس گھولنا

مٹھاس بھرنا؛ آواز کا کانوں کو بھلا لگنا۔

صدا

آواز، پکار۔

میزابِ رحمت

خانۂ کعبہ کی چھت کا پرنالہ جو حطیم کی طرف ہے۔

خطا

غلطی، قصور (جمع: خطائیں)۔

اشک

آنسو۔

التجا

عاجزی سے کی گئی درخواست۔

غلافِ کعبہ

وہ کپڑا جو خانۂ کعبہ پر چڑھایا جاتا ہے۔

عطا

بخشش، دین، انعام۔

حرم

عزت والی جگہ؛ یہاں مسجدِ حرام اور خانۂ کعبہ مراد ہیں۔

حطیمِ کعبہ

خانۂ کعبہ سے متصل نیم دائرہ شکل کی جگہ جو چھوٹی دیوار سے گھری ہوئی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

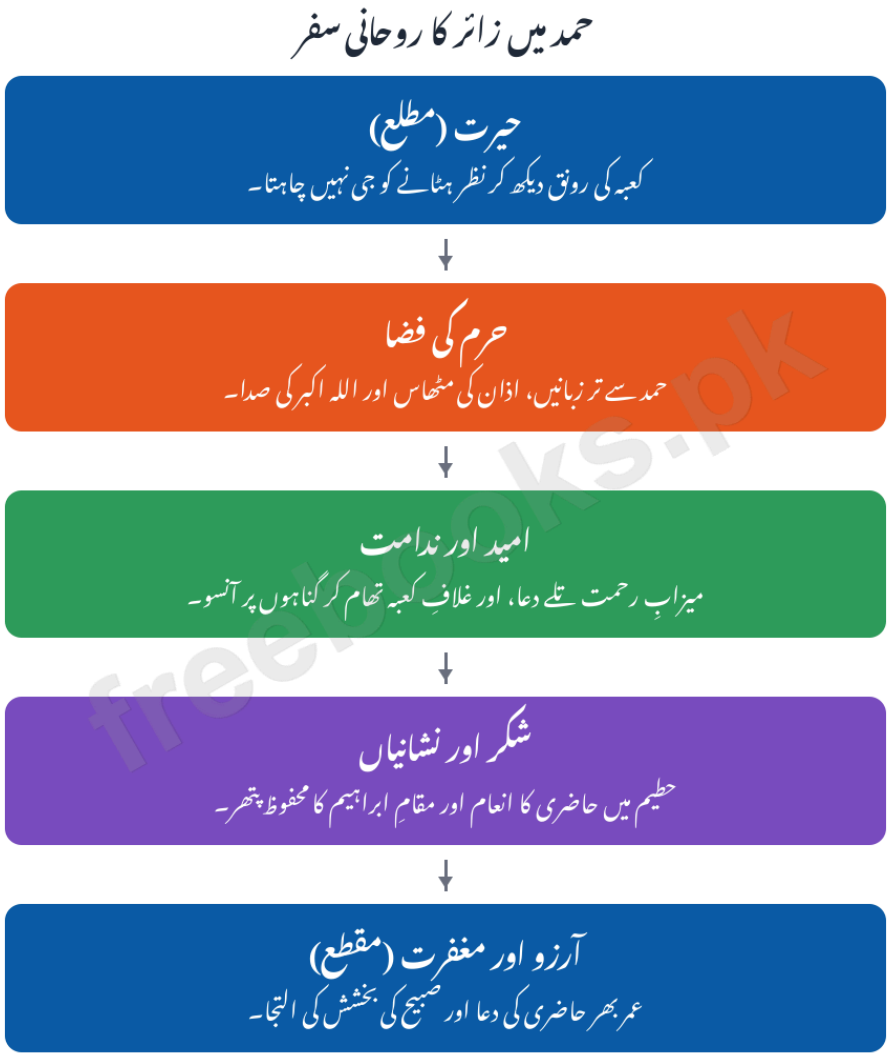
مقدر
قسمت، نصیب۔

مغفرت
گناہوں کی معافی۔

مقبول
قبول کیا ہوا، منظور۔

خاکہ

حمد میں زائر کا روحانی سفر: یہ خاکہ دکھاتا ہے کہ حمد کے اشعار میں زائر حرم میں داخل ہونے سے مغفرت کی دعا تک کن مرحلوں سے گزرتا ہے۔



freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

حمد کسے کہتے ہیں؟

وہ نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، عظمت اور صفات بیان کی جائیں۔

شاعر کعبہ کے منظر کو کس طرح دیکھنا چاہتا ہے؟

وہ چاہتا ہے کہ بس دیکھتا ہی رہے اور نظر نہ ہٹائے۔

حرم میں شاعر کو دعا کی قبولیت کا یقین کیوں ہے؟

کیونکہ وہ میزابِ رحمت کے نیچے کھڑا ہے اور رحمت اس کے سر پر برس رہی ہے۔

یہ حمد کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

یہ صبیح رحمانی کے مجموعے 'سرکار کے قدموں میں' سے لی گئی ہے۔

حرمِ الٰہی میں پہنچ کر شاعر پر حیرت کیوں طاری ہے؟

کعبہ کی رونق اور منظر اتنا پُرشکوہ ہے کہ شاعر اسے دیکھ کر اللہ کی عظمت کا قائل ہو جاتا ہے اور نظر ہٹانا نہیں چاہتا۔

اپنی خطائیں یاد آنے پر شاعر کی کیا کیفیت ہوئی؟

وہ ندامت سے رو پڑا، اس کی التجائیں آنسوؤں میں ڈھل گئیں اور اس نے غلافِ کعبہ تھام لیا۔

'میزابِ رحمت' سے کیا مراد ہے؟

خانۂ کعبہ کی چھت کا پرنالہ جو حطیم کی طرف ہے؛ شاعر اس کے نیچے کھڑے ہو کر دعا کی قبولیت کا یقین ظاہر کرتا ہے۔

شاعر غلافِ کعبہ پکڑ کر کیوں رویا؟

اپنے گناہوں کی یاد اور ندامت کی وجہ سے؛ وہ رب کے گھر کا دامن تھام کر معافی مانگنا چاہتا تھا۔

شاعر نے مقطع میں کس چاہت کا اظہار کیا ہے؟

وہ صرف مغفرت چاہتا ہے اور خود کو بخشش کا طالب کہہ کر اللہ سے کرم کی درخواست کرتا ہے۔

اس حمد کی ردیف کیا ہے؟

اس کی ردیف 'اللہ اکبر' ہے۔

حطیم میں پہنچنے کو شاعر نے کس کی مہربانی قرار دیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی عطا اور کرم کو؛ اس کے نزدیک یہ حاضری رب کا انعام ہے۔

ساتویں شعر میں شاعر کیا دعا کرتا ہے؟

یہ کہ اللہ اس کی قسمت میں عمر بھر حرم میں آتے رہنا لکھ دے۔

Free notes: freebooks.pk

تفصیلی سوالات و جوابات

حمد کی روشنی میں حرم میں زائر کی کیفیات بیان کریں۔

حیرت اور محویت

حرم میں پہنچ کر زائر کعبہ کی رونق دیکھتا ہے تو حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بس دیکھتا رہے، اور اذان اور حمد کی صدائیں اس کی محویت اور بڑھا دیتی ہیں۔

امید اور ندامت

میزابِ رحمت کے نیچے اسے دعا کی قبولیت کا یقین ہوتا ہے، مگر جب اپنی خطائیں یاد آتی ہیں تو وہ غلافِ کعبہ تھام کر رو پڑتا ہے۔ امید اور خوف کا یہ امتزاج سچے مومن کی پہچان ہے۔

شکر

حطیم میں حاضری اور مقامِ ابراہیم کی زیارت کو وہ اپنی کوشش نہیں بلکہ اللہ کی عطا سمجھتا ہے اور اس پر شکر ادا کرتا ہے۔

آرزو اور التجا

آخر میں وہ عمر بھر حاضری کی دعا کرتا ہے اور صرف مغفرت مانگتا ہے۔ یوں حمد عاجزی اور بندگی کے اعتراف پر ختم ہوتی ہے۔

درج ذیل اشعار کی تشریح حوالے کے ساتھ کریں: دوسرا شعر (حمد سے تر زبانیں... اللہ اکبر) اور ساتواں شعر (تیرے کرم کی کیا بات مولا... اللہ اکبر)۔

حوالہ

یہ اشعار سید صبیح الدین صبیح رحمانی کی 'حمد' سے لیے گئے ہیں جو ان کے مجموعے 'سرکار کے قدموں میں' میں شامل ہے اور ہماری درسی کتاب اردو جماعت بارہویں کا پہلا سبق ہے۔

دوسرے شعر کی تشریح

حرم میں ہر زائر کی زبان اللہ کی تعریف میں مصروف ہے اور اذان کی آواز کانوں کو بے حد بھلی لگتی ہے۔ ان سب آوازوں میں ایک ہی صدا لگاتار سنائی دیتی ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ شاعر نے حرم کا ماحول سننے کی حس کے ذریعے بیان کیا ہے۔

ساتویں شعر کی تشریح

شاعر اللہ کے کرم اور اس کے حرم کی شان کو بے مثال قرار دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اس کی قسمت میں عمر بھر یہاں حاضر ہوتے رہنا لکھ دیا جائے۔ یہ اس محبت کا اظہار ہے جو ایک بار حاضری کے بعد اور بڑھ جاتی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

فنی خوبیاں

دونوں اشعار میں اندرونی قافیہ (زبانیں/اذانیں، مولا/مولا) موسیقیت پیدا کرتا ہے، اور 'اللہ اکبر' کی ردیف حرم کی فضا کو زندہ کر دیتی ہے۔ ساتویں شعر میں براہِ راست خطاب (اے مولا) سے دعائیہ لہجہ پیدا ہوا ہے۔

اس حمد میں حرمِ کعبہ کے کن مقامات کا ذکر ہے؟ ہر ایک کی وضاحت کریں۔

میزابِ رحمت

کعبہ کی چھت کا پرنالہ جو حطیم کی طرف ہے۔ شاعر اس کے نیچے کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ اس کی دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔

غلافِ کعبہ

کعبہ پر چڑھایا جانے والا کپڑا۔ شاعر گناہوں کی یاد میں اسے پکڑ کر رو پڑتا ہے؛ یہ توبہ اور ندامت کی علامت ہے۔

حطیمِ کعبہ

کعبہ سے متصل نیم دائرہ نما احاطہ۔ شاعر وہاں پہنچنے کو اللہ کی خاص عطا قرار دیتا ہے۔

مقامِ ابراہیم

وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان ہیں اور جسے قرآن نے اللہ کی نشانی کہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ رب نے اسے محفوظ رکھا ہے۔

اس حمد کی فکری اور فنی خوبیاں بیان کریں۔

فکری پہلو

حمد کا موضوع اللہ کی کبریائی ہے جسے حرم کی حاضری کے تجربے کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں حیرت، امید، ندامت، شکر، آرزو اور مغفرت کی طلب جیسی کیفیات ایک ترتیب سے آتی ہیں۔

ہیئت

یہ غزل کی ہیئت میں مسلسل کلام ہے: مطلع، مقطع، ردیف 'اللہ اکبر' اور منظر، برابر، اندر، پتھر، مقدر جیسے قوافی۔ تخلص 'صبیح' ہے۔

موسیقیت

اندرونی قافیے اور 'اللہ اکبر' کی تکرار اس حمد کو ترنم سے پڑھنے کے قابل بناتے ہیں، اسی لیے یہ محفلوں میں پڑھے جانے والی حمد کا اچھا نمونہ ہے۔

Free notes: freebooks.pk

تلمیحات اور زبان

میزابِ رحمت، غلافِ کعبہ، حطیم اور مقامِ ابراہیم کی تلمیحات نے حمد کو حقیقی منظر بنا دیا ہے۔ زبان سادہ اور رواں ہے، جس سے ہر قاری اس کیفیت میں شریک ہو جاتا ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

برابر صدا آ رہی ہے: (الف) سبحان اللہ (ب) الحمد للہ (ج) اللہ اکبر (د) استغفر اللہ

درست جواب: (ج) اللہ اکبر۔ دوسرے شعر کے مطابق حرم میں لگاتار اللہ اکبر کی صدا گونج رہی ہے۔

شاعر کی التجائیں ڈھلنے لگی ہیں: (الف) جذبوں میں (ب) اشکوں میں (ج) دعاؤں میں (د) لفظوں میں

درست جواب: (ب) اشکوں میں۔ خطائیں یاد آنے پر التجائیں آنسوؤں میں ڈھل گئیں۔

شاعر اللہ تعالیٰ کے حضور طالب ہے: (الف) مغفرت کا (ب) بخشش کا (ج) کرم کا (د) مغفرت، بخشش اور کرم کا

درست جواب: (د) مغفرت، بخشش اور کرم کا۔ مقطع میں تینوں کا ذکر ہے: مغفرت کی عطا، بخشش کا طالب اور کرم کی درخواست۔

کانوں میں رس گھولتی ہیں: (الف) اذانیں (ب) دعائیں (ج) صدائیں (د) ہوائیں

درست جواب: (الف) اذانیں۔ دوسرے شعر میں اذانوں کی مٹھاس کا ذکر ہے۔

محفوظ رکھا رب نے وہ: (الف) نقشِ قدم (ب) غلاف (ج) میزاب (د) پتھر

درست جواب: (د) پتھر۔ چھٹے شعر میں مقامِ ابراہیم کے پتھر کا ذکر ہے۔

اس حمد کی ردیف ہے: (الف) منظر (ب) اللہ اکبر (ج) برابر (د) مولا

درست جواب: (ب) اللہ اکبر۔ ہر شعر کے آخر میں اللہ اکبر دہرایا جاتا ہے۔

شاعر کا تخلص ہے: (الف) رحمانی (ب) صبیح (ج) سید (د) صبیح الدین

درست جواب: (ب) صبیح۔ مقطع میں تخلص صبیح آیا ہے۔

یہ حمد کس مجموعے سے ماخوذ ہے؟ (الف) جادۂ رحمت (ب) نعت نامے (ج) سرکار کے قدموں میں (د) نعت رنگ

درست جواب: (ج) سرکار کے قدموں میں۔ سبق کے آخر میں ماخذ کا حوالہ یہی ہے۔

شاعر حطیم میں پہنچا: (الف) اپنی کوشش سے (ب) اللہ کی عطا سے (ج) دوستوں کی مدد سے (د) اتفاق سے

درست جواب: (ب) اللہ کی عطا سے۔ پانچویں شعر میں اسے رب کی عطا اور کرم کہا گیا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

شاعر غلافِ کعبہ پکڑ کر رویا کیونکہ: (الف) حرم سے جدا ہو رہا تھا (ب) اسے اپنی خطائیں یاد آئیں (ج) دعا قبول ہو گئی (د) حطیم میں پہنچ گیا

درست جواب: (ب) اسے اپنی خطائیں یاد آئیں۔ چوتھے شعر میں ندامت کا بیان ہے۔

'مغفرت' کا مطلب ہے: (الف) قسمت (ب) گناہوں کی معافی (ج) انعام (د) آواز

درست جواب: (ب) گناہوں کی معافی۔ مغفرت یعنی بخش دینا۔

'اشک' کا مطلب ہے: (الف) آنسو (ب) آواز (ج) دعا (د) قسمت

درست جواب: (الف) آنسو۔ اشک یعنی آنسو۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: سید صبیح الدین صبیح رحمانی؛ پیدائش 27 جون 1965ء کراچی؛ آبائی تعلق حیدرآباد دکن کے سادات سے۔
- خدمات: مدیر 'نعت رنگ'، بانی 'نعت ریسرچ سینٹر'، صدر 'ادارۂ یادگارِ غالب'؛ تمغۂ امتیاز۔
- کتب: کلیاتِ صبیح رحمانی، جادۂ رحمت، سرکار کے قدموں میں (یہ حمد اسی سے)، نعت نامے۔
- ہیئت: غزل نما، 8 اشعار؛ ردیف 'اللہ اکبر'؛ قوافی: منظر، برابر، پر، کر، اندر، پتھر، مقدر؛ تخلص صبیح۔
- مقامات: میزابِ رحمت (دعا)، غلافِ کعبہ (توبہ)، حطیم (عطا)، مقامِ ابراہیم (نشانی)۔
- کیفیات کی ترتیب: حیرت ← حرم کی فضا ← امید ← ندامت ← شکر ← آرزو ← مغفرت کی التجا۔

امتحانی نکات

- تشریح میں پہلے حوالہ (حمد، شاعر، مجموعہ 'سرکار کے قدموں میں') لکھیں، پھر مفہوم اور آخر میں فنی خوبی۔
- مشق کا سوال 7 (دوسرے اور ساتویں شعر کی تشریح) خاص طور پر تیار کریں۔
- میزابِ رحمت، غلافِ کعبہ، حطیم اور مقامِ ابراہیم کی ایک ایک سطر میں وضاحت یاد رکھیں۔
- مشکل الفاظ (حرم، عطا، اشک، صدا، مغفرت، مقبول) کے معنی اور جملوں میں استعمال کی مشق کریں۔
- شاعر کا تعارف امتحان کا حصہ نہیں (درسی کتاب کا نوٹ)، مگر پس منظر سمجھنے کے لیے پڑھ لیں۔

حقائق کی وضاحت

چھٹے شعر میں جس پتھر کا ذکر ہے وہ 'مقامِ ابراہیم' ہے: وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی اور جس پر ان کے قدموں کے نشان ہیں۔ قرآنِ مجید (سورۂ آلِ عمران، آیت 97) میں اسے حرم کی واضح نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے، اور شعر میں 'اپنی نشانی کہہ کر بتایا' اسی کی طرف اشارہ ہے۔

Free notes: freebooks.pk

درسی کتاب کے 'ضروری نوٹ' کے مطابق ہر سبق کے آغاز میں مصنف/شاعر کا تعارف صرف پس منظر کے لیے ہے؛
یہ کسی ٹیسٹ یا بورڈ امتحان کے سوال کا حصہ نہیں ہوگا۔

سبق 2: نعت

Urdu Class 12 Lesson 2: Naat (Iftikhar Arif)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے دوسرے سبق 'نعت' پر مبنی ہیں، جس کے شاعر افتخار عارف ہیں۔ اس نعت میں شاعر حضور اکرم ﷺ کی مدح کے آداب، آپ ﷺ کی سخاوت و رحمت، درود کی برکت اور طائف و مکہ کے واقعات سے ملنے والے عفو و درگزر کے سبق کو نہایت ادب اور وقار کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، نعت کی ہیئت اور فنی خوبیاں، ہر شعر کی آسان تشریح، مرکزی خیال، واقعۂ طائف کا خلاصہ، مشکل الفاظ و تراکیب کے معنی اور تلفظ، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تشریح اور سوالات Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھے ہیں۔

تدریسی مقاصد

- صنفِ نعت کی تعریف، اہمیت اور اردو ادب میں اس کی روایت کو سمجھنا۔
- نعت کے فکری عناصر اور اسلوبیاتی خصوصیات کا ادراک کرنا۔
- افتخار عارف کی شخصیت، ادبی خدمات اور ان کے نعتیہ اسلوب سے واقفیت حاصل کرنا۔
- شعری صنعتوں اور ادبی محاسن سے روشناس ہونا۔
- نعت کو درست تلفظ، روانی اور مناسب آہنگ سے پڑھنا۔

شاعر کا تعارف

افتخار عارف کا نام افتخار حسین اور تخلص عارف ہے۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے (درسی کتاب میں سنِ پیدائش 1944ء درج ہے)۔ انھوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے بی اے اور ایم اے کیا، اور بعد میں صحافت اور ابلاغِ عامہ کا ایک تربیتی کورس بھی کیا۔

1965ء میں وہ مستقل طور پر پاکستان آ گئے اور عملی زندگی کا آغاز ریڈیو پاکستان سے بطور نیوز کاسٹر کیا۔ بعد میں پاکستان ٹیلی وژن سے وابستہ ہوئے، مگر ان کی اصل پہچان ایک شاعر ہی کی رہی۔

انھوں نے نظم اور غزل دونوں میں شاعری کی، اور نعت، سلام اور منقبت میں باوقار اور فکری انداز اختیار کیا۔ ان کا مجموعہ 'شہرِ علم کے دروازے پر' نعتیہ کلام پر مشتمل ہے، جس میں حضور اکرم ﷺ سے عقیدت کے ساتھ اہلِ بیتِ اطہار سے محبت بھی نمایاں ہے۔

وہ اکادمی ادبیات پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل، مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین اور بعد میں اکادمی ادبیات کے چیئرمین رہے۔ ان کے شعری مجموعے 'مہرِ دونیم'، 'حرفِ باریاب'، 'باغِ گلِ سرخ'، 'جہانِ معلوم' اور 'شہرِ علم کے دروازے پر' ہیں، جبکہ 'کتابِ دل و دنیا' ان کی کلیات ہے۔ انھیں آدم جی ادبی ایوارڈ، نقوش ایوارڈ، صدارتی تمغۂ حسنِ کارکردگی، ستارۂ امتیاز اور ہلالِ امتیاز سے نوازا گیا۔

فنی اصطلاحات اور تلفظ

نعت

وہ نظم جس میں حضور اکرم ﷺ کی مدح، سیرت اور اوصاف بیان کیے جائیں۔

ردیف

اس نعت کی ردیف 'نہیں کرتے' ہے جو مطلع کے دونوں مصرعوں اور باقی ہر شعر کے دوسرے مصرعے کے آخر میں آتی ہے۔

قوافی

ردیف سے پہلے آنے والے ہم آواز الفاظ: خم، (خیرال)امم، قلم، ہم، کم، محترم، غم، ستم۔

مطلع اور آخری شعر

پہلا شعر مطلع ہے۔ آخری شعر میں شاعر کا تخلص 'عارف' نہیں آیا، اس لیے قاعدے کی رو سے اسے مقطع نہیں بلکہ آخری شعر کہا جائے گا۔

تلمیح

ساتویں شعر میں طائف اور مکہ کا ذکر تلمیح ہے، یعنی سیرتِ نبوی ﷺ کے مشہور واقعات کی طرف اشارہ۔

تلفظ (اعراب کے ساتھ)

یَسَّر، مُنْحَرِف، سُپُرد، مِدْحَت، دُرُود، مُحْتَرَم۔

نعت کا تعارف

یہ نعت غزل کی ہیئت میں ہے اور اس میں سات اشعار ہیں۔ ہر شعر ایک الگ پہلو بیان کرتا ہے: مدح کے آداب، لکھنے سے پہلے اجازت اور دعا، حضور ﷺ کا برگزیدہ ہونا، آپ ﷺ کی سخاوت، آپ ﷺ کے راستے سے ہٹنے کا انجام، درود کی برکت، اور طائف و مکہ کا سبق۔

افتخار عارف کا انداز پُروقار اور سنجیدہ ہے۔ وہ جذبات کو بلند آہنگ نعروں کے بجائے ادب، احتیاط اور فکر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ردیف 'نہیں کرتے' ہر شعر میں ایک عہد یا اصول کی صورت اختیار کر لیتی ہے، جیسے شاعر بتا رہا ہو کہ حضور

Free notes: freebooks.pk

ﷺ کے غلام کیا نہیں کرتے۔

شعر وار تشریح

پہلا شعر (مطلع): مدح کا ادب

شاعر کہتا ہے کہ جن لوگوں کی پیشانیاں دل کے ساتھ ساتھ نہیں جھکتیں، وہ حضور ﷺ کی مدح کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ یعنی نعت کہنے کے لیے صرف ظاہری عاجزی کافی نہیں؛ دل میں سچی عقیدت اور ظاہر میں ادب، دونوں ضروری ہیں۔

دوسرا شعر: لکھنے سے پہلے اجازت

شاعر بتاتا ہے کہ وہ دعا کیے بغیر اور اجازت و اذن کے بغیر نعت کا ایک لفظ بھی نہیں لکھتا۔ یہ اس احتیاط کا اظہار ہے کہ حضور ﷺ کی شان میں کوئی ایسا لفظ نہ لکھا جائے جو آپ ﷺ کے مرتبے کے شایاں نہ ہو۔

تیسرا شعر: صرف انھی کا ذکر

جس ہستی کو کتابِ حق (قرآنِ مجید) نے برگزیدہ قرار دیا، شاعر کہتا ہے کہ ہم ان کے سوا کسی اور کا ذکر نہیں کرتے۔ مراد یہ ہے کہ شاعر کی عقیدت اور ستائش کا اصل مرکز حضور اکرم ﷺ ہی ہیں۔

چوتھا شعر: کریم و جواد

حضور ﷺ ایسے کریم ہیں کہ انعام پر انعام کرتے جاتے ہیں، اور ایسے جواد (بے حد سخی) ہیں کہ اپنی نعمت میں کبھی کمی نہیں کرتے۔ آپ ﷺ کی رحمت اور فیض امت پر ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

پانچواں شعر: جادۂ رحمت سے انحراف

جو لوگ حضور ﷺ کے رحمت بھرے راستے سے ہٹ جاتے ہیں، زمانہ کبھی انھیں عزت نہیں دیتا۔ شاعر کے نزدیک عزت و وقار کا راستہ آپ ﷺ کی پیروی ہے؛ اس سے منہ موڑنے والا آخرکار بے قدر ہو جاتا ہے۔

چھٹا شعر: درود کی برکت

جن خوش نصیبوں کو درود پڑھنے کی توفیق نصیب ہو، وہ کسی بھی حال میں غم نہیں کرتے۔ درود دل کو سکون اور اطمینان دیتا ہے، اس لیے مشکل حالات میں بھی ایسے لوگ مایوس نہیں ہوتے۔

ساتواں (آخری) شعر: طائف اور مکہ کا سبق

جب حضور ﷺ کے غلاموں کی نظر میں طائف اور مکہ کے واقعات رہتے ہیں تو وہ ظلم کے جواب میں بھی ظلم نہیں کرتے۔ طائف میں آپ ﷺ نے پتھر کھا کر بھی بددعا نہ کی، اور فتحِ مکہ کے دن اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا؛ یہی عفو و درگزر آپ ﷺ کے ماننے والوں کا اصول ہونا چاہیے۔

Free notes: freebooks.pk

مرکزی خیال

اس نعت کا مرکزی خیال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی مدح ادب، اخلاص اور احتیاط چاہتی ہے، اور آپ ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا آپ ﷺ کی سیرت پر عمل ہے۔ آپ ﷺ کریم و جواد ہیں، آپ ﷺ کا راستہ عزت کا راستہ ہے، درود دل کو غم سے بچاتا ہے، اور طائف و مکہ کے واقعات سکھاتے ہیں کہ ظلم کا جواب بھی معافی اور حسنِ سلوک سے دیا جائے۔

اہم الفاظ کے معنی

جبین

پیشانی، ماتھا (جمع: جبینیں)۔

خم کرنا

جھکانا۔

پاسِ مدحت

تعریف و ستائش کا لحاظ اور ادب۔

خیرالامم

امتوں میں سب سے بہتر؛ حضور اکرم ﷺ کا لقب۔

اذن

اجازت۔

سپردِ قلم کرنا

لکھنا، تحریر کرنا۔

کتابِ حق

سچی کتاب، یعنی قرآنِ مجید۔

مصطفیٰ

چنا ہوا، برگزیدہ؛ حضور اکرم ﷺ کا لقب۔

کریم

مہربان اور سخی۔

جواد

بہت زیادہ سخاوت کرنے والا۔

جادۂ رحمت

رحمت کا راستہ؛ مراد حضور ﷺ کی سیرت اور تعلیمات۔

منحرف

راستے سے ہٹ جانے والا، پھر جانے والا۔

محترم

عزت والا، معزز۔

میسر

حاصل، نصیب۔

توفیق

اللہ کی طرف سے نیکی کرنے کی قوت اور موقع۔

شہرِ علم

علم کا شہر؛ عقیدت مند حضور ﷺ کو اس لقب سے یاد کرتے ہیں۔

ستم

ظلم، زیادتی۔

خاکہ

نعت کے بنیادی نکات: یہ خاکہ دکھاتا ہے کہ افتخار عارف کی نعت کے اشعار کن پانچ بنیادی نکات کے گرد گھومتے ہیں۔

نعت کے بنیادی نکات

مدح کے آداب
دل اور جبین دونوں جھکیں؛ دعا اور اذن کے بغیر ایک لفظ نہ لکھا جائے۔

↓

مرکزِ عقیدت
کتابِ حق نے جنھیں برگزیدہ کیا، ذکر صرف انھی کا۔

↓

کریم و جواد
انعام پر انعام، اور نعمت میں کبھی کمی نہیں۔

↓

پیروی اور درود
جادۂ رحمت سے ہٹنے والا بے قدر؛ درود والا غم سے آزاد۔

↓

طائف و مکہ کا سبق
ظلم کے جواب میں بھی ظلم نہیں، بلکہ عفو و درگزر۔

freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

نعت کسے کہتے ہیں؟

وہ نظم جس میں حضور اکرم ﷺ کی مدح اور اوصاف بیان کیے جائیں۔

‘مدحتِ خیرالامم’ کے لیے کیا کرنا ضروری ہے؟

دل اور پیشانی دونوں کا جھکنا، یعنی سچی عقیدت کے ساتھ ظاہری ادب بھی۔

‘کتابِ حق’ سے کیا مراد ہے؟

قرآنِ مجید۔

‘انعام’، ‘نعمت’ اور ‘کریم و جواد’ کی وضاحت کریں۔

انعام بخشش اور عطا کو، نعمت اللہ کی دی ہوئی بھلائی کو کہتے ہیں؛ کریم مہربان سخی اور جواد بے حد سخاوت کرنے والا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضور ﷺ انعام کرتے جاتے ہیں اور نعمت میں کمی نہیں کرتے۔

شاعر کے نزدیک زمانہ کن لوگوں کو محترم نہیں کرتا؟

ان لوگوں کو جو حضور ﷺ کے جادۂ رحمت (سیرت و تعلیمات) سے منحرف ہو جائیں۔

واقعۂ طائف مختصر الفاظ میں بیان کریں۔

حضور ﷺ اسلام کی دعوت دینے طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے انکار کیا اور لڑکوں کو پیچھے لگا دیا جنھوں نے پتھر مارے اور آپ ﷺ زخمی ہوئے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے لیے بددعا نہ کی بلکہ ہدایت کی امید رکھی۔

شاعر نعت کا لفظ لکھنے سے پہلے کیا کرتا ہے؟

دعا کرتا ہے اور اجازت و اذن کا طالب ہوتا ہے؛ اس کے بغیر ایک لفظ بھی نہیں لکھتا۔

درود کی توفیق پانے والوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

وہ کسی بھی حال میں غم نہیں کرتے۔

اس نعت کی ردیف کیا ہے؟

'نہیں کرتے'۔

اس نعت کے چار قوافی لکھیں۔

قلم، کم، محترم، غم (اسی طرح خم، ہم، ستم)۔

آخری شعر کو مقطع کیوں نہیں کہا جاتا؟

کیونکہ اس میں شاعر کا تخلص 'عارف' موجود نہیں۔

یہ نعت کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

افتخار عارف کے نعتیہ مجموعے 'شہرِ علم کے دروازے پر' سے۔

تفصیلی سوالات و جوابات

درج ذیل اشعار کی تشریح شعری محاسن کی روشنی میں کریں: پانچواں شعر (جادۂ رحمت سے منحرف...) اور چھٹا شعر (درود کی توفیق...)۔

حوالہ

یہ اشعار افتخار عارف کی 'نعت' سے ہیں جو ان کے مجموعے 'شہرِ علم کے دروازے پر' میں شامل ہے اور درسی کتاب اردو جماعت بارہویں کا دوسرا سبق ہے۔

Free notes: freebooks.pk

پانچویں شعر کی تشریح

شاعر کہتا ہے کہ حضور ﷺ کا راستہ رحمت کا راستہ ہے۔ جو لوگ اس سے ہٹ جاتے ہیں انھیں دنیا میں حقیقی عزت نہیں ملتی، کیونکہ عزت اخلاق، دیانت اور انسانیت سے ملتی ہے اور یہی آپ ﷺ کی سیرت کا سبق ہے۔

چھٹے شعر کی تشریح

درود پڑھنے کی توفیق اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ جسے یہ نصیب ہو اس کا دل حضور ﷺ کی محبت سے آباد رہتا ہے، اس لیے وہ مصیبت میں بھی مایوس اور غمگین نہیں ہوتا۔

شعری محاسن

‘جادۂ رحمت’ خوب صورت ترکیبِ اضافی ہے جو سیرت کو راستے سے تشبیہ دیتی ہے؛ ‘منحرف’ اور ‘محترم’ میں صوتی ہم آہنگی ہے؛ ردیف ‘نہیں کرتے’ دونوں اشعار کو اصول کی صورت دیتی ہے۔

اس نعت کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

آغاز: مدح کے آداب

شاعر کہتا ہے کہ حضور ﷺ کی تعریف کے لیے دل اور جبین دونوں کا جھکنا ضروری ہے، اور وہ دعا اور اذن کے بغیر نعت کا ایک لفظ بھی نہیں لکھتا۔

حضور ﷺ کا مرتبہ اور سخاوت

قرآن نے جس ہستی کو برگزیدہ قرار دیا، شاعر انھی کا ذکر کرتا ہے۔ آپ ﷺ ایسے کریم و جواد ہیں کہ ان کا انعام اور نعمت کبھی کم نہیں ہوتی۔

پیروی اور درود

آپ ﷺ کے راستے سے ہٹنے والے بے قدر ہو جاتے ہیں، جبکہ درود کی توفیق پانے والے کسی حال میں غمگین نہیں ہوتے۔

اختتام: عفو کا سبق

طائف اور مکہ کے واقعات یاد رکھنے والے آپ ﷺ کے غلام ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دیتے۔ یوں نعت محبت کو عمل سے جوڑ دیتی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

ساتویں شعر میں طائف اور مکہ کی طرف کیا اشارہ ہے؟ وضاحت کریں۔

واقعۂ طائف

حضور ﷺ دعوتِ اسلام کے لیے طائف گئے تو وہاں کے لوگوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ پتھر مار کر آپ ﷺ کو زخمی کر دیا۔

رحمت کا جواب

اس سخت تکلیف کے باوجود آپ ﷺ نے ان کی تباہی کی دعا نہ کی بلکہ امید ظاہر کی کہ ان کی نسلوں میں اللہ کی عبادت کرنے والے پیدا ہوں گے۔

فتحِ مکہ

جن لوگوں نے برسوں آپ ﷺ اور مسلمانوں کو ستایا، فتحِ مکہ کے دن آپ ﷺ نے ان سے انتقام لینے کے بجائے سب کو معاف کر دیا۔

شعر کا پیغام

شاعر کہتا ہے کہ جو ان واقعات کو یاد رکھتے ہیں وہ ستم کا جواب ستم سے نہیں دیتے؛ یہی آپ ﷺ کی غلامی کا حقیقی تقاضا ہے۔

افتخار عارف کی اس نعت کی فکری اور فنی خصوصیات بیان کریں۔

فکری پہلو

نعت میں محبتِ رسول ﷺ کو ادب، اخلاص اور عمل سے جوڑا گیا ہے؛ سیرت کے اخلاقی پہلو (سخاوت، رحمت، عفو) نمایاں ہیں۔

ہیئت

یہ غزل کی ہیئت میں سات اشعار کی نعت ہے؛ ردیف 'نہیں کرتے' اور قوافی خم، امم، قلم، ہم، کم، محترم، غم، ستم ہیں۔

اسلوب

لہجہ پُروقار اور سنجیدہ ہے؛ مبالغے کے بجائے احتیاط اور فکر نمایاں ہے، جو افتخار عارف کے نعتیہ اسلوب کی پہچان ہے۔

صنعتیں

تراکیب (پاسِ مدحت، خیرالامم، جادۂ رحمت، کتابِ حق)، کریم و جواد کی ہم معنی جوڑی، اور طائف و مکہ کی تلمیح نے کلام کو بامعنی بنایا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

معروضی سوالات (MCQs)

سرکارِ دو عالم ﷺ کی مدحت و توصیف میں کہی گئی نظم کو کہتے ہیں: (الف) حمد (ب) نعت (ج) منقبت (د) سلام

درست جواب: (ب) نعت۔ نعت کی یہی تعریف ہے۔

جواد ایسے کہ کم نہیں کرتے: (الف) رحمت (ب) نعمت (ج) کرم (د) عنایت

درست جواب: (ب) نعمت۔ چوتھے شعر میں نعمت کم نہ کرنے کا ذکر ہے۔

زیرِ مطالعہ نعت کا ماخذ ہے: (الف) مہرِ دونیم (ب) حرفِ باریاب (ج) باغِ گلِ سرخ (د) شہرِ علم کے دروازے پر

درست جواب: (د) شہرِ علم کے دروازے پر۔ نعت کے آخر میں یہی حوالہ دیا گیا ہے۔

دعا اور اذن کے بغیر شاعر سپردِ قلم نہیں کرتا: (الف) ایک حرف (ب) ایک لفظ (ج) ایک شعر (د) ایک جملہ

درست جواب: (ب) ایک لفظ۔ دوسرے شعر میں ایک لفظ کا ذکر ہے۔

اس نعت میں ردیف ہے: (الف) کرتے (ب) نہیں کرتے (ج) ختم نہیں کرتے (د) ستم کے ستم

درست جواب: (ب) نہیں کرتے۔ ہر شعر 'نہیں کرتے' پر ختم ہوتا ہے۔

'کتابِ حق' سے مراد ہے: (الف) تورات (ب) انجیل (ج) قرآنِ مجید (د) زبور

درست جواب: (ج) قرآنِ مجید۔ شاعر نے قرآن کو کتابِ حق کہا ہے۔

زمانہ محترم نہیں کرتا ان کو جو: (الف) درود پڑھیں (ب) جادۂ رحمت سے منحرف ہوں (ج) طائف جائیں (د) نعت لکھیں

درست جواب: (ب) جادۂ رحمت سے منحرف ہوں۔ پانچویں شعر کا مضمون۔

درود کی توفیق پانے والے کسی حال میں نہیں کرتے: (الف) شکر (ب) غم (ج) دعا (د) ستم

درست جواب: (ب) غم۔ چھٹے شعر کے مطابق وہ غم نہیں کرتے۔

حضور ﷺ کے غلام جواب میں بھی نہیں کرتے: (الف) کرم (ب) ستم (ج) شکوہ (د) ذکر

درست جواب: (ب) ستم۔ آخری شعر: ستم کا جواب ستم نہیں۔

'جواد' کا مطلب ہے: (الف) بہادر (ب) بہت سخی (ج) عالم (د) سچا

درست جواب: (ب) بہت سخی۔ جواد یعنی بے حد سخاوت کرنے والا۔

Free notes: freebooks.pk

افتخار عارف کی کلیات کا نام ہے: (الف) کتابِ دل و دنیا (ب) جہانِ معلوم (ج) حرفِ باریاب (د) مہرِ دونیم

درست جواب: (الف) کتابِ دل و دنیا۔ درسی کتاب کے مطابق ان کے تمام مجموعوں کی کلیات کتابِ دل و دنیا ہے۔

'منحرف' کا مطلب ہے: (الف) عزت والا (ب) راستے سے ہٹ جانے والا (ج) نصیب والا (د) سخی

درست جواب: (ب) راستے سے ہٹ جانے والا۔ منحرف یعنی پھر جانے والا۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: افتخار عارف (نام افتخار حسین، تخلص عارف)؛ لکھنؤ میں پیدائش؛ 1965ء میں پاکستان آمد؛ ریڈیو پاکستان پھر پی ٹی وی۔
- عہدے: ڈی جی و چیئرمین اکادمی ادبیات، صدر نشین مقتدرہ قومی زبان؛ اعزازات: آدم جی، نقوش، حسنِ کارکردگی، ستارۂ امتیاز، ہلالِ امتیاز۔
- کتب: مہرِ دونیم، حرفِ باریاب، باغِ گلِ سرخ، جہانِ معلوم، شہرِ علم کے دروازے پر (یہ نعت اسی سے)؛ کلیات: کتابِ دل و دنیا۔
- ہیئت: غزل نما، 7 اشعار؛ ردیف 'نہیں کرتے'؛ قوافی: خم، امم، قلم، ہم، کم، محترم، غم، ستم؛ آخری شعر میں تخلص نہیں۔
- نکات: مدح کا ادب، اذن کے بغیر لفظ نہیں، کتابِ حق کے مصطفیٰ ﷺ، کریم و جواد، جادۂ رحمت، درود کی برکت، طائف و مکہ کا عفو۔
- تلفظ: یُسَّر، مُنْحَرِف، سُپُرد، مِدْحَت، دُرُود، مُحْتَرَم۔

امتحانی نکات

- مشق کا سوال 8 (پانچویں اور چھٹے شعر کی تشریح) خاص طور پر تیار کریں؛ تشریح کے ساتھ شعری محاسن بھی لکھیں۔
- واقعۂ طائف اور فتحِ مکہ کا مختصر بیان یاد رکھیں؛ ساتویں شعر کی تشریح میں دونوں کا ذکر کریں۔
- قوافی کی فہرست (سوال 3) اور ردیف کی نشان دہی لازماً یاد کریں۔
- تراکیب (خیرالامم، سپردِ قلم، کتابِ حق، شہرِ علم، جادۂ رحمت، پاسِ مدحت) کے معنی یاد کریں۔
- تلفظ کے سوال کے لیے اعراب والے الفاظ (یسّر، منحرف، سپرد، مدحت، درود، محترم) لکھنے کی مشق کریں۔

Free notes: freebooks.pk

حقائق کی وضاحت

واقعۂ طائف بعثت کے دسویں سال پیش آیا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس موقع پر پہاڑوں کے فرشتے نے حضور ﷺ سے اہلِ طائف کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دینے کی اجازت مانگی، مگر آپ ﷺ نے انکار فرمایا اور امید ظاہر کی کہ ان کی نسل میں اللہ کی عبادت کرنے والے پیدا ہوں گے۔ فتحِ مکہ (8 ہجری) کے دن آپ ﷺ نے اہلِ مکہ کے لیے عام معافی کا اعلان فرمایا۔

درسی کتاب میں افتخار عارف کا سنِ پیدائش 1944ء درج ہے، جبکہ بعض دوسرے حوالوں میں 1943ء ملتا ہے۔ امتحان میں درسی کتاب کا اندراج پیشِ نظر رکھیں (ویسے بھی درسی کتاب کے مطابق شاعر کا تعارف امتحان کا حصہ نہیں)۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 3: ہجرتِ حبشہ

Urdu Class 12 Lesson 3: Hijrat-e-Habsha (Safi-ur-Rahman Mubarakpuri)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے تیسرے سبق 'ہجرتِ حبشہ' پر مبنی ہیں، جو مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی مشہور کتابِ سیرت 'الرحیق المختوم' سے لیا گیا ہے۔ سبق میں بتایا گیا ہے کہ مشرکینِ مکہ نے حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو واپس لانے کے لیے سفیر بھیجے، اور کس طرح حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی سچی اور مدلل تقریر نے نجاشی کا دل جیت لیا۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، سبق کا حصہ وار خلاصہ، حضرت جعفرؓ کی تقریر کے نکات، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، واحد و جمع (جمع مکسر، جمع سالم، جمع الجمع) کے قواعد، مضمون نویسی کی بنیادی باتیں، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- ہجرتِ حبشہ کے پس منظر اور اسباب بیان کرنا۔
- حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے کردار اور انصاف پسندی پر روشنی ڈالنا۔
- دربارِ نجاشی میں حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر کے نکات سمجھنا۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات سے عملی رہنمائی حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

مصنف کا تعارف

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری 6 جون 1943ء کو ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کے ضلع اعظم گڑھ میں مبارک پور کے قریب واقع گاؤں حسین آباد میں پیدا ہوئے، اور 2006ء میں فوت ہوئے۔ انھوں نے قرآنِ پاک کی تعلیم اپنے دادا اور چچا سے حاصل کی۔

1948ء میں مدرسہ عربیہ دارالتعلیم مبارک پور میں داخل ہو کر عربی اور فارسی پڑھنا شروع کی۔ 1954ء میں مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں داخلہ لیا اور دو سال بعد مزید تعلیم کے لیے مدرسہ فیضِ عام مئو چلے گئے۔ سات سالہ تعلیمی دور کے بعد سندِ فضیلت حاصل کی، 1959ء میں مولوی اور 1960ء میں عالم کی اسناد لیں، اور تقریباً اٹھائیس برس ہندوستان کے مختلف مدارس اور جامعات میں پڑھاتے رہے۔

ان کی شہرت کی بنیادی وجہ سیرتِ نبوی ﷺ پر ان کی جامع اور مستند کتاب 'الرحیق المختوم' ہے۔ 1976ء میں رابطہ عالمِ اسلامی (مکہ مکرمہ) کے زیرِ اہتمام سیرت النبی ﷺ پر ہونے والے پہلے عالمی مقابلے میں اس کتاب نے پہلا انعام

حاصل کیا، جس سے انھیں دنیا بھر میں شہرت ملی۔ یہ کتاب اصلاً عربی میں لکھی گئی تھی، بعد میں مصنف نے خود اسے اردو میں منتقل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں عربی اور اردو دونوں زبانوں میں تحریر کا عمدہ ذوق دیا تھا۔ وہ قدیم و جدید ماخذوں سے مواد کے انتخاب اور تحقیقی و تنقیدی صلاحیت سے مالا مال تھے۔ انھوں نے عربی اور اردو میں سترہ سے زائد کتابیں تصنیف و تالیف کیں، اور 'الرحیق المختوم' کا شمار اردو کی مستند کتبِ سیرت میں ہوتا ہے۔

واحد، جمع اور مضمون نویسی (قواعد)

واحد

وہ اسم جو صرف ایک شخص، جگہ یا چیز کے لیے آئے، جیسے مسجد، کتاب، خبر۔

جمع

وہ اسم جو دو یا زیادہ افراد، اشیا یا جگہوں کے لیے آئے، جیسے مساجد، کتب، اخبار۔ اردو میں جمع کی تین قسمیں ہیں: جمع مکسر، جمع سالم اور جمع الجمع۔

جمع مکسر

جمع بناتے وقت واحد کی اصل صورت ٹوٹ جائے (بدل جائے)، جیسے منظر سے مناظر، تجویز سے تجاویز، قوم سے اقوام، کتاب سے کتب، شجر سے اشجار، مضمون سے مضامین۔

جمع سالم

واحد کی اصل صورت سلامت رہے اور آخر میں کچھ حروف بڑھا دیے جائیں، جیسے کاغذ سے کاغذات، باغ سے باغات، بزرگ سے بزرگان، احسان سے احسانات، قوم سے قومیں، کتاب سے کتابیں۔

جمع الجمع

ایسی جمع جو پہلے سے جمع ہو، پھر اس کی بھی جمع بنائی جائے، جیسے لقب ← القاب ← القابات، نادر ← نوادر ← نوادرات۔

جمع الجمع (مشق کے الفاظ)

وجہ ← وجوہ ← وجوہات؛ امر ← امور ← امورات؛ دوا ← ادویہ ← ادویات؛ عجیب ← عجائب ← عجائبات؛ جوہر ← جواہر ← جواہرات؛ فتح ← فتوح ← فتوحات۔

مضمون نویسی

کسی علمی، ادبی، صحافتی یا سائنسی موضوع پر اپنے خیالات مربوط اور مدلل انداز میں لکھنا۔ مضمون کے تین حصے ہوتے ہیں: تمہید (تعارف)، نفسِ مضمون (متن) اور اختتام۔

Free notes: freebooks.pk

مضمون کے انداز

بیانیہ (موضوع کو ترتیب وار کہانی یا واقعے کی صورت میں بیان کرنا)، استدلالی (حق یا مخالفت میں دلائل دینا)، تفصیلی (موضوع کی تمام تفصیلات کا احاطہ) اور تحقیقی (حوالوں اور تحقیق کی بنیاد پر لکھنا)۔

سبق کا تعارف

یہ سبق سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جب مکہ میں مسلمانوں پر ظلم حد سے بڑھ گیا تو کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، جہاں کا عیسائی بادشاہ نجاشی اپنے انصاف کے لیے مشہور تھا۔ قریش کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ مسلمان کسی محفوظ جگہ اپنا دین بچا لیں، چنانچہ انھوں نے انھیں واپس لانے کی کوشش کی۔

سبق کا اسلوب بیانیہ اور مکالماتی ہے۔ واقعات ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں اور کرداروں کی گفتگو براہِ راست نقل کی گئی ہے، جس سے دربار کا منظر قاری کے سامنے آ جاتا ہے۔ اس واقعے کی راوی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ ہیں جو خود اس ہجرت میں شامل تھیں۔

حصہ وار خلاصہ

قریش کی سفارت اور تحفے

قریش کو فکر تھی کہ مسلمان حبشہ میں امن پا گئے ہیں۔ انھوں نے دو ہوشیار آدمی، عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے)، قیمتی تحفوں کے ساتھ حبشہ بھیجے۔ دونوں نے پہلے نجاشی کے درباری پادریوں (بطریقوں) کو تحفے دے کر اپنے حق میں کر لیا تاکہ وہ بادشاہ کو مسلمانوں کو واپس کرنے کا مشورہ دیں۔

دربار میں قریش کا مطالبہ

بادشاہ کے سامنے تحفے پیش کر کے انھوں نے کہا کہ ہماری قوم کے کچھ نادان نوجوان اپنا آبائی دین چھوڑ کر ایک نیا دین گھڑ لائے ہیں جو نہ ہمارا ہے نہ آپ کا؛ انھیں ان کے بزرگوں کے حوالے کر دیں۔ بطریقوں نے بھی ان کی تائید کی۔

نجاشی کا انصاف: دوسرے فریق کو سننا

نجاشی نے سوچا کہ یک طرفہ بات سن کر فیصلہ کرنا انصاف نہیں۔ اس نے مسلمانوں کو بلایا۔ مسلمانوں نے طے کیا کہ نتیجہ کچھ بھی ہو، وہ سچ ہی بولیں گے۔ نجاشی نے پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے جس کی خاطر تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا؟

حضرت جعفرؓ کی تقریر

مسلمانوں کے ترجمان حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے بتایا کہ ہم جاہلیت میں تھے: بت پوجتے، مردار کھاتے، بے حیائی کرتے، رشتے توڑتے، پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے اور طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ پھر اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول

Free notes: freebooks.pk

بھیجا جس کی سچائی، امانت اور پاک دامنی سے ہم واقف تھے۔ انھوں نے ایک اللہ کی عبادت، سچ، امانت، صلہ رحمی اور پڑوسی سے حسنِ سلوک کا حکم دیا اور خون ریزی، جھوٹی گواہی، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت سے روکا، اور نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ہم ایمان لائے تو قوم نے ہم پر ظلم کیا، اس لیے ہم نے آپ کے ملک کو چنا اس امید پر کہ یہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔

سورۂ مریم کی تلاوت

نجاشی نے پوچھا کہ تمھارے پیغمبر ﷺ جو کلام لائے ہیں اس میں سے کچھ سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ نجاشی اتنا رویا کہ داڑھی تر ہو گئی اور پادریوں کے صحیفے بھی آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ نجاشی نے کہا کہ یہ کلام اور حضرت عیسیٰؑ کا لایا ہوا پیغام ایک ہی سرچشمے سے ہیں، اور قریش کے سفیروں کو واپس جانے کا کہا۔

عمرو بن عاص کی دوسری چال

عمرو بن عاص نے اگلے دن نئی چال چلنے کا ارادہ کیا۔ عبداللہ بن ربیعہ نے رشتے داری کا واسطہ دے کر منع کیا، مگر عمرو باز نہ آئے۔ اگلے دن انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ایک سخت بات کہتے ہیں۔ مسلمان گھبرائے، مگر پھر سچ بولنے پر قائم رہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں جواب اور نجاشی کا فیصلہ

حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ کی تعلیم کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے پاک دامن کنواری حضرت مریمؑ کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ حضرت عیسیٰؑ اس بات سے تنکے بھر بھی زیادہ نہیں۔ پادری ناراض ہوئے تو بھی اس نے پروا نہ کی، مسلمانوں کو امان دی، انھیں برا کہنے والے پر جرمانے کا اعلان کیا اور کہا کہ مجھے سونے کا پہاڑ بھی ملے تو تم میں سے کسی کو تکلیف دینا گوارا نہیں۔

تحفوں کی واپسی اور انجام

نجاشی نے قریش کے تحفے لوٹا دیے اور کہا کہ جب اللہ نے مجھے میرا ملک لوٹایا تو مجھ سے رشوت نہیں لی، تو میں اس کے معاملے میں رشوت کیوں لوں؛ اور جب اس نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تو میں اس کے بارے میں لوگوں کی بات کیوں مانوں۔ حضرت ام سلمہؓ کے بقول دونوں سفیر ناکام و رسوا ہو کر لوٹے اور مسلمان ایک اچھے پڑوسی کے سائے میں امن سے رہے۔

مرکزی خیال

اس سبق کا مرکزی خیال یہ ہے کہ سچائی اور انصاف ہر سازش پر غالب آتے ہیں۔ قریش نے تحفوں اور چالاکی سے مسلمانوں کو واپس لانا چاہا، مگر نجاشی نے دونوں فریقوں کو سن کر انصاف کیا، اور مسلمانوں نے خطرے کے باوجود سچ بولا۔ حضرت جعفرؓ کی تقریر اسلام کی بنیادی تعلیمات (توحید، اخلاق، عبادات) کا جامع خلاصہ ہے۔ یہ واقعہ صبر، استقامت، دیانت اور مذہبی رواداری کا سبق دیتا ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

ہجرت

اللہ کی رضا کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ جانا۔

سفارت

کسی قوم یا حکومت کی طرف سے نمائندہ بن کر بات کرنا۔

بطریق

عیسائیوں کا بڑا مذہبی پیشوا، پادری (جمع: بطارقہ؛ سبق میں بطریقوں)۔

اسقف

عیسائیوں کا مذہبی عہدے دار، بشپ (جمع: اساقفہ)۔

نجاشی

حبشہ کے بادشاہ کا لقب۔

مدعا

مقصد، مطلب۔

جاہلیت

اسلام سے پہلے کا دور جس میں لوگ گمراہی میں تھے۔

قرابت دار

رشتے دار۔

صلہ رحمی

رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا۔

Free notes: freebooks.pk

تہمت

جھوٹا الزام۔

صحیفہ

لکھی ہوئی کتاب یا اوراق (جمع: صحائف)۔

شمع دان

وہ چیز جس میں شمع رکھی جاتی ہے؛ مراد ایک ہی سرچشمہ۔

قلمرو

سلطنت، وہ علاقہ جہاں کسی کی حکومت ہو۔

تاوان

نقصان کے بدلے میں لی جانے والی رقم، جرمانہ۔

حاشیہ نشین

بادشاہ کے پاس بیٹھنے والے درباری، مصاحب۔

رشوت

ناجائز کام کے بدلے دیا جانے والا مال۔

بے آبرو

بے عزت، رسوا۔

خاکہ

دربارِ نجاشی کا واقعہ: مرحلہ وار: یہ خاکہ ہجرتِ حبشہ کے سبق کے اہم مراحل کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

دربارِ نجاشی کا واقعہ: مرحلہ وار

قریش کی سفارت
عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ تحفوں کے ساتھ حبشہ پہنچے اور بطریقوں کو ساتھ ملایا۔

↓

نجاشی کا انصاف
یک طرفہ فیصلے کے بجائے مسلمانوں کو بلا کر ان کی بات سنی۔

↓

حضرت جعفرؓ کی تقریر
جاہلیت کی برائیاں، رسول ﷺ کی تعلیمات اور قریش کا ظلم بیان کیا؛ سورۂ مریم کی تلاوت کی۔

↓

دوسری چال
حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں سوال؛ جواب: اللہ کے بندے، رسول، روح اور کلمہ۔

↓

فیصلہ
مسلمانوں کو امان، تحفے واپس، سفیر رسوا ہو کر لوٹے۔

freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

مشرکینِ مکہ نے سفارتی مہم کے لیے کن دو افراد کو منتخب کیا؟

عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو، جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

نجاشی کے سامنے مشرکین کے نمائندوں نے کس طرح مدعا پیش کیا؟

تحفے پیش کر کے کہا کہ ہمارے کچھ نادان نوجوان اپنا دین چھوڑ کر نیا دین لے آئے ہیں جو نہ ہمارا ہے نہ آپ کا؛ انھیں ان کے بزرگوں کے حوالے کر دیں۔

سفیروں نے بادشاہ سے پہلے بطریقوں کو تحفے کیوں دیے؟

تاکہ وہ دربار میں ان کی حمایت کریں اور بادشاہ کو مسلمانوں کو واپس کرنے کا مشورہ دیں۔

Free notes: freebooks.pk

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے جواب میں کیا فرمایا؟

انھوں نے جاہلیت کی برائیاں بیان کیں، پھر بتایا کہ اللہ نے سچے اور امانت دار رسول ﷺ کو بھیجا جنھوں نے توحید، سچائی، صلہ رحمی، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا؛ ایمان لانے پر قوم نے ظلم کیا تو ہم یہاں پناہ لینے آئے۔

حضرت جعفرؓ نے کس سورۃ کی ابتدائی آیات تلاوت کیں؟

سورۂ مریم کی۔

حضرت جعفرؓ نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے بارے میں کیا فرمایا؟

حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے پاک دامن کنواری حضرت مریمؑ کی طرف ڈالا۔

تلاوت سن کر نجاشی کی کیا کیفیت ہوئی؟

وہ اتنا رویا کہ داڑھی تر ہو گئی اور پادریوں کے صحیفے بھی بھیگ گئے۔

نجاشی نے تنکا اٹھا کر کیا کہا؟

یہ کہ حضرت عیسیٰؑ اس بات سے تنکے بھر بھی زیادہ نہیں جو مسلمانوں نے کہی۔

نجاشی نے تحفے کیوں واپس کیے؟

اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے ملک لوٹاتے وقت رشوت نہیں لی، اس لیے میں اس کے معاملے میں رشوت نہیں لوں گا۔

اس واقعے کی راوی کون ہیں؟

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ۔

جمع مکسر اور جمع سالم میں کیا فرق ہے؟

جمع مکسر میں واحد کی صورت بدل جاتی ہے (کتاب ← کتب)، جبکہ جمع سالم میں واحد سلامت رہتا ہے اور آخر میں حروف بڑھتے ہیں (باغ ← باغات)۔

جمع الجمع کی دو مثالیں دیں۔

جوہر ← جواہر ← جواہرات؛ فتح ← فتوح ← فتوحات۔

Free notes: freebooks.pk

تفصیلی سوالات و جوابات

سبق 'ہجرتِ حبشہ' کا خلاصہ تحریر کریں۔

پس منظر اور سفارت

مکہ میں ظلم سے تنگ آ کر مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے۔ قریش نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو تحفوں کے ساتھ بھیجا، جنھوں نے پہلے بطریقوں کو ساتھ ملایا اور پھر بادشاہ سے مسلمانوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

مسلمانوں کی پیشی

نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا۔ حضرت جعفرؓ نے جاہلیت کی برائیوں اور اسلام کی تعلیمات کا موازنہ پیش کیا اور سورۂ مریم کی آیات سنائیں، جن پر نجاشی اور پادری رو پڑے۔

دوسری کوشش

عمرو بن عاص نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں سوال اٹھا کر بادشاہ کو بھڑکانا چاہا، مگر حضرت جعفرؓ کے جواب پر نجاشی نے تصدیق کی کہ یہی حقیقت ہے۔

انجام

نجاشی نے مسلمانوں کو امان دی، تحفے لوٹا دیے، اور قریش کے سفیر ناکام لوٹے۔ مسلمان حبشہ میں امن سے رہے۔

سیاق و سباق کے حوالے سے حضرت جعفرؓ کی تقریر (اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے... زکوٰۃ کا حکم دیا) کی تشریح کریں۔

حوالہ اور سیاق و سباق

یہ اقتباس سبق 'ہجرتِ حبشہ' سے ہے جو مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی کتاب 'الرحیق المختوم' سے ماخوذ ہے۔ نجاشی نے مسلمانوں سے ان کے نئے دین کے بارے میں پوچھا تو مسلمانوں کے ترجمان حضرت جعفرؓ نے یہ جواب دیا۔

جاہلیت کی تصویر

حضرت جعفرؓ نے بتایا کہ ان کی قوم بت پرستی، مردار خوری، بے حیائی، قطع رحمی اور پڑوسیوں سے بدسلوکی میں مبتلا تھی، اور طاقتور کمزور کا حق کھا جاتا تھا۔

رسول ﷺ کی آمد اور تعلیمات

اللہ نے انھی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت اور پاک دامنی سے سب واقف تھے۔ آپ ﷺ نے ایک اللہ کی عبادت، سچ، امانت، صلہ رحمی اور پڑوسی کے حقوق کا حکم دیا اور قتل، جھوٹ، یتیم کا مال کھانے اور تہمت سے روکا، نیز نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔

Free notes: freebooks.pk

تشریح کا خلاصہ

یہ تقریر مختصر ہونے کے باوجود اسلام کے عقیدے، اخلاق اور عبادات کا جامع تعارف ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ نجاشی سچائی کا قائل ہو گیا۔

نجاشی کے کردار اور انصاف پسندی پر روشنی ڈالیں۔

دونوں فریقوں کو سننا

نجاشی نے بطریقوں کے مشورے اور قیمتی تحفوں کے باوجود یک طرفہ فیصلہ نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کو بلا کر ان کا مؤقف سنا۔

حق کو قبول کرنا

قرآن سن کر وہ رو پڑا اور تسلیم کیا کہ یہ کلام اور حضرت عیسیٰؑ کا پیغام ایک ہی سرچشمے سے ہیں؛ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں مسلمانوں کے قول کی بھی تصدیق کی۔

دباؤ کا مقابلہ

پادریوں کی ناراضی کے باوجود وہ اپنے فیصلے پر قائم رہا اور مسلمانوں کو برا کہنے والوں پر جرمانے کا اعلان کیا۔

دیانت

اس نے تحفے رشوت سمجھ کر واپس کر دیے اور کہا کہ وہ اللہ کے معاملے میں لوگوں کی بات نہیں مانے گا۔ یہ اس کی دیانت اور خوفِ خدا کی دلیل ہے۔

مضمون نویسی کے اصولوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے ‘بین المذاہب ہم آہنگی’ کے موضوع پر مضمون کا خاکہ پیش کریں۔

تمہید

موضوع کا تعارف: دنیا میں مختلف مذاہب کے لوگ ساتھ رہتے ہیں؛ ہم آہنگی کا مطلب ایک دوسرے کے عقیدے کا احترام اور پرامن بقائے باہمی ہے۔ آغاز کسی مختصر مثال سے کیا جا سکتا ہے، جیسے نجاشی کا مسلمانوں کو پناہ دینا۔

نفسِ مضمون: اسلامی تعلیمات

دلیل کے طور پر اسلامی اصول بیان کریں: دین میں جبر نہیں، دوسروں کے معبودوں کو برا نہ کہنا، اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ، اور میثاقِ مدینہ جیسی مثالیں۔

Free notes: freebooks.pk

نفسِ مضمون: فوائد اور رکاوٹیں

ہم آہنگی سے امن، ترقی اور معاشرتی اعتماد پیدا ہوتا ہے؛ تعصب، جہالت اور افواہیں رکاوٹ بنتی ہیں۔ تعلیم، مکالمہ اور مشترکہ سماجی کام ان کا حل ہیں۔

اختتام

خلاصہ دے کر نتیجہ لکھیں کہ ہم آہنگی کسی ایک فریق کی نہیں، سب کی ذمہ داری ہے؛ آخر میں کوئی مثبت پیغام یا عزم۔ اسلوب کے لحاظ سے یہ استدلالی اور بیانیہ انداز کا امتزاج ہوگا۔

معروضی سوالات (MCQs)

مسلمانوں نے ہجرت کی مکہ مکرمہ سے: (الف) عراق کی طرف (ب) حبشہ کی طرف (ج) یمن کی طرف (د) شام کی طرف

درست جواب: (ب) حبشہ کی طرف۔ سبق کا موضوع ہی ہجرتِ حبشہ ہے۔

مشرکینِ مکہ نے نجاشی کے دربار میں نمائندے بھیجے: (الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

درست جواب: (الف) دو۔ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ۔

جاؤ! تم لوگ امن و امان سے ہو، میرے: (الف) شہر میں (ب) علاقے میں (ج) قلمرو میں (د) صوبے میں

درست جواب: (ج) قلمرو میں۔ نجاشی نے اپنی سلطنت (قلمرو) میں امان دی۔

اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو مبتلا تھی: (الف) غفلت میں (ب) بت پرستی میں (ج) خود غرضی میں (د) جاہلیت میں

درست جواب: (د) جاہلیت میں۔ حضرت جعفرؓ کی تقریر کا آغاز جاہلیت کے ذکر سے ہوا۔

مجھے گوارا نہیں کہ تم میں سے کسی کو ستاؤں اور اس کے بدلے مجھے مل جائے: (الف) بہت بڑا خزانہ (ب) سونے کا پہاڑ (ج) سیم و زر (د) قیمتی گھوڑے

درست جواب: (ب) سونے کا پہاڑ۔ نجاشی نے سونے کے پہاڑ کی مثال دی۔

مسلمانوں کے ترجمان تھے: (الف) حضرت عثمانؓ (ب) حضرت جعفر بن ابی طالبؓ (ج) حضرت زبیرؓ (د) حضرت مصعبؓ

درست جواب: (ب) حضرت جعفر بن ابی طالبؓ۔ سبق کے مطابق۔

حضرت جعفرؓ نے تلاوت کی: (الف) سورۂ یٰسین (ب) سورۂ مریم (ج) سورۂ کہف (د) سورۂ رحمٰن

درست جواب: (ب) سورۂ مریم۔ سورۂ مریم کی ابتدائی آیات۔

یہ سبق کس کتاب سے لیا گیا ہے؟ (الف) سیرت النبی (ب) الرحیق المختوم (ج) رحمۃ للعالمین (د) زادالمعاد

درست جواب: (ب) الرحیق المختوم۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی کتاب۔

اس واقعے کی راوی ہیں: (الف) حضرت عائشہؓ (ب) حضرت ام سلمہؓ (ج) حضرت حفصہؓ (د) حضرت اسماءؓ

درست جواب: (ب) حضرت ام سلمہؓ۔ سبق کے آخر میں یہی ذکر ہے۔

'کتاب' کی جمع مکسر ہے: (الف) کتابیں (ب) کتب (ج) کتابات (د) کتبات

درست جواب: (ب) کتب۔ کتب میں واحد کی صورت بدل گئی ہے۔

'باغات' جمع کی کون سی قسم ہے؟ (الف) جمع مکسر (ب) جمع سالم (ج) جمع الجمع (د) واحد

درست جواب: (ب) جمع سالم۔ باغ سلامت ہے، آخر میں 'ات' بڑھا۔

'جواہرات' ہے: (الف) واحد (ب) جمع مکسر (ج) جمع سالم (د) جمع الجمع

درست جواب: (د) جمع الجمع۔ جوہر ← جواہر ← جواہرات۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری (1943ء–2006ء)، حسین آباد، اعظم گڑھ (یوپی)؛ 'الرحیق المختوم' کو 1976ء میں رابطہ عالمِ اسلامی کے سیرت مقابلے میں پہلا انعام۔
- سفیر: عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ؛ پہلے بطریقوں کو تحفے، پھر دربار میں مطالبہ۔
- ترجمان: حضرت جعفر بن ابی طالبؓ؛ جاہلیت ← رسول ﷺ کی تعلیمات ← قریش کا ظلم ← حبشہ میں پناہ۔
- تلاوت: سورۂ مریم؛ نجاشی: 'یہ کلام اور عیسیٰؑ کا پیغام ایک ہی سرچشمے سے'۔
- دوسری چال: حضرت عیسیٰؑ کا سوال؛ جواب: اللہ کے بندے، رسول، روح اور کلمہ؛ تنکے کی مثال۔
- انجام: امان، جرمانے کا اعلان، 'سونے کا پہاڑ'، تحفے واپس؛ راوی حضرت ام سلمہؓ۔
- قواعد: جمع مکسر (کتب، اقوام)، جمع سالم (باغات، کتابیں)، جمع الجمع (جواہرات، فتوحات، ادویات)۔

امتحانی نکات

- خلاصہ لکھتے وقت واقعات کی ترتیب برقرار رکھیں: سفارت، پیشی، تقریر، تلاوت، دوسری چال، فیصلہ۔
- حضرت جعفرؓ کی تقریر کے نکات تین حصوں میں یاد کریں: جاہلیت، اسلامی تعلیمات، ہجرت کی وجہ۔
- مشق کے MCQs اور مختصر سوالات (سوال 1 اور 2) کے جواب سبق کے الفاظ کے قریب رہ کر لکھیں۔
- جمع مکسر، جمع سالم اور جمع الجمع کی تعریفیں دو دو مثالوں کے ساتھ یاد کریں۔
- مضمون میں تمہید، نفسِ مضمون اور اختتام کو الگ پیراگراف میں لکھیں اور دلائل کے ساتھ مثالیں دیں۔

Free notes: freebooks.pk

حقائق کی وضاحت

مسلمانوں کی حبشہ کی طرف پہلی ہجرت نبوت کے پانچویں سال ہوئی، اور اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے دوسری ہجرت کی؛ دربارِ نجاشی کا یہ واقعہ دوسری ہجرت کے بعد پیش آیا۔ اس نجاشی کا نام اَصْحَمہ تھا۔ صحیح بخاری کے مطابق اس کی وفات کی خبر ملنے پر حضور ﷺ نے مدینہ میں اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی۔

عمرو بن عاص اس وقت مسلمان نہیں تھے، مگر بعد میں (8 ہجری میں) اسلام لائے اور ایک مشہور صحابی اور فاتحِ مصر بنے۔

جمع کی مشق (سوال 5) میں ہر لفظ کی دونوں صورتیں رائج نہیں؛ اس لیے نوٹس میں وہی صورتیں دی گئی ہیں جو عام استعمال میں ہیں: قوم (اقوام/قومیں)، کتاب (کتب/کتابیں)، شجر (اشجار)، احسان (احسانات)، مضمون (مضامین)۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 4: ماں جی

Urdu Class 12 Lesson 4: Maa Ji (Qudratullah Shahab)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے چوتھے سبق 'ماں جی' پر مبنی ہیں، جس کے مصنف قدرت اللہ شہاب ہیں۔ اس تحریر میں مصنف نے اپنی والدہ کی سادہ، قناعت پسند اور اللہ پر بھروسا کرنے والی زندگی کو نہایت دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ ماں جی کا بچپن، لائل پور کی طرف پیدل ہجرت، عبداللہ صاحب سے شادی، گیارہ پیسوں کا واقعہ اور زندگی کے دکھ سکھ، سب ایک ایسے کردار کی تصویر بناتے ہیں جو قاری کے دل میں اتر جاتا ہے۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، سبق کا حصہ وار خلاصہ، ماں جی کے کردار کی خصوصیات، سماجی اور روحانی پہلو، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، تذکیر و تانیث کے قواعد، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- افسانوی تحریر کی صنف اور اس کی بنیادی خصوصیات کو سمجھنا۔
- تحریر کے اہم کرداروں اور ان کی خصوصیات کا تجزیہ کرنا۔
- تحریر میں بیان کردہ معاشرتی اور اخلاقی اقدار کی شناخت کرنا۔
- اسلوبِ بیان اور واقعاتی ترتیب کو سمجھنا۔
- والدین، بالخصوص ماں کے احترام اور خدمت کا جذبہ پیدا کرنا۔

مصنف کا تعارف

قدرت اللہ شہاب (1917ء–1986ء) گلگت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گلگت اور جموں و کشمیر میں حاصل کی، پھر لاہور آکر گورنمنٹ کالج لاہور سے انگریزی میں ایم اے کیا۔

1941ء میں انھوں نے انڈین سول سروس (آئی سی ایس) کا مقابلے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ وہ ریاست جموں و کشمیر سے تعلق رکھنے والے پہلے مسلمان تھے جنھیں یہ اعزاز ملا۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ پاکستان آ گئے اور کئی اہم انتظامی عہدوں پر فائز رہے۔

وہ سیکرٹری جنرل حکومتِ آزاد کشمیر، ڈپٹی کمشنر جھنگ، ڈائریکٹر انڈسٹریز پنجاب، سیکرٹری اطلاعات اور سیکرٹری تعلیم رہے، اور گورنر جنرل ملک غلام محمد، سکندر مرزا اور صدر ایوب خان کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔ وہ ہالینڈ میں پاکستان کے

سفیر رہے اور یونیسکو میں بھی ذمہ داریاں ادا کیں۔ پاکستان رائٹرز گلڈ کے قیام میں بھی انھوں نے اہم کردار ادا کیا۔

ان کی ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا؛ پہلا افسانہ 'چندراوتی' 1938ء میں شائع ہوا۔ ان کی نمایاں تخلیقات میں 'یا خدا'، 'نفسانے'، 'ماں جی'، 'سرخ فیتہ' اور 'شہاب نامہ' شامل ہیں۔ 'شہاب نامہ' ان کی خود نوشت سوانح عمری ہے جس نے انھیں غیر معمولی شہرت دی۔ ان کی نثر سادہ، رواں اور عام فہم ہے، اور ان کے اسلوب میں سنجیدگی کے ساتھ فکری پختگی اور روحانی جھکاؤ نمایاں ہے۔

تذکیر و تانیث (قواعد)

مذکر

وہ اسم جو نر کے لیے استعمال ہو، جیسے سسر، لڑکا، کتا، بیٹا۔

مؤنث

وہ اسم جو مادہ کے لیے استعمال ہو، جیسے ساس، لڑکی، بیٹی۔

حقیقی تذکیر و تانیث

انسانوں اور جان داروں کی تذکیر و تانیث، جن میں نر اور مادہ کا فرق حقیقت میں موجود ہو، جیسے مرد/عورت، گھوڑا/گھوڑی۔

غیر حقیقی تذکیر و تانیث

بے جان چیزوں کی تذکیر و تانیث، جس کا تعین نر یا مادہ سے نہیں بلکہ اہلِ زبان کے محاورے سے ہوتا ہے، جیسے لباس اور رومال مذکر، حویلی اور کرسی مؤنث۔ پہچان کا آسان طریقہ: فعل اور صفت کا استعمال دیکھیں ('اخبار آیا'، 'ریاست بنی')۔

مشق کے الفاظ (جملوں میں)

سورج (مذکر): سورج مشرق سے نکلتا ہے۔ مٹی (مؤنث): بارش کے بعد مٹی کی خوشبو اچھی لگتی ہے۔ شہر (مذکر): لاہور ایک تاریخی شہر ہے۔ ریاست (مؤنث): ریاست اپنے شہریوں کی محافظ ہوتی ہے۔ اخبار (مذکر): آج کا اخبار دیر سے آیا۔ اردو (مؤنث): اردو ہماری قومی زبان ہے۔ چاند (مذکر): چودھویں کا چاند پورا ہوتا ہے۔

سبق سے غیر حقیقی تذکیر و تانیث

مذکر: دفتر، جوتا، چراغ، تیل، میلہ، گاؤں، قافلہ، مکان۔ مؤنث: نہر، زمین، کالونی، منڈی، عید، انگوٹھی، چپل، عینک، مسجد، تسبیح، جائے نماز، چٹنی، چائے، روٹی، چارپائی۔

Free notes: freebooks.pk

سبق کا تعارف

'ماں جی' قدرت اللہ شہاب کی وہ تحریر ہے جس میں انھوں نے اپنی والدہ کی زندگی کی کہانی سنائی ہے۔ درسی کتاب اسے افسانوی تحریر کے طور پر پڑھاتی ہے کیونکہ اس میں واقعات، کردار، مکالمے اور منظر نگاری افسانے کی طرح ترتیب سے آتے ہیں، مگر اس کی بنیاد حقیقی زندگی ہے۔

تحریر کا مرکزی کردار ماں جی ہیں: ایک غریب کسان گھرانے کی بیٹی، جو ساری عمر سادگی، قناعت، صبر اور اللہ پر توکل کی مثال بنی رہیں۔ دوسرے اہم کردار نانا جی اور عبداللہ صاحب (مصنف کے والد) ہیں۔ مصنف کا اسلوب سادہ اور رواں ہے، اور ہلکے مزاح کے ساتھ گہرا درد اور عقیدت تحریر میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

حصہ وار خلاصہ

ماں جی کا بچپن اور آبائی گاؤں

ماں جی کی پیدائش کا صحیح سال معلوم نہیں۔ جب لائل پور کی نہری کالونی آباد ہو رہی تھی تو ان کی عمر دس بارہ سال تھی۔ ان کا آبائی گاؤں ضلع انبالہ کی تحصیل روپڑ کا گاؤں نیلہ تھا۔ ان کے والدین کی چند ایکڑ زمین نہر کی کھدائی میں آ گئی؛ نانا جی معاوضے کی تلاش میں دو تین بار شہر گئے مگر دفتر کا پتا نہ چلا، آخر صبر کر کے نہر کی کھدائی پر مزدوری کرنے لگے۔

لائل پور کی طرف پیدل سفر

خبر ملی کہ لائل پور کی نئی کالونی میں آباد کاروں کو مفت زمین مل رہی ہے، تو نانا جی بیوی، دو بیٹوں اور ایک بیٹی (ماں جی) کو لے کر پیدل روانہ ہو گئے۔ راستے میں محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے؛ نانی چرخہ کاتتیں اور ماں جی ان کا ہاتھ بٹاتیں۔ ڈیڑھ دو مہینے کے سفر کے بعد جڑانوالہ پہنچے، جہاں نانا جی غلہ منڈی میں بوریاں اٹھاتے اور ماں جی گھر سنبھالتیں۔

پہلی عیدی اور ماں جی کا سامان

بقر عید پر نانا جی نے ماں جی کو تین آنے عیدی دی۔ ماں جی نے یہ پیسے سنبھال کر رکھے اور بعد میں ان سے مسجد کے چراغ کے لیے تیل خریدا۔ ساری عمر ان کا سامان بہت مختصر رہا: تین جوڑے کپڑے، ایک جوڑا جوتا، ربڑ کی چپل، ایک عینک، فیروزے کے تین چھوٹے نگینوں والی انگوٹھی، ایک جائے نماز، ایک تسبیح، اور باقی سب 'اللہ اللہ'۔

سادگی اور قناعت

کھانے پینے میں ماں جی بے حد سادہ تھیں؛ سادہ روٹی، دال یا چٹنی ان کی پسندیدہ غذا تھی، البتہ چائے شوق سے پیتی تھیں۔ انھوں نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا اور نہ کسی کو اپنا محتاج بنایا۔ وہ اپنی اولاد کو کبھی 'میرا بیٹا' یا 'میری بیٹی' کہہ کر اپنی ملکیت نہیں جتاتیں بلکہ انھیں اللہ کا مال کہتیں۔

Free notes: freebooks.pk

عبداللہ صاحب کی کہانی

عبداللہ صاحب امیر گھرانے کے تھے مگر بچپن میں یتیم ہو گئے۔ وظیفوں کے سہارے پڑھے، میٹرک میں ریکارڈ قائم کیا اور سرسید احمد خان کی دعوت پر علی گڑھ گئے، جہاں انیس برس کی عمر میں بی اے کر کے لیکچرر بن گئے۔ سرسید نے انھیں آئی سی ایس کے لیے انگلستان بھیجنے کا وظیفہ دلوایا، مگر والدہ نے سمندر پار جانے سے منع کیا تو انھوں نے وظیفہ واپس کر دیا۔ سرسید سخت ناراض ہوئے اور انھیں علی گڑھ سے نکال دیا؛ بعد میں وہ گلگت کی گورنری پر فائز ہوئے۔

منگنی، میلہ اور گیارہ پیسے

ماں جی کی منگنی عبداللہ صاحب سے ہوئی اور طے ہوا کہ شادی کے بعد وہ دلہن کو گلگت لے جائیں گے۔ منگنی کے بعد گاؤں کے میلے میں ماں جی کی سہیلیوں نے عبداللہ صاحب سے پیسے مانگے؛ اصرار پر ماں جی نے صرف گیارہ پیسے لیے تاکہ جمعرات کو مسجد کے چراغ میں تیل ڈال سکیں۔ ساری زندگی ان کی سب سے بڑی ‘فرمائش’ یہی گیارہ پیسے رہی۔

دکھ اور صبر

ماں جی خود کو بہت خوش نصیب سمجھتیں، مگر ان کی زندگی میں بڑے دکھ بھی آئے: دو بیٹیاں شادی کے بعد فوت ہو گئیں اور سب سے بڑا بیٹا جوانی میں انگلستان جا کر وہیں رہ گیا۔ وہ زبان سے کہتیں کہ اللہ کا مال تھا، اللہ نے لے لیا، مگر تنہائی میں چھپ چھپ کر روتیں۔

عبداللہ صاحب کی وفات اور آخری حصہ

عبداللہ صاحب کی وفات کے دن وہ ہنسی مذاق کر رہے تھے اور ماں جی سے کہا کہ شادی سے پہلے میلے میں تم نے گیارہ پیسے لیے تھے، کیا انھیں واپس کرنے کا وقت نہیں آیا؟ اسی دن ان کا انتقال ہو گیا۔ ماں جی نے صبر سے بچوں کو تسلی دی کہ رونے سے ان کی روح کو تکلیف ہوگی۔ مصنف کہتا ہے کہ ماں جی جاتے جاتے اولاد کے لیے سوالیہ نشان چھوڑ گئیں: ان کے نام پر گیارہ پیسے سے زیادہ خیرات کرنا ان کی سادگی کے خلاف لگتا ہے، اور ان کی یاد میں رونا ان کی روح کو دکھ دینے جیسا مگر نہ رونا بس سے باہر ہے۔

مرکزی خیال

اس سبق کا مرکزی خیال ماں جی کی سادگی، قناعت، صبر اور اللہ پر کامل بھروسا ہے۔ غربت، ہجرت، محنت، اولاد کی جدائی اور شوہر کی وفات جیسے امتحانوں میں بھی انھوں نے نہ شکوہ کیا نہ کسی سے کچھ مانگا۔ گیارہ پیسوں کا واقعہ ان کی پوری شخصیت کی علامت ہے: کم سے کم پر راضی رہنا اور جو ملے اسے اللہ کی راہ میں لگانا۔ مصنف یہ پیغام دیتا ہے کہ حقیقی عظمت دولت میں نہیں بلکہ سادگی، اخلاص اور توکل میں ہے، اور ماں کی محبت و خدمت انسان کا بہترین سرمایہ ہے۔

Free notes: freebooks.pk

اہم الفاظ کے معنی

بار
لائل پور، جھنگ اور سرگودھا وغیرہ کا وہ علاقہ جو نہریں نکلنے سے پہلے بنجر تھا اور عرفِ عام میں 'بار' کہلاتا تھا۔

آباد کار
نئی زمین پر جا کر بسنے اور کاشت کرنے والے لوگ۔

جوق در جوق
گروہ در گروہ، بڑی تعداد میں۔

معاوضہ
کسی نقصان یا چیز کے بدلے ملنے والی رقم۔

کنبہ
خاندان، گھر کے افراد۔

قناعت
جو کچھ ملے اس پر راضی رہنا۔

توکل
اللہ پر بھروسا کرنا۔

عیدی
عید کے موقع پر بڑوں کی طرف سے دی جانے والی رقم یا تحفہ۔

فیروزہ
نیلے رنگ کا ایک قیمتی پتھر۔

جائے نماز
نماز پڑھنے کا مصلیٰ۔

یتیم
جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔

وظیفہ
تعلیم کے لیے ملنے والی مالی امداد۔

Free notes: freebooks.pk

ولایت
یہاں مراد انگلستان (پرانے دور میں یورپ / انگلستان کو ولایت کہا جاتا تھا)۔

بھاگوان
خوش نصیب؛ پرانے پنجابی گھروں میں شوہر بیوی کو پیار سے یوں پکارتے تھے۔

خیرات
اللہ کی راہ میں دیا جانے والا مال۔

ضبط
اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا۔

خاکہ
ماں جی کی زندگی کے مراحل: یہ خاکہ سبق 'ماں جی' میں بیان کی گئی زندگی کے اہم مراحل اور ان سے ظاہر ہونے والی خوبیوں کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

ماں جی کی زندگی کے مراحل



مختصر سوالات و جوابات

‘بار’ کے علاقے سے کیا مراد ہے؟

لائل پور، جھنگ اور سرگودھا وغیرہ کا علاقہ جسے عرفِ عام میں ‘بار’ کہا جاتا تھا۔

ماں جی کے اسباب میں کیا کیا چیزیں شامل تھیں؟

تین جوڑے کپڑے، ایک جوڑا جوتا، ربڑ کی چپل، ایک عینک، فیروزے کے تین نگینوں والی انگوٹھی، ایک جائے نماز اور ایک تسبیح۔

عبداللہ صاحب اپنی دلہن کو کہاں لے گئے؟

گلگت، جہاں وہ گورنری کے عہدے پر فائز تھے۔

سرسید احمد خان کس بات پر عبداللہ صاحب سے خفا ہوئے؟

اس بات پر کہ انھوں نے والدہ کے منع کرنے پر آئی سی ایس کے لیے انگلستان جانے کا وظیفہ واپس کر دیا۔

freebooks.pk

ماں جی کو میلہ دیکھنے کے لیے کتنے پیسے ملے تھے؟
گیارہ پیسے، جو انھوں نے جمعرات کو مسجد کے چراغ میں تیل ڈالنے کے لیے مانگے تھے۔

ماں جی کا آبائی گاؤں کون سا تھا؟
ضلع انبالہ کی تحصیل روپڑ کا گاؤں نیلہ۔

نانا جی کی زمین کا کیا ہوا؟
نہر کی کھدائی میں آ گئی؛ معاوضہ نہ ملا تو وہ نہر پر مزدوری کرنے لگے۔

نانا جی کا قافلہ کہاں کے لیے روانہ ہوا اور کیوں؟
لائل پور کے لیے، کیونکہ وہاں نئی کالونی میں آبادکاروں کو مفت زمین مل رہی تھی۔

ماں جی اپنی اولاد کو کیا کہتی تھیں؟
وہ انھیں کبھی ‘میرے بیٹے’ یا ‘میری بیٹی’ نہیں کہتیں بلکہ اللہ کا مال کہتی تھیں۔

وفات کے دن عبداللہ صاحب نے ماں جی سے کیا مذاق کیا؟
پوچھا کہ شادی سے پہلے میلے میں دیے ہوئے گیارہ پیسے واپس کرنے کا وقت نہیں آیا؟

حقیقی اور غیر حقیقی تذکیر و تانیث میں کیا فرق ہے؟
حقیقی جان داروں کی ہوتی ہے جہاں نر و مادہ کا فرق ہو؛ غیر حقیقی بے جان چیزوں کی جو اہلِ زبان کے محاورے سے طے ہوتی ہے۔

سبق سے غیر حقیقی تذکیر و تانیث کی چار مثالیں دیں۔
مسجد (مؤنث)، چراغ (مذکر)، انگوٹھی (مؤنث)، میلہ (مذکر)۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سبق ‘ماں جی’ کا خلاصہ تحریر کریں۔

بچپن اور ہجرت

ماں جی ضلع انبالہ کے گاؤں نیلہ کے ایک غریب کسان کی بیٹی تھیں۔ زمین نہر میں آ گئی تو خاندان پیدل لائل پور کی طرف چلا، راستے میں مزدوری کی اور جڑانوالہ میں محنت سے گزارا کیا۔

سادگی کی زندگی

پہلی عیدی کے تین آنے سے مسجد کے چراغ کا تیل خریدا۔ ان کا سامان چند کپڑوں، جائے نماز اور تسبیح پر مشتمل رہا؛ نہ کسی سے کچھ مانگا نہ اولاد کو اپنی ملکیت سمجھا۔

Free notes: freebooks.pk

شادی

ان کی شادی عبداللہ صاحب سے ہوئی جو سرسید کے شاگرد رہ چکے تھے اور ماں کی خاطر انگلستان کا وظیفہ ٹھکرا کر گلگت کے گورنر بنے۔ میلے میں ماں جی نے ان سے صرف گیارہ پیسے لیے۔

دکھ اور انجام

بیٹیوں کی وفات، بیٹے کی جدائی اور شوہر کی موت کو انھوں نے صبر سے سہا۔ ان کی یاد اولاد کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے کہ ان جیسی سادہ ہستی کا حق کیسے ادا کیا جائے۔

کیا قدرت اللہ شہاب کی تحریر ‘ماں جی’ میں سماجی اور روحانی پہلو نمایاں ہیں؟ تبصرہ کریں۔

سماجی پہلو: غربت اور ہجرت

تحریر بیسویں صدی کے آغاز کے پنجاب کی تصویر ہے: نہری کالونیوں کی آبادکاری، معاوضے کے لیے دفتروں کے چکر، غریب کسانوں کی پیدل ہجرت اور مزدوری کی زندگی۔

سماجی پہلو: تعلیم اور خاندان

عبداللہ صاحب کا وظیفوں سے پڑھنا، سرسید کی تحریک اور علی گڑھ کا ماحول، رشتوں کا طریقہ اور ماں کی بات کو قوم پر ترجیح دینا اس دور کی معاشرتی اقدار دکھاتے ہیں۔

روحانی پہلو

ماں جی کی قناعت، توکل، شکر اور صبر تحریر کی روح ہیں۔ اولاد کو اللہ کا مال سمجھنا اور جمعرات کو مسجد کے چراغ کے لیے تیل دینا ان کے روحانی مزاج کی علامتیں ہیں۔

نتیجہ

یوں تحریر ایک فرد کی کہانی ہوتے ہوئے پورے معاشرے کی تصویر بھی ہے، اور سادگی و اخلاص کا روحانی پیغام بھی دیتی ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس میں دونوں پہلو نمایاں ہیں۔

سبق کی روشنی میں درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

‘اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو... اللہ کا مال کہا کرتی تھیں۔’

ماں جی اولاد کو اپنی ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی امانت سمجھتی تھیں۔ اسی سوچ نے انھیں اولاد کی جدائی اور موت کے صدمے میں بھی صبر کی طاقت دی۔

Free notes: freebooks.pk

‘بھاگوان! شادی سے پہلے میلے میں... واپس کرنے کا وقت نہیں آیا؟’

عبداللہ صاحب نے وفات کے دن ہنسی میں گیارہ پیسوں کا ذکر کیا۔ یہ جملہ میاں بیوی کی محبت، ماں جی کی قناعت کی یاد اور زندگی کے آخری لمحے کی اداسی کو ایک ساتھ ظاہر کرتا ہے۔

‘اگر رویا جائے تو ڈر لگتا ہے... ضبط نہیں ہوتا۔’

مصنف کی کشمکش یہ ہے کہ ماں جی رونے کو روح کے لیے تکلیف دہ سمجھتی تھیں، اس لیے رونے سے ڈر لگتا ہے؛ مگر ماں کی جدائی کا غم ایسا ہے کہ آنسو روکنا ممکن نہیں۔

ان جملوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

تینوں جملے ماں جی کی شخصیت (توکل، قناعت، صبر) اور ان سے اولاد کی گہری محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔

ماں جی کے کردار کی نمایاں خصوصیات بیان کریں اور سیاق و سباق کے حوالے سے ان کے کھانے پینے سے متعلق اقتباس کی وضاحت کریں۔

سادگی اور قناعت

ماں جی نے ساری عمر نہایت مختصر سامان میں گزاری؛ ان کی سب سے بڑی فرمائش گیارہ پیسے تھی۔

کھانے پینے کا اقتباس

سبق کے اس حصے میں مصنف بتاتا ہے کہ ماں جی کھانے پینے میں بھی بے حد سادہ اور غریب مزاج تھیں؛ معمولی روٹی اور سادہ سالن یا چٹنی پر خوش رہتیں۔ یہ بات ان کی پوری شخصیت سے ہم آہنگ ہے: وہ اپنی ذات پر کم سے کم خرچ کرتیں اور دوسروں کا زیادہ خیال رکھتیں۔

صبر اور توکل

اولاد کی موت اور جدائی پر زبان سے شکوہ نہ کیا؛ اللہ کا مال اللہ کے حوالے کیا۔

خودداری اور دین داری

کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا؛ پہلی عیدی سے آخر عمر تک مسجد کے چراغ کا خیال رکھا۔

معروضی سوالات (MCQs)

نانا جی دو تین بار شہر تلاش میں گئے: (الف) نوکری کی (ب) کاروبار کی (ج) زمین کی (د) معاوضے کی

درست جواب: (د) معاوضے کی۔ نہر میں آئی زمین کے معاوضے کی تلاش میں۔

نانا جی نے بقر عید پر ماں جی کو عیدی دی: (الف) گیارہ پیسے (ب) بارہ پیسے (ج) دو آنے (د) تین آنے

درست جواب: (د) تین آنے۔ ماں جی کی پہلی عیدی تین آنے تھی۔

Free notes: freebooks.pk

نانا جی اپنی بیوی، دو بیٹوں اور ایک بیٹی کا کنبہ لے کر روانہ ہوئے: (الف) فیروز پور (ب) لائل پور (ج) انبالہ (د) گلگت

درست جواب: (ب) لائل پور۔ لائل پور کی نئی کالونی میں مفت زمین مل رہی تھی۔

عبداللہ صاحب کو ولایت جانے سے منع کیا: (الف) والدہ نے (ب) والد نے (ج) ماں جی نے (د) نانا جی نے

درست جواب: (الف) والدہ نے۔ والدہ سمندر پار جانے کے خلاف تھیں۔

تحریر 'ماں جی' کے تخلیق کار کا نام ہے: (الف) اشفاق احمد (ب) قدرت اللہ شہاب (ج) ممتاز مفتی (د) بانو قدسیہ

درست جواب: (ب) قدرت اللہ شہاب۔ سبق کے مصنف قدرت اللہ شہاب ہیں۔

ماں جی کا آبائی گاؤں تھا: (الف) نیلہ (ب) روپڑ (ج) جڑانوالہ (د) انبالہ

درست جواب: (الف) نیلہ۔ نیلہ، تحصیل روپڑ، ضلع انبالہ۔

میلے میں ماں جی نے عبداللہ صاحب سے لیے: (الف) ایک روپیہ (ب) گیارہ پیسے (ج) تین آنے (د) پانچ روپے

درست جواب: (ب) گیارہ پیسے۔ گیارہ پیسے، مسجد کے چراغ کے تیل کے لیے۔

ماں جی گیارہ پیسے کس کام کے لیے لیتی تھیں؟ (الف) مٹھائی کے لیے (ب) مسجد کے چراغ میں تیل کے لیے (ج) کپڑوں کے لیے (د) عیدی کے لیے

درست جواب: (ب) مسجد کے چراغ میں تیل کے لیے۔ جمعرات کو مسجد میں تیل ڈالنے کے لیے۔

سرسید نے عبداللہ صاحب کو وظیفہ دلوایا تھا: (الف) ایم اے کے لیے (ب) آئی سی ایس کے لیے (ج) حج کے لیے (د) طب کے لیے

درست جواب: (ب) آئی سی ایس کے لیے۔ انگلستان جا کر آئی سی ایس کا امتحان دینے کے لیے۔

'شہاب نامہ' ہے قدرت اللہ شہاب کی: (الف) ناول (ب) خود نوشت سوانح عمری (ج) افسانوی مجموعہ (د) سفرنامہ

درست جواب: (ب) خود نوشت سوانح عمری۔ درسی کتاب کے تعارف کے مطابق۔

'اخبار' ہے: (الف) مذکر (ب) مؤنث (ج) دونوں (د) کوئی نہیں

درست جواب: (الف) مذکر۔ اخبار آیا، اخبار چھپا۔

بے جان چیزوں کی تذکیر و تانیث کہلاتی ہے: (الف) حقیقی (ب) غیر حقیقی (ج) سالم (د) مکسر

درست جواب: (ب) غیر حقیقی۔ یہ اہلِ زبان کے محاورے سے طے ہوتی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: قدرت اللہ شہاب (1917ء–1986ء)، گلگت؛ 1941ء آئی سی ایس؛ کتب: یا خدا، نفسانے، ماں جی، سرخ فیتہ، شہاب نامہ (خود نوشت)۔
- گاؤں: نیلہ (تحصیل روپڑ، ضلع انبالہ)؛ زمین نہر میں؛ معاوضہ نہ ملا؛ لائل پور کی طرف پیدل ہجرت؛ جڑانوالہ۔
- علامتیں: تین آنے کی عیدی، گیارہ پیسے، جمعرات کو مسجد کا چراغ، اولاد 'اللہ کا مال'۔
- عبداللہ صاحب: یتیم، وظیفوں سے تعلیم، علی گڑھ، والدہ کی خاطر ولایت کا وظیفہ واپس، سرسید کی ناراضی، گلگت کی گورنری۔
- دکھ: دو بیٹیوں کی وفات، بڑے بیٹے کی انگلستان میں سکونت، شوہر کی وفات؛ صبر و ضبط۔
- قواعد: حقیقی تذکیر و تانیث (جان دار)، غیر حقیقی (بے جان، محاورے سے): اخبار، شہر، سورج، چاند مذکر؛ مٹی، ریاست، اردو مؤنث۔

امتحانی نکات

- خلاصے میں چار حصے رکھیں: بچپن و ہجرت، سادگی، شادی، دکھ اور انجام۔
- 'سماجی اور روحانی پہلو' والے سوال میں دونوں پہلوؤں کے الگ عنوان بنا کر مثالیں دیں۔
- گیارہ پیسے، تین آنے اور جمعرات کے چراغ جیسی تفصیلات MCQs میں آتی ہیں؛ انھیں یاد رکھیں۔
- تذکیر و تانیث کے جملے بناتے وقت فعل اور صفت سے جنس واضح کریں (اخبار آیا، ریاست بنی)۔
- سبق سے غیر حقیقی تذکیر و تانیث کی کم از کم آٹھ مثالیں تیار رکھیں۔

حقائق کی وضاحت

سبق میں عبداللہ صاحب سے مراد مصنف کے والد ہیں، اور 'ماں جی' مصنف کی اپنی والدہ ہیں؛ اسی لیے یہ تحریر حقیقی زندگی پر مبنی ہے اگرچہ درسی کتاب اسے افسانوی انداز کی تحریر کے طور پر پڑھاتی ہے۔

لائل پور کا موجودہ نام فیصل آباد ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 5: کافی

Urdu Class 12 Lesson 5: Kaafi (Mushtaq Ahmad Yusufi)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے پانچویں سبق 'کافی' پر مبنی ہیں، جو مشتاق احمد یوسفی کے پہلے مجموعے 'چراغ تلے' سے لیا گیا ہے۔ اس مزاحیہ مضمون میں مصنف بتاتا ہے کہ اسے کافی کیوں پسند نہیں، اور اس بہانے کافی کے شوقینوں، 'انٹلیکچولز'، کافی ہاؤس کلچر اور مہمان نوازی کے تکلفات پر ہلکا پھلکا طنز کرتا ہے۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، سبق کا حصہ وار خلاصہ، یوسفی کے مزاح کے حربے (لفظی بازی، تحریف، مبالغہ، واقعاتی مزاح)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، علاماتِ اوقاف کے قواعد، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- مزاحیہ ادب کی خصوصیات اور اس کی اہمیت کو سمجھنا۔
- سبق 'کافی' کے مرکزی خیال اور بنیادی نکات کو بیان کرنا۔
- مشتاق احمد یوسفی کے اسلوبِ نگارش (شوخیِ بیان، ظرافت، برجستگی) کی خصوصیات کی نشان دہی کرنا۔
- مزاحیہ تحریر کے ادبی حسن اور زبان کی چاشنی کو محسوس کرنا۔

مصنف کا تعارف

مشتاق احمد یوسفی (1923ء–2018ء) راجستھان کی ایک چھوٹی سی مسلم ریاست 'ٹونک' کے ایک تعلیم یافتہ مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالکریم خان یوسفی نے جے پور میں کاروبار شروع کیا اور بعد میں جے پور میونسپل کمیٹی کے چیئرمین اور ریاستی اسمبلی میں حزبِ مخالف کے رہنما رہے۔ سقوطِ حیدرآباد کے بعد اسمبلی میں پاکستان کی حمایت میں تقریر کرنے پر انھیں ہجرت کر کے کراچی آنا پڑا۔

یوسفی صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور عربی، فارسی اور دینیات پڑھیں۔ انٹرمیڈیٹ راجپوتانہ بورڈ سے اور بی اے آگرہ یونیورسٹی سے اول درجے میں پاس کیا، 1945ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے فلسفے میں ایم اے اول درجے میں کیا، اور ایل ایل بی کی ڈگری بھی علی گڑھ سے لی۔ 1946ء میں راجپوتانہ سول سروس میں شامل ہوئے؛ پاکستان آ کر مسلم کمرشل بینک سے بینکاری کا آغاز کیا اور ترقی کرتے ہوئے پاکستان بینکنگ کونسل کے چیئرمین بنے۔

وہ فطری مزاح نگار تھے۔ ان کے جملے رواں، شگفتہ اور برجستہ ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے گہرے معانی چھپے ہوتے ہیں۔ وہ روزمرہ زندگی کے عام موضوعات میں مزاح کے انوکھے پہلو ڈھونڈ لیتے ہیں، اور ان کے مزاح کی بنیاد اعلیٰ تہذیبی شعور اور مذاقِ سلیم پر ہے۔ ابنِ انشا نے ان کے بارے میں لکھا کہ اگر اردو مزاحیہ ادب کے موجودہ دور کو کسی نام سے منسوب کیا جا سکتا ہے تو وہ یوسفی ہی کا نام ہے۔

ان کے پانچ مجموعے شائع ہوئے: 'چراغ تلے'، 'خاکم بدہن'، 'زرگزشت'، 'آبِ گم' اور 'شامِ شعرِ یاراں'۔ 'خاکم بدہن' پر انھیں آدم جی ادبی انعام بھی ملا۔ زیرِ نصاب مضمون 'چراغ تلے' سے لیا گیا ہے۔

علاماتِ اوقاف (قواعد) اور مزاح کے حربے

علاماتِ اوقاف

اوقاف 'وقف' کی جمع ہے یعنی رکنا۔ علاماتِ اوقاف وہ نشانات ہیں جو تحریر میں ٹھہراؤ، سوال، حیرت یا اقتباس وغیرہ ظاہر کرتے ہیں تاکہ عبارت کا مفہوم آسانی سے سمجھ آئے۔ انگریزی میں انھیں Punctuation کہتے ہیں۔

ختمہ (۔) وقفِ مطلق

مکمل جملے کے آخر میں: وہ کل لاہور گیا۔ مخففات کے بعد بھی لگتا ہے، جیسے ن۔ م۔ راشد۔

سکتہ (،) وقفِ خفیف

سب سے چھوٹے ٹھہراؤ کے لیے: بازار سے آم، کیلے، سیب اور انار لے آؤ۔

وقفہ (؛) نصف وقف

سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے، جملے کے حصوں کو جوڑنے کے لیے: محنت کرو؛ کامیابی تمھارا انتظار کر رہی ہے۔

رابطہ (:) وقفِ لازم

قول، مکالمے، حوالے یا کہاوت سے پہلے: استاد نے کہا: 'وقت کی قدر کرو۔'

تفصیلیہ (:-)

کسی بات کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے: پاکستان کے صوبے یہ ہیں:-پنجاب، سندھ، خیبر پختونخوا اور بلوچستان۔

استفہامیہ (؟)

سوالیہ جملے کے آخر میں: تم کالج کب جاؤ گے؟

واوین (‘ ’ / “ ”)

کسی قول یا اقتباس کے شروع اور آخر میں: علامہ اقبال نے فرمایا: 'خودی کو کر بلند اتنا'۔

Free notes: freebooks.pk

قوسین ( )

جملۂ معترضہ یا اضافی وضاحت کے لیے: مشتاق احمد یوسفی (1923ء–2018ء) مزاح نگار تھے۔

ندائیہ / فجائیہ (!)

خوف، حیرت، خوشی، غم یا پکارنے کے لیے: واہ! کیا خوب صورت منظر ہے۔ اے دوست! میری بات سنو۔

خطِ فاصل (/)

متبادل الفاظ یا نمبروں کے درمیان: طالب علم/طالبہ اپنا نام لکھیں۔

تحریف

کسی مشہور شعر یا مصرعے کا ایک آدھ لفظ بدل کر مزاح پیدا کرنا۔ سبق میں ذوق، غالب اور مومن کے مصرعوں میں 'کافر' کو 'کافی'، 'گالیاں' کو 'گولیاں' اور 'چاہ' کو 'چائے' کر کے یہی حربہ استعمال ہوا ہے۔

سبق کا تعارف

'کافی' ایک مزاحیہ مضمون (انشائیہ) ہے۔ اس میں کوئی باقاعدہ کہانی نہیں بلکہ مصنف کافی کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کو مختلف واقعات، مکالموں، دلیلوں اور لطیفوں کے ذریعے بیان کرتا ہے۔ اصل نشانہ کافی نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو ذوق کے معاملے میں ضد کرتے ہیں، فیشن کے طور پر کافی پیتے ہیں یا مہمان پر اپنی پسند تھوپتے ہیں۔

یوسفی کا مزاح لفظی بازی (کافی/اللہ کافی)، مشہور اشعار کی تحریف، مبالغے، الٹی منطق اور واقعاتی لطیفوں (حبشی خانساماں، شکردان کا واقعہ) پر قائم ہے۔ ان کا طنز تیز مگر شائستہ ہے اور ہنسی کے ساتھ سوچنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔

حصہ وار خلاصہ

دوست سے مکالمہ: کافی کیوں نہیں؟

ایک دوست کے سوال پر مصنف کہتا ہے کہ اسے کافی میں سگار جیسی بو آتی ہے۔ دوست کہتا ہے کہ یہ تو کافی کی خوشبو ہے اور ذوق کے معاملے میں دلیل نہیں چلتی؛ کافی کے لیے تربیت یافتہ ذوق چاہیے۔ مصنف طنز کرتا ہے کہ گرم ملکوں میں بحث تو قائل ہونے کے بعد ہی شروع ہوتی ہے، اور پھر بچوں اور بلیوں کی مثال دے کر کہتا ہے کہ کافی واقعی مزے کی ہے تو کسی بچے کو پلا کر دیکھ لیجیے۔

استصوابِ رائے عامہ (سروے)

مصنف نے کافی کے بارے میں لوگوں کی رائے لی تو شوقینوں نے جواب دینے کے بجائے اس پر ذاتی حملے کیے۔ صرف ایک شخص نے سنجیدگی سے کافی کی تعریف کی، مگر وہ ایک مشہور کافی ہاؤس کا مالک نکلا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ مصنف نے

Free notes: freebooks.pk

کبھی پی ہی نہیں، حالانکہ وہ بتاتا ہے کہ وہ گیلنوں کے حساب سے پی چکا ہے۔

کافی کی ‘خوبیاں’

مصنف مانتا ہے کہ قدرت کی کوئی چیز بے کار نہیں، اس لیے کافی میں بھی کوئی خوبی ہوگی۔ جیسے بزرگوں سے سنا کہ حقہ پینے سے تفکرات پاس نہیں پھٹکتے، ویسے ہی کافی بھی شاید کام آتی ہو۔ وہ کہتا ہے کہ جوشاندہ اس لیے گوارا ہے کہ ملکی صنعت کو فروغ دیتا اور نفس کو قابو میں رکھتا ہے، شلجم اس لیے کہ اس میں وٹامن ہوتے ہیں، مگر کافی میں ‘کافی کے سوا کچھ نہیں ہوتا’ اور اہلِ ذوق کے نزدیک یہی اس کی خوبی ہے۔

کافی کی تاریخ اور یہاں پیدا نہ ہونا

مصنف کہتا ہے کہ یونانیوں کو کافی کا علم نہ تھا، ورنہ یونانی طب میں اس کا ذکر ہوتا۔ حکیموں کے نسخوں پر ‘اللہ کافی’ لکھا ہونا بھی اس کی بڑھتی مقبولیت کی دلیل ہے (یہ لفظی بازی ہے)۔ چائے کے باغات کا ذکر کر کے وہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اگر کافی ہمارے ملک میں پیدا نہیں ہوتی تو شاید اسی لیے اہلِ ذوق کو عزیز ہے کہ یہ یہاں پیدا نہیں ہوتی۔

انٹلیکچول اور کافی ہاؤس

کافی پی پی کر سماج کو کوسنے والے ایک انٹلیکچول نے بتایا کہ کافی سے دل کا کنول کھل جاتا ہے اور آدمی چہکنے لگتا ہے۔ مصنف طنز کرتا ہے کہ کافی سے جسم میں ایسی چستی آتی ہے کہ لوگ دوڑ دوڑ کر کافی ہاؤس پہنچتے ہیں اور پھر گھنٹوں وہیں بیٹھے رہتے ہیں۔

گھر کا واقعہ اور حبشی خانساماں

ایک دن تھکا ہارا گھر پہنچا تو بیگم ‘ٹی پاٹ’ میں کافی لے آئیں؛ دودھ دان سے کریم اور شکردان سے شکر نکلنے کا مکالمہ مزاح پیدا کرتا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ عمدہ کافی بنانا کیمیا گری ہے، کیونکہ ہر گھرانے کا نسخہ سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔ اس پر مشرقی افریقہ کے ایک انگریز افسر کا لطیفہ سناتا ہے جس کا حبشی خانساماں کافی موزے میں چھانتا تھا اور تسلی دیتا تھا کہ وہ صاحب کے صاف موزے کبھی استعمال نہیں کرتا۔

کڑواہٹ اور مٹھاس

مصنف کہتا ہے کہ یونانی دواؤں کی عادت کی وجہ سے کڑواہٹ تو برداشت ہو جاتی ہے (غالب کے مصرعے کی تحریف ‘گولیاں کھا کے...’)، مگر کڑوے میٹھے کا ملاپ برداشت سے باہر ہے۔ میزبان شکر کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے لیے شکردان میں کافی کے دو چمچے ڈال دیجیے۔ وہ کھانے پینے میں ‘حواس کی جمہوریت’ کا قائل نہیں: زبان پہلا لقمہ چکھ کر فیصلہ کر دیتی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

امریکا، جیلیں اور اختتام

کافی امریکا کا قومی مشروب ہے۔ مصنف پوچھتا ہے کہ امریکی کلچر کافی کے زور سے پھیلا یا کافی امریکی کلچر کے زور سے، جیسے یہ سوال کہ چائے 'غبارِ خاطر' کی وجہ سے مقبول ہوئی یا غبارِ خاطر چائے کی وجہ سے۔ پھر وہ تجویز دیتا ہے کہ جیلوں میں سزا کے طور پر کافی پلائی جائے۔ آخر میں واضح کرتا ہے کہ وہ چائے کا طرف دار ہو کر کافی سے بیزار نہیں، بلکہ 'کافی کا جلا چائے بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے'، اور مومن کے شعر کی تحریف پر مضمون ختم کرتا ہے۔

مرکزی خیال

اس مضمون کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ذوق ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اور اسے دوسروں پر زبردستی تھوپنا یا دلیل کے زور پر منوانا مضحکہ خیز ہے۔ یوسفی کافی کی ناپسندیدگی کے بہانے فیشن پرستی، نمائشی ذہانت، کافی ہاؤس کی بے عملی اور مہمانوں پر اپنی پسند لادنے والے تکلفات پر شائستہ طنز کرتے ہیں۔ لفظی بازی، تحریف اور مبالغے کے ذریعے وہ قاری کو ہنساتے بھی ہیں اور سوچنے پر بھی مجبور کرتے ہیں۔

اہم الفاظ کے معنی

سگار

تمباکو کے پتوں سے بنا موٹا سگریٹ۔

قوتِ شامہ

سونگھنے کی طاقت۔

ماکولات

کھانے کی چیزیں۔

معقولات

عقل اور منطق سے تعلق رکھنے والی باتیں۔

تربیت یافتہ ذوق

وہ پسند جو مشق اور عادت سے پیدا ہو۔

متلی

جی متلانا، قے کا احساس۔

استصوابِ رائے عامہ

عوام کی رائے معلوم کرنا، سروے۔

Free notes: freebooks.pk

ذاتیات پر اترنا
دلیل کے بجائے کسی کی ذات پر حملہ کرنا۔

تفکرات
فکریں، پریشانیاں۔

جوشاندہ
جڑی بوٹیوں کو ابال کر بنایا گیا دیسی مشروب۔

نفسِ امارہ
برائی پر اکسانے والا نفس۔

انٹلیکچول
خود کو دانش ور سمجھنے والا شخص۔

کیمیا گری
معمولی دھات کو سونا بنانے کا فن؛ مجازاً بہت مشکل اور پراسرار ہنر۔

سینہ بہ سینہ
زبانی طور پر ایک نسل سے دوسری نسل تک۔

خانساماں
باورچی۔

مشروب
پینے کی چیز۔

غبارِ خاطر
مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط کا مجموعہ جس میں چائے کا ذکر مشہور ہے۔

خاکہ
سبق 'کافی' میں مزاح کے حربے: یہ خاکہ دکھاتا ہے کہ مشتاق احمد یوسفی نے مضمون 'کافی' میں مزاح پیدا کرنے کے لیے کون سے حربے استعمال کیے۔

سبق 'کافی' میں مزاح کے حربے

لفظی بازی
کافی اور 'اللہ کافی': کافی میں کافی کے سوا کچھ نہیں۔

↓

تحریف
ذوق، غالب اور مومن کے مصرعوں میں ایک لفظ بدل کر ہنسی پیدا کرنا۔

↓

الٹی منطق
گرم ملکوں میں بحث قائل ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے؛ کافی یہاں پیدا نہیں ہوتی اس لیے عزیز ہے۔

↓

واقعاتی مزاح
شکردان کا واقعہ، حبشی خانساماں اور موزے کا لطیفہ۔

↓

طنز
انٹلیکچول، کافی ہاؤس کی بے عملی، اور ذوق تھوپنے والے میزبان۔

freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

مصنف کافی کو کیوں ناپسند کرتے تھے؟

کیونکہ انھیں اس میں سگار جیسی بو آتی تھی اور کڑوے میٹھے کا ملاپ انھیں برداشت نہ تھا۔

کافی پینے والے انٹلیکچول کی کافی کے متعلق کیا رائے ہے؟

کہ کافی سے دل کا کنول کھل جاتا ہے اور آدمی چہکنے لگتا ہے۔

کافی ہاؤس میں لوگوں کے بیٹھنے کے متعلق مصنف کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

مصنف طنز کرتا ہے کہ کافی کی چستی لوگوں کو دوڑا کر کافی ہاؤس تو لے جاتی ہے، مگر وہاں وہ گھنٹوں بیکار بیٹھے رہتے ہیں؛ یعنی یہ چستی محض دکھاوا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

کافی کے بارے میں استصوابِ رائے عامہ کا کیا نتیجہ نکلا؟

شوقین جواب دینے کے بجائے ذاتیات پر اتر آئے؛ صرف ایک شخص نے سنجیدہ جواب دیا اور وہ بھی کافی ہاؤس کا مالک نکلا۔

مصنف نے جوشاندہ گوارا ہونے کے کیا اسباب بتائے؟

یہ کہ اس سے ملکی صنعت کو فروغ ملتا ہے اور نفسِ امارہ کو مارنے میں مدد ملتی ہے۔

عمدہ کافی بنانے کو کیمیا گری کیوں کہا گیا ہے؟

کیونکہ ہر کافی ہاؤس اور خاندان کا اپنا خاص نسخہ ہوتا ہے جو سینہ بہ سینہ چلتا ہے اور کسی کو پوری طرح معلوم نہیں ہوتا۔

یہ سبق کس مجموعے سے لیا گیا ہے؟

مشتاق احمد یوسفی کے مجموعے 'چراغ تلے' سے۔

حبشی خانساماں کافی کیسے چھانتا تھا؟

موزے میں؛ اور تسلی دیتا تھا کہ وہ صاحب کے صاف موزے کبھی استعمال نہیں کرتا۔

مصنف میزبان سے شکر کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

کہ میرے لیے شکردان میں کافی کے دو چمچے ڈال دیجیے؛ یعنی وہ میٹھی کافی پسند نہیں کرتا۔

'تحریف' سے کیا مراد ہے؟ سبق سے ایک مثال دیں۔

مشہور شعر کا کوئی لفظ بدل کر مزاح پیدا کرنا؛ جیسے غالب کے مصرعے میں 'گالیاں' کی جگہ 'گولیاں'۔

علاماتِ اوقاف کسے کہتے ہیں؟

وہ نشانات جو تحریر میں ٹھہراؤ، سوال، حیرت یا اقتباس وغیرہ ظاہر کرتے ہیں، جیسے ختمہ، سکتہ، وقفہ اور رابطہ۔

سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟

سکتہ (،) سب سے چھوٹا ٹھہراؤ ہے، جبکہ وقفہ (؛) اس سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے آتا ہے۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سبق 'کافی' کا خلاصہ تحریر کریں۔

آغاز: ذوق کی بحث

مصنف ایک دوست کو بتاتا ہے کہ کافی میں اسے سگار کی بو آتی ہے۔ دوست ذوق کی تربیت کی بات کرتا ہے، اور یوں ذوق پر دلیل بازی کا مزاحیہ مکالمہ شروع ہوتا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سروے اور کافی کی خوبیاں

مصنف کے سروے میں کافی کے شوقین ذاتیات پر اتر آتے ہیں اور واحد تعریف کرنے والا کافی ہاؤس کا مالک نکلتا ہے۔ وہ حقہ، جوشاندے اور شلجم سے موازنہ کر کے کہتا ہے کہ کافی میں کافی کے سوا کچھ نہیں۔

کافی کلچر پر طنز

انٹلیکچول کی رائے، کافی ہاؤس کی بے عملی، شکردان کا واقعہ اور حبشی خانساماں کا لطیفہ کافی کلچر کے تکلفات کو بے نقاب کرتے ہیں۔

اختتام

امریکا کے قومی مشروب، جیلوں اور مریضوں سے متعلق مزاحیہ تجاویز کے بعد مصنف بتاتا ہے کہ وہ کافی کا 'جلا' ہے، اس لیے چائے بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

سبق 'کافی' کو مدِنظر رکھتے ہوئے درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

'گرم ممالک میں بحث کا آغاز صحیح معنوں میں قائل ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔'

طنزیہ ہے کہ ہمارے ہاں لوگ سچ جاننے کے لیے نہیں بلکہ اپنی بات اونچی رکھنے کے لیے بحث کرتے ہیں؛ دل میں قائل ہو کر بھی ہار نہیں مانتے۔

'صاحب! میں ماکولات میں معقولات کا دخل جائز نہیں سمجھتا۔'

دوست کہتا ہے کہ کھانے پینے کی پسند دلیل سے طے نہیں ہوتی۔ یہ بات درست بھی ہے، مگر مزاح یہ ہے کہ وہ خود دلیل سے مصنف کو کافی کا قائل کرنا چاہتا ہے۔

'کافی سے دل کا کنول کھل جاتا ہے اور آدمی چہکنے لگتا ہے۔'

یہ انٹلیکچول کی رائے ہے جس پر مصنف طنز کرتا ہے کہ کافی پی کر یہ لوگ صرف باتیں اور سماج پر تنقید کرتے ہیں، عمل کچھ نہیں کرتے۔

'امریکی کلچر کافی کے زور سے پھیلا یا کافی امریکی کلچر کے زور سے؟' اور 'کافی کا جلا چائے بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔'

پہلا جملہ مرغی اور انڈے جیسا سوال ہے جس میں مقبولیت کی اصل وجہ پر ہلکا طنز ہے۔ دوسرا جملہ محاورے 'دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے' کی تحریف ہے، یعنی کافی کے تلخ تجربے نے مصنف کو ہر مشروب سے محتاط کر دیا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سیاق و سباق کے حوالے سے درج ذیل اقتباسات کی تشریح کریں: (الف) سروے کا اقتباس (... مشہور کافی ہاؤس کا مالک نکلا) (ب) چائے کے باغات کا اقتباس (...کہ یہاں کافی پیدا نہیں ہوتی)۔

حوالہ

یہ اقتباسات مشتاق احمد یوسفی کے مزاحیہ مضمون 'کافی' سے ہیں جو ان کے مجموعے 'چراغ تلے' میں شامل ہے۔

(الف) سیاق و سباق اور تشریح

دوست سے بحث کے بعد مصنف نے عوام کی رائے لی۔ کافی کے شوقینوں نے سوال کا جواب دینے کے بجائے مصنف پر ذاتی الزام لگائے۔ صرف ایک شخص نے سچی اور سنجیدہ رائے دی، مگر وہ کافی ہاؤس کا مالک تھا؛ یعنی اس کی تعریف کے پیچھے بھی کاروباری مفاد تھا۔ یہ رائے عامہ اور مفاد پرستی دونوں پر طنز ہے۔

(ب) سیاق و سباق اور تشریح

کافی کی تاریخ کے ذکر کے بعد مصنف کہتا ہے کہ چائے کے خوب صورت باغ پہاڑوں پر ہوتے ہیں اور ایشیائی ملکوں میں چائے خوب پیدا ہوتی ہے، مگر کافی ہمارے ہاں پیدا نہیں ہوتی۔ مزاحیہ نتیجہ یہ نکالتا ہے کہ اہلِ ذوق کو کافی اسی لیے عزیز ہے کہ یہ یہاں پیدا نہیں ہوتی؛ یعنی ہم باہر کی چیز کو صرف باہر کی ہونے کی وجہ سے بڑا سمجھتے ہیں۔

فنی خوبی

دونوں اقتباسات میں الٹی منطق اور غیر متوقع انجام سے مزاح پیدا ہوا ہے، جو یوسفی کے اسلوب کی پہچان ہے۔

مشتاق احمد یوسفی کے اسلوبِ نگارش کی خصوصیات سبق 'کافی' کی روشنی میں بیان کریں۔

شوخی اور برجستگی

ان کے جملے چھوٹے، رواں اور برجستہ ہیں؛ ہر جملے کا انجام غیر متوقع ہوتا ہے جس سے قاری ہنس پڑتا ہے۔

لفظی بازی اور تحریف

کافی/اللہ کافی کی لفظی بازی، اور ذوق، غالب و مومن کے مصرعوں نیز محاوروں کی تحریف ان کے مزاح کا خاص حربہ ہے۔

شائستہ طنز

وہ فیشن پرستی، نمائشی دانش وری اور تکلف پر طنز کرتے ہیں مگر لہجہ کبھی بدتمیز یا تلخ نہیں ہوتا۔

تہذیبی شعور

علمی حوالے (یونانی طب، غبارِ خاطر، کلاسیکی اشعار) ان کے مزاح کو گہرائی دیتے ہیں؛ یہ ہنسی اعلیٰ تہذیبی ذوق سے پیدا ہوتی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

معروضی سوالات (MCQs)

مصنف کو کافی میں بو آتی ہے: (الف) نسوار کی (ب) چائے کی (ج) سگریٹ کی (د) سگار کی

درست جواب: (د) سگار کی۔ مضمون کے آغاز میں یہی کہا گیا ہے۔

معتبر بزرگوں سے سنا ہے کہ حقہ پینے سے پاس نہیں پھٹکتے: (الف) آلام (ب) تخیلات (ج) تفکرات (د) غم

درست جواب: (ج) تفکرات۔ حقے سے تفکرات دور رہتے ہیں۔

شلجم میں ہوتا ہے: (الف) وٹامن (ب) سوڈیم کلورائیڈ (ج) کیلشیم (د) آئرن

درست جواب: (الف) وٹامن۔ مصنف کہتا ہے شلجم اس لیے کھاتے ہیں کہ اس میں وٹامن ہوتے ہیں۔

کافی قومی مشروب ہے: (الف) آسٹریلیا کا (ب) امریکا کا (ج) کینیا کا (د) برطانیہ کا

درست جواب: (ب) امریکا کا۔ سبق کے مطابق کافی امریکا کا قومی مشروب ہے۔

کافی کا جلا چائے بھی پیتا ہے: (الف) ٹھنڈی کر کے (ب) سونگھ سونگھ کر (ج) پھونک پھونک کر (د) انتہائی گرم

درست جواب: (ج) پھونک پھونک کر۔ محاورے کی تحریف۔

سبق 'کافی' ماخوذ ہے: (الف) خاکم بدہن (ب) چراغ تلے (ج) آبِ گم (د) زرگزشت

درست جواب: (ب) چراغ تلے۔ سبق کے آخر میں حوالہ چراغ تلے کا ہے۔

سروے میں کافی کی سنجیدہ تعریف کرنے والا نکلا: (الف) حکیم (ب) کافی ہاؤس کا مالک (ج) انٹلیکچول (د) ڈاکٹر

درست جواب: (ب) کافی ہاؤس کا مالک۔ اس کی تعریف کے پیچھے کاروباری مفاد تھا۔

حبشی خانساماں کافی چھانتا تھا: (الف) رومال میں (ب) موزے میں (ج) چھلنی میں (د) کپڑے میں

درست جواب: (ب) موزے میں۔ مشرقی افریقہ والا لطیفہ۔

'خاکم بدہن' پر یوسفی کو ملا: (الف) تمغۂ امتیاز (ب) آدم جی ادبی انعام (ج) ستارۂ امتیاز (د) نقوش ایوارڈ

درست جواب: (ب) آدم جی ادبی انعام۔ درسی کتاب کے تعارف کے مطابق۔

'غبارِ خاطر' کس کے خطوط کا مجموعہ ہے؟ (الف) علامہ اقبال (ب) مولانا ابوالکلام آزاد (ج) مرزا غالب (د) سرسید احمد خان

درست جواب: (ب) مولانا ابوالکلام آزاد۔ سبق کے حاشیے میں یہی وضاحت ہے۔

سکتہ کی علامت ہے: (الف) ۔ (ب) ، (ج) ؛ (د) ؟

درست جواب: (ب) ،۔ سکتہ (،) سب سے چھوٹا ٹھہراؤ ہے۔

Free notes: freebooks.pk

قول یا مکالمے سے پہلے لگنے والی علامت: (الف) رابطہ (ب) قوسین (ج) ختمہ (د) خطِ فاصل

درست جواب: (الف) رابطہ۔ رابطہ (:) وقفِ لازم ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: مشتاق احمد یوسفی (1923ء–2018ء)، ٹونک (راجستھان)؛ ایم اے فلسفہ علی گڑھ 1945ء؛ بینکار، چیئرمین پاکستان بینکنگ کونسل۔
- مجموعے: چراغ تلے (یہ سبق)، خاکم بدہن (آدم جی انعام)، زرگزشت، آبِ گم، شامِ شعرِ یاراں۔
- سبق کے نکات: سگار کی بو، ذوق اور دلیل کی بحث، سروے، حقہ/جوشاندہ/ شلجم، اللہ کافی، کافی یہاں پیدا نہیں ہوتی، انٹلیکچول، شکردان، حبشی خانساماں، امریکا، پھونک پھونک کر۔
- تحریفات: ذوق (کافر ← کافی)، غالب (گالیاں ← گولیاں)، مومن (چاہ ← چائے)، محاورہ (دودھ کا جلا ← کافی کا جلا)۔
- علاماتِ اوقاف: ختمہ ۔، سکتہ ،، وقفہ ؛، رابطہ :، تفصیلیہ :-، استفہامیہ ؟، واوین، قوسین ( )، ندائیہ !، خطِ فاصل /۔

امتحانی نکات

- مزاحیہ مضمون کے خلاصے میں مصنف کے لطیفے نقل کرنے کے بجائے ان کا مقصد (کس بات پر طنز ہے) لکھیں۔
- مشق کے سوال 3 کے پانچوں جملے اور سوال 6 کے دونوں اقتباسات خاص طور پر تیار کریں۔
- تحریف کی چاروں مثالیں یاد رکھیں؛ اسلوب کے سوال میں یہ بہترین دلیل ہیں۔
- علاماتِ اوقاف کے سوال میں ہر علامت کا نام، نشان اور ایک جملہ لکھیں (سوال 7)۔
- آپ بیتی (سوال 8) کے لیے 'میں چائے ہوں' کے انداز میں: پیدائش (باغ)، سفر (کارخانہ، دکان)، گھروں میں مقام، اور آخر میں پیغام لکھیں۔

حقائق کی وضاحت

سبق میں حوالہ دیے گئے مصرعے درسی کتاب کے حاشیے کے مطابق ذوق، مرزا غالب اور مومن خان مومن کے مشہور مصرعوں کی تحریف ہیں: ذوق کے مصرعے میں 'کافر'، غالب کے مصرعے میں 'گالیاں' اور مومن کے مصرعے میں 'چاہ' کی جگہ بالترتیب کافی، گولیاں اور چائے لایا گیا ہے۔

سبق کے حاشیے کے مطابق 'یوپی' سے مراد اتر پردیش ہے، جو بھارت کی ایک مشہور ریاست ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 6: رستم و سہراب

Urdu Class 12 Lesson 6: Rustam o Sohrab (Agha Hashr Kashmiri)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے چھٹے سبق 'رستم و سہراب' پر مبنی ہیں، جو آغا حشر کاشمیری کے مشہور المیہ ڈرامے کے تیسرے ایکٹ کا چھٹا سین ہے۔ اس منظر میں ایران کا عظیم پہلوان رستم میدانِ جنگ میں ایک نوجوان سورما سے لڑتا ہے اور اسے قتل کرنے کے بعد پتا چلتا ہے کہ وہ اس کا اپنا بیٹا سہراب تھا۔

ان نوٹس میں ڈراما نگار کا تعارف، ڈرامے کا پس منظر اور کردار، منظر کا مرحلہ وار خلاصہ، رستم اور سہراب کے کرداروں کا موازنہ، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، ڈرامے کی اصطلاحات، حروف اور ان کی اقسام کے قواعد، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- ڈراما 'رستم و سہراب' کے بنیادی قصے اور کرداروں کو سمجھنا۔
- آغا حشر کاشمیری کی ادبی شخصیت اور ڈراما نگاری سے روشناس ہونا۔
- باپ بیٹے کے رشتے کی اہمیت اور انسانی جذبات کو محسوس کرنا۔
- ڈرامائی اسلوب، مکالمہ نگاری اور منظر نگاری کی خصوصیات کی پہچان کرنا۔
- کرداروں کے رویوں پر تنقیدی رائے دینے کے قابل ہونا۔

ڈراما نگار کا تعارف

آغا حشر کاشمیری (1879ء–1935ء) کا اصل نام آغا محمد شاہ تھا۔ وہ ہندوستان کے تاریخی شہر بنارس میں ایک کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد کا تعلق سری نگر، کشمیر سے تھا، اور والد آغا غنی شاہ کاشمیری مذہبی اور علمی رجحان رکھتے تھے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی جہاں عربی، فارسی اور اردو پڑھی۔ پھر راج نرائن ہائی اسکول، بنارس میں انگریزی تعلیم شروع کی مگر رسمی تعلیم ادھوری چھوڑ کر ادب اور خاص طور پر ڈراما نگاری کی طرف آ گئے۔ تھیٹر کا شوق بچپن ہی سے تھا جو آگے چل کر ان کی عملی زندگی کا محور بنا۔

ان کی فنی زندگی کا آغاز 1897ء میں پہلے ڈرامے 'آفتابِ محبت' سے ہوا۔ انھوں نے مختلف تھیٹر کمپنیوں کے لیے بے شمار ڈرامے لکھے اور شیکسپیئر کے ڈراموں سے متاثر ہو کر بعض ڈرامے انھی سے ماخوذ بھی لکھے، اسی لیے انھیں 'اردو کا

شیکسپیئر' کہا جاتا ہے۔ ان کے مشہور ڈراموں میں مریدِ شک، اسیرِ حرص، خوابِ ہستی، رستم و سہراب، آنکھ کا نشہ، ترکی حور، یہودی کی لڑکی، خوب صورت بلا اور سفید خون شامل ہیں۔

ان کے ڈراموں کی نمایاں خصوصیات جان دار مکالمہ نگاری، ڈرامائی تاثر، جذبات کی شدت، سماجی مسائل کی عکاسی اور زبان و بیان کی دل کشی ہیں۔ 1935ء میں لاہور میں وفات پائی اور میانی صاحب قبرستان میں دفن ہوئے۔

ڈرامے کی اصطلاحات اور حروف کی اقسام (قواعد)

ڈراما، ایکٹ اور سین

ڈراما وہ صنف ہے جو اسٹیج پر اداکاری کے لیے مکالموں کی صورت میں لکھی جائے۔ ایکٹ ڈرامے کا بڑا حصہ اور سین (منظر) اس کا چھوٹا حصہ ہوتا ہے۔ 'رستم و سہراب' میں تین ایکٹ اور کل اٹھارہ سین ہیں۔

المیہ (ٹریجڈی)

وہ ڈراما جس کا انجام دکھ بھرا ہو اور جو ناظر کے دل میں رحم اور خوف کے جذبات پیدا کرے۔ 'رستم و سہراب' باپ کے ہاتھوں بیٹے کے قتل پر ختم ہونے والا المیہ ہے۔

مکالمہ اور ہدایاتِ اسٹیج

کرداروں کی آپس کی گفتگو مکالمہ کہلاتی ہے۔ قوسین میں لکھی ہدایات، جیسے (سہراب کا داخلہ) یا (پردہ گرتا ہے)، اداکاروں کو حرکات اور منظر کی تبدیلی بتاتی ہیں۔

حرف

وہ کلمہ جو خود کوئی معنی نہیں رکھتا مگر جملے کے ساتھ مل کر معنی واضح کرتا ہے، جیسے نے، اگر، کو، اور۔

حروفِ جار

اسم کو فعل سے ملاتے ہیں: نے، کو، پر، تک، سے، کا، میں۔ مثال: کتاب میز پر رکھو؛ وہ رات تک پڑھتا رہا۔

حروفِ عطف

دو لفظوں یا جملوں کو جوڑتے ہیں: و، اور۔ مثال: شب و روز؛ چاند اور سورج۔

حروفِ استفہام

سوال پوچھنے کے لیے: کب، کون، کہاں، کیا، کیسے۔ مثال: تم کون ہو؟

حروفِ نفی

انکار یا منع کے لیے: نہیں، مت، نہ۔

Free notes: freebooks.pk

حروفِ علت
وجہ بتانے کے لیے، جملوں کے درمیان: کیونکہ، اس لیے۔

حروفِ شرط
شرط اور اس کا نتیجہ بیان کرنے کے لیے: اگر... تو۔ مثال: اگر محنت کرو گے تو کامیاب ہو گے۔

حروفِ بیان
وضاحت کے لیے: کہ۔ مثال: میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں نہیں جاؤں گا۔

حروفِ ندا اور تحسین
ندا: پکارنے کے لیے (اے، ارے، او)؛ تحسین: تعریف کے لیے (شاباش، واہ واہ، بہت خوب)۔ سبق سے مثال: 'اے خدا!' میں 'اے' حرفِ ندا ہے۔

ڈرامے کا تعارف
'رستم و سہراب' اردو ادب کا ایک شاہکار المیہ ہے جو آغا حشر کاشمیری نے 1930ء میں مدن تھیٹرز لمیٹڈ، کلکتہ کی پارسی اپیریل تھیٹریکل کمپنی کے لیے لکھا۔ یہ فارسی کے عظیم شاعر فردوسی کے 'شاہنامہ' سے ماخوذ ہے اور تین ایکٹ (چار، آٹھ اور چھے سین، کل اٹھارہ سین) پر مشتمل ہے۔

قصہ یہ ہے کہ ایرانی پہلوان رستم اور اس کا بیٹا سہراب، جو توران کی فوج میں ہے، برسوں ایک دوسرے سے ناواقف رہتے ہیں۔ سہراب کی ماں تہمینہ نے رستم سے اس کی پیدائش چھپا رکھی تھی۔ جنگ میں دونوں آمنے سامنے آتے ہیں، رستم سہراب کو قتل کر دیتا ہے، اور حقیقت تب کھلتی ہے جب بیٹا دم توڑ رہا ہوتا ہے۔ اہم کردار: رستم، سہراب، گرد آفرید (قلعے کے حاکم کی بہادر بیٹی)، تہمینہ (شاہِ سمنگان کی بیٹی، سہراب کی ماں)، افراسیاب (توران کا شہنشاہ)، شاہ کیکاؤس (ایران کا شہنشاہ)، بہرام (قلعۂ سفید کا غدار رئیس) اور ہجیر (قلعۂ سفید کا جنگ آزمودہ محافظ)۔

منظر کا مرحلہ وار خلاصہ
رستم کی دعا
منظر کے آغاز میں رستم اداس چہرے اور غمگین دل کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ اللہ سے کہتا ہے کہ اس نے کبھی اپنی طاقت پر غرور نہیں کیا، پھر بڑھاپے میں یہ ذلت کیوں؟ وہ ساری رات سجدے میں رو کر دعا کرنے کا ذکر کرتا ہے اور التجا کرتا ہے کہ صرف ایک دن کے لیے اس کی جوانی کا زور واپس دے دیا جائے۔

Free notes: freebooks.pk

سہراب کی پیشکش اور رستم کا جواب

صبح سہراب آتا ہے۔ جنگ کا دوسرا دن ہے اور رستم کہتا ہے کہ آج دونوں میں سے ایک کی موت ہوگی۔ سہراب کا دل بوڑھے رستم کی موت نہیں چاہتا؛ وہ کہتا ہے کہ ایک غیبی آواز اسے اس جنگ سے روکتی ہے، اس لیے وہ واپس جائے اور کسی اور ایرانی دلیر کو بھیج دے۔ رستم جواب دیتا ہے کہ کل کی اتفاقی فتح پر غرور نہ کرو، تقدیر کا پہیہ ہمیشہ ایک طرف نہیں گھومتا۔

نام پوچھنا اور انکار

لڑائی کے دوران سہراب رستم میں نیا جوش دیکھ کر شک کرتا ہے کہ کہیں یہی رستم تو نہیں، اور عاجزی سے اس کا نام پوچھتا ہے۔ رستم اپنا نام بتانے کے بجائے کہتا ہے کہ اس کا نام ‘سہراب کی موت’ ہے۔ سہراب افسوس کرتا ہے کہ اس کے رحم کی قدر نہ کی گئی۔

سہراب کا زخمی ہونا اور باپ کو پکارنا

دوبارہ جنگ ہوتی ہے؛ رستم سہراب کو گرا کر اس کے سینے میں خنجر اتار دیتا ہے۔ مرتا ہوا سہراب کہتا ہے کہ افسوس اس کی آنکھوں کے نصیب میں باپ کا دیدار نہ تھا، اور اپنے باپ کو پکارتا ہے۔ وہ رستم کو خبردار کرتا ہے کہ اس کا باپ رستم اس کے خون کا بدلہ ضرور لے گا۔

حقیقت کا انکشاف: مہرہ

رستم چونک کر پوچھتا ہے کہ کیا تم رستم کے بیٹے ہو؟ ماں کا نام؟ سہراب بتاتا ہے: تہمینہ۔ ثبوت مانگنے پر وہ اپنے بازو پر بندھا باپ کا دیا ہوا مہرہ دکھاتا ہے۔ رستم آستین پھاڑ کر مہرہ دیکھتا ہے اور اسے یقین آ جاتا ہے؛ وہ خود کو درندوں سے بھی زیادہ ظالم کہہ کر ملامت کرتا ہے۔

باپ بیٹے کی آخری گفتگو

سہراب پوچھتا ہے کہ فاتح خوش ہونے کے بجائے غمگین کیوں ہے؟ رستم بتاتا ہے کہ وہی بدبخت رستم ہے جس نے بیٹے کی زندگی اور ساتھ ہی اپنی ہر خوشی برباد کر دی۔ وہ اعتراف کرتا ہے کہ جھوٹی شہرت اور غرور نے اسے نام بتانے نہ دیا۔ سہراب بتاتا ہے کہ ہومان، بارمان اور ہجیر نے اسے دھوکا دیا، اور باپ کو صبر کی تلقین کرتا ہے کہ یہ خدا کی مرضی تھی۔

ماں کے لیے پیغام اور رستم کی التجا

رستم پوچھتا ہے کہ تہمینہ جب پوچھے گی کہ میرا سہراب کہاں ہے تو وہ کیا جواب دے گا۔ سہراب کہتا ہے کہ ماں سے کہنا کہ انسان سب سے لڑ سکتا ہے مگر قسمت سے جنگ نہیں کر سکتا۔ رستم خدا کے حضور فقیر کی طرح بیٹے کی زندگی کی بھیک

Free notes: freebooks.pk

مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ جس نے بادشاہوں کو تاج بخشے، آج وہ ایک بیٹے کی جان کا سوالی ہے۔

سہراب کی موت اور پردہ

سہراب آنکھیں بند کیے 'دنیا... رخصت... خدا' کہتا ہوا مر جاتا ہے۔ رستم بین کرتا ہے کہ جوانی کا چراغ بجھ گیا؛ وہ کائنات کو ٹکرا کر چور چور ہو جانے کو کہتا ہے کیونکہ آج زندگی کی قیامت ہے۔ وہ دیوانوں کی طرح سہراب کو پکارتا ہے اور بے ہوش ہو جاتا ہے۔ منظر بہشت میں بدل جاتا ہے، فرشتے سہراب کی لاش پر پھول برساتے ہیں اور پردہ گر جاتا ہے۔

مرکزی خیال

اس منظر کا مرکزی خیال یہ ہے کہ غرور، جھوٹی شہرت اور تقدیر کے آگے انسان بے بس ہے۔ رستم نے اگر سہراب کے بار بار پوچھنے پر اپنا نام بتا دیا ہوتا تو یہ المیہ نہ ہوتا؛ مگر شہرت کے غرور نے اس کے ہونٹ بند رکھے اور اس نے اپنے ہی بیٹے کو مار ڈالا۔ ڈراما باپ بیٹے کی محبت، ماں کی ممتا اور انسانی جذبات کی شدت کو پیش کرتا ہے، اور یہ سبق دیتا ہے کہ انسان سب سے لڑ سکتا ہے مگر قسمت سے نہیں، اس لیے عاجزی اور سچائی ہی بہتر راستہ ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

پروردگار

پالنے والا؛ اللہ تعالیٰ۔

قہر و غضب

سخت غصہ اور عذاب۔

فانی

ختم ہو جانے والا۔

سجدۂ نیاز

عاجزی کے ساتھ کیا جانے والا سجدہ۔

نقارہ

بڑا ڈھول جو جنگ کے اعلان کے لیے بجایا جاتا ہے۔

شیر دل

بہادر۔

Free notes: freebooks.pk

پیرہن

لباس؛ یہاں کفن کی طرف اشارہ۔

اجل

موت۔

مہرہ

تعویذ یا نشانی جو بازو پر باندھی جائے؛ سہراب کی پہچان۔

سورما

بہادر جنگجو۔

بدبخت

بدقسمت۔

فغاں

فریاد، آہ و زاری۔

ماتم

سوگ، غم میں سینہ کوبی۔

گلِ شاداب

تروتازہ پھول؛ یہاں سہراب۔

ممتا

ماں کی محبت۔

بہشت

جنت۔

خاکہ

تیسرا ایکٹ، چھٹا سین: واقعات کی ترتیب: یہ خاکہ ڈراما 'رستم و سہراب' کے زیرِ نصاب منظر کے اہم واقعات کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

تیسرا ایکٹ، چھٹا سین: واقعات کی ترتیب

رستم کی دعا
ایک دن کے لیے جوانی کا زور واپس مانگنا۔

↓

سہراب کا رحم
بوڑھے حریف کو لوٹ جانے کا مشورہ؛ رستم کا انکار۔

↓

نام چھپانا
سہراب کے پوچھنے پر رستم کا نام نہ بتانا؛ سہراب زخمی۔

↓

انکشاف
ماں تہمینہ کا نام اور بازو کا مہرہ؛ رستم کی ملامت۔

↓

المیہ انجام
ماں کے لیے پیغام، رستم کی التجا، سہراب کی موت، پردہ۔

freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

رستم و سہراب کے تیسرے ایکٹ کے چھٹے منظر میں کون سا اہم واقعہ پیش آیا؟

رستم نے لاعلمی میں اپنے بیٹے سہراب کو جنگ میں قتل کر دیا۔

رستم کو کب معلوم ہوتا ہے کہ سہراب اس کا بیٹا ہے؟

جب مرتا ہوا سہراب کہتا ہے کہ اس کا باپ رستم بدلہ لے گا، ماں کا نام تہمینہ بتاتا ہے اور بازو کا مہرہ دکھاتا ہے۔

مرتے وقت سہراب کی زبان پر کیا الفاظ تھے؟

‘دنیا... رخصت... خدا...’

سہراب کی موت پر رستم کے جذبات کا احوال تحریر کریں۔

رستم غم سے دیوانہ ہو گیا؛ خود کو ملامت کی، خدا سے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگی، کائنات کو قیامت برپا کرنے کو کہا اور آخر بے ہوش ہو گیا۔

Free notes: freebooks.pk

سہراب نے رستم کی زبانی اپنی ماں کے لیے کیا پیغام چھوڑا؟
یہ کہ انسان سب سے لڑ سکتا ہے مگر قسمت سے جنگ نہیں کر سکتا۔

منظر کے آغاز میں رستم کیا دعا کرتا ہے؟
کہ اللہ ایک دن کے لیے اس کی جوانی کی طاقت واپس دے دے۔

سہراب نے رستم کو جنگ سے روکنے کے لیے کیا کہا؟
کہ اس کا دل بوڑھے کی موت نہیں چاہتا؛ وہ واپس جائے اور کسی دوسرے ایرانی دلیر کو بھیج دے۔

رستم نے سہراب کے پوچھنے پر اپنا نام کیا بتایا؟
اس نے اصل نام چھپا کر کہا کہ اس کا نام 'سہراب کی موت' ہے۔

سہراب نے کن لوگوں پر دھوکا دینے کا الزام لگایا؟
ہومان، بارمان اور ہجیر پر۔

ڈراما 'رستم و سہراب' کس کتاب سے ماخوذ ہے؟
فردوسی کے 'شاہنامہ' سے۔

حروفِ جار کسے کہتے ہیں؟ دو مثالیں دیں۔
وہ حروف جو اسم کو فعل سے ملاتے ہیں، جیسے پر اور تک: کتاب میز پر رکھو؛ وہ رات تک پڑھتا رہا۔

حروفِ استفہام اور حروفِ ندا کی ایک ایک مثال دیں۔
استفہام: تم کون ہو؟ (کون)؛ ندا: اے خدا! (اے)۔

تفصیلی سوالات و جوابات

ڈراما 'رستم و سہراب' (زیرِ نصاب منظر) کا خلاصہ تحریر کریں۔

آغاز

رستم میدانِ جنگ میں اداس کھڑا اللہ سے ایک دن کے لیے جوانی کا زور مانگتا ہے۔ سہراب آتا ہے اور بوڑھے حریف پر رحم کھا کر اسے لوٹ جانے کا مشورہ دیتا ہے، مگر رستم انکار کرتا ہے۔

جنگ اور غلطی

سہراب شک کی بنا پر بار بار رستم کا نام پوچھتا ہے مگر رستم غرور میں نام چھپا لیتا ہے۔ آخر وہ سہراب کو گرا کر اس کے سینے میں خنجر اتار دیتا ہے۔

انکشاف

مرتا ہوا سہراب باپ رستم کو پکارتا ہے، ماں تہمینہ کا نام لیتا ہے اور بازو کا مہرہ دکھاتا ہے۔ رستم کو یقین آ جاتا ہے کہ اس نے اپنے ہی بیٹے کو مارا ہے۔

انجام

سہراب ماں کے لیے پیغام دیتا ہے کہ قسمت سے جنگ نہیں ہو سکتی۔ رستم بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگتا ہے مگر سہراب مر جاتا ہے؛ رستم بے ہوش ہو جاتا ہے، فرشتے پھول برساتے ہیں اور پردہ گرتا ہے۔

رستم اور سہراب کے کرداروں کا موازنہ کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کریں۔

رستم کا کردار

رستم تجربہ کار، طاقت ور اور مشہور پہلوان ہے، مگر بڑھاپے میں شکست کا خوف اور شہرت کا غرور اس پر غالب ہے۔ اسی غرور نے اسے نام بتانے سے روکا اور وہ المیے کا سبب بنا۔

سہراب کا کردار

سہراب نوجوان، بہادر اور رحم دل ہے۔ وہ جیتتے ہوئے بھی بوڑھے حریف کی جان بخشنا چاہتا ہے، عاجزی سے نام پوچھتا ہے، اور مرتے وقت بھی باپ کو صبر کی تلقین کرتا ہے۔

دونوں میں فرق

رستم میں طاقت کے ساتھ غرور ہے، سہراب میں طاقت کے ساتھ عاجزی اور ہمدردی۔ رستم کا جذبہ آخر میں ندامت اور ماتم بن جاتا ہے، جبکہ سہراب کا جذبہ شروع سے آخر تک محبت اور تسلیم و رضا ہے۔

رائے

قاری کی ہمدردی سہراب کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ بے قصور ہے، مگر رستم بھی قابلِ رحم ہے کیونکہ وہ اپنی غلطی کا سب سے بڑا شکار خود بنا۔ یہی دونوں کردار ڈرامے کو مکمل المیہ بناتے ہیں۔

سبق 'رستم و سہراب' کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

'تقدیر کا پہیہ ہمیشہ ایک سمت میں نہیں گھومتا۔'

رستم سہراب سے کہتا ہے کہ کل کی فتح پر غرور نہ کرو؛ حالات بدلتے رہتے ہیں اور آج کا فاتح کل کا مفتوح بن سکتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہی بات آخر میں رستم پر سب سے زیادہ صادق آتی ہے۔

'میں نے تیری زندگی تباہ کر کے اپنی زندگی کا ہر ایک عیش اور اپنی دنیا کی ہر ایک خوشی تباہ کر دی۔'

رستم کا اعتراف ہے کہ سہراب کو مار کر اس نے دراصل اپنا سب کچھ کھو دیا، کیونکہ بیٹا ہی اس کی خوشیوں کا سرمایہ تھا۔

Free notes: freebooks.pk

'درختو، پہاڑو، ستارو، ٹکرا کر چور چور ہو جاؤ، آج ہی زندگی کی قیامت ہے۔'

بیٹے کی موت پر رستم کا غم اتنا شدید ہے کہ اسے لگتا ہے پوری کائنات کو تباہ ہو جانا چاہیے؛ یہ مبالغہ آمیز مکالمہ جذبات کی انتہا ظاہر کرتا ہے۔

'موت! تو زال و رودابہ کے گھر کا اجالا... کہاں لیے جا رہی ہے؟'

رستم موت سے فریاد کرتا ہے کہ وہ دادا دادی کے گھر کی روشنی، باپ کے بڑھاپے کی امید اور ماں تہمینہ کا لاڈلا چھین کر لے جا رہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک موت پورے خاندان کو اجاڑ دیتی ہے۔

سیاق و سباق کے حوالے سے رستم کی دعا (پروردگار! میں نے کبھی تیرے... مجھے دوبارہ واپس دے دے) کی تشریح کریں۔

حوالہ

یہ اقتباس آغا حشر کاشمیری کے ڈرامے 'رستم و سہراب' کے تیسرے ایکٹ کے چھٹے سین سے ہے، جو درسی کتاب کا چھٹا سبق ہے۔

سیاق و سباق

پچھلے دن کی لڑائی میں نوجوان سہراب رستم پر غالب آگیا تھا۔ اگلی صبح دوبارہ مقابلے سے پہلے رستم میدانِ جنگ میں تنہا کھڑا اللہ سے دعا کرتا ہے۔

تشریح

رستم کہتا ہے کہ اس نے کبھی اللہ کی طاقت کے آگے اپنی فانی طاقت پر غرور نہیں کیا، پھر بھی بڑھاپے میں اسے ذلت کیوں دی جا رہی ہے۔ وہ اللہ کو دردمندوں کی دوا اور کمزوروں کی قوت کہہ کر پکارتا ہے، ساری رات سجدوں میں رونے کا ذکر کرتا ہے اور التجا کرتا ہے کہ دنیا کے سامنے اس کی شرم رکھ لی جائے اور ایک بار جوانی کا زور لوٹا دیا جائے۔

ڈرامائی اہمیت

یہ دعا المیے کی بنیاد ہے: رستم کی دعا قبول ہوتی ہے مگر اسی طاقت سے وہ اپنے بیٹے کو مار ڈالتا ہے۔ یوں قاری کو تقدیر کی ستم ظریفی کا احساس ہوتا ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

رستم اداس چہرے اور غمگین دل کے ساتھ مایوس نگاہوں سے دیکھ رہا ہے: (الف) زمین کی طرف (ب) آسمان کی طرف (ج) دروازے کی طرف (د) دیوار کی طرف

درست جواب: (ب) آسمان کی طرف۔ منظر کی پہلی ہدایت کے مطابق۔

Free notes: freebooks.pk

سہراب رستم کو اپنے رشتے کا یقین دلاتا ہے، دکھا کر: (الف) رستم کا مہرہ (ب) ماں کا خط (ج) اپنی تلوار (د) اپنی ڈھال

درست جواب: (الف) رستم کا مہرہ۔ بازو پر بندھا مہرہ رستم کی نشانی تھا۔

چھٹے منظر میں سہراب کا بنیادی مقصد تھا: (الف) بادشاہ بننا (ب) اپنے باپ کو تلاش کرنا (ج) رستم کو شکست دینا (د) جنگ جیتنا

درست جواب: (ب) اپنے باپ کو تلاش کرنا۔ سہراب بار بار باپ کا ذکر کرتا اور رستم کا نام پوچھتا ہے۔

پھینک دے جھولی میں تو میرے گل کو: (الف) لالہ (ب) رعنا (ج) شاداب (د) رنگیں

درست جواب: (ج) شاداب۔ رستم کی التجا میں گلِ شاداب کا ذکر ہے۔

انسان سب سے لڑ سکتا ہے، سے جنگ نہیں کر سکتا: (الف) ضمیر (ب) قسمت (ج) وقت (د) قدرت

درست جواب: (ب) قسمت۔ سہراب کا ماں کے لیے پیغام۔

سہراب کی ماں کا نام ہے: (الف) رودابہ (ب) تہمینہ (ج) گرد آفرید (د) سمنگان

درست جواب: (ب) تہمینہ۔ سہراب خود ماں کا نام تہمینہ بتاتا ہے۔

ڈراما 'رستم و سہراب' ماخوذ ہے: (الف) شاہنامہ سے (ب) گلستان سے (ج) مثنوی سے (د) الف لیلہ سے

درست جواب: (الف) شاہنامہ سے۔ فردوسی کے شاہنامہ سے۔

آغا حشر کاشمیری کو کہا جاتا ہے: (الف) اردو کا شیکسپیئر (ب) شاعرِ مشرق (ج) بابائے اردو (د) مصورِ فطرت

درست جواب: (الف) اردو کا شیکسپیئر۔ شیکسپیئر سے ماخوذ ڈراموں کی وجہ سے۔

آغا حشر کا پہلا ڈراما تھا: (الف) سفید خون (ب) آفتابِ محبت (ج) یہودی کی لڑکی (د) خوابِ ہستی

درست جواب: (ب) آفتابِ محبت۔ 1897ء میں۔

ڈراما 'رستم و سہراب' میں کل سین ہیں: (الف) بارہ (ب) پندرہ (ج) اٹھارہ (د) بیس

درست جواب: (ج) اٹھارہ۔ چار، آٹھ اور چھے، کل اٹھارہ۔

'اگر... تو' کون سے حروف ہیں؟ (الف) حروفِ عطف (ب) حروفِ شرط (ج) حروفِ نفی (د) حروفِ بیان

درست جواب: (ب) حروفِ شرط۔ شرط اور اس کا نتیجہ بیان کرتے ہیں۔

'شاباش' اور 'واہ واہ' ہیں: (الف) حروفِ ندا (ب) حروفِ تحسین (ج) حروفِ جار (د) حروفِ علت

درست جواب: (ب) حروفِ تحسین۔ تعریف کے لیے آتے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

تیز نظرثانی خلاصہ

- ڈراما نگار: آغا حشر کاشمیری (1879ء–1935ء)، اصل نام آغا محمد شاہ، بنارس؛ ‘اردو کا شیکسپیئر’؛ پہلا ڈراما آفتابِ محبت (1897ء)؛ مدفن میانی صاحب، لاہور۔
- ڈراما: 1930ء، مدن تھیٹرز کلکتہ؛ ماخذ فردوسی کا شاہنامہ؛ 3 ایکٹ، 18 سین؛ زیرِ نصاب: تیسرا ایکٹ، چھٹا سین۔
- واقعات: رستم کی دعا ← سہراب کا رحم ← نام چھپانا ← خنجر ← تہمینہ اور مہرہ ← ماں کے لیے پیغام ← رستم کی التجا ← سہراب کی موت ← پردہ۔
- اہم جملے: تقدیر کا پہیہ ایک سمت نہیں گھومتا؛ انسان قسمت سے جنگ نہیں کر سکتا؛ آج زندگی کی قیامت ہے۔
- حروف: جار (نے، کو، پر، تک)، عطف (و، اور)، استفہام (کب، کون)، نفی (نہیں، مت)، علت (کیونکہ)، شرط (اگر... تو)، بیان (کہ)، ندا (اے)، تحسین (شاباش)۔

امتحانی نکات

- خلاصہ چار حصوں میں لکھیں: آغاز، جنگ اور غلطی، انکشاف، انجام۔
- کرداروں کے موازنے میں رستم کا غرور اور سہراب کی عاجزی کو مرکزی نکتہ بنائیں۔
- MCQs کے لیے مہرہ، تہمینہ، آسمان کی طرف دیکھنا اور ‘قسمت’ والا جملہ یاد رکھیں۔
- ڈرامے کی اصطلاحات (ایکٹ، سین، مکالمہ، المیہ، ہدایاتِ اسٹیج) کی تعریفیں تیار رکھیں۔
- حروف کی ہر قسم کی ایک مثال اپنے جملے میں لکھنے کی مشق کریں۔

حقائق کی وضاحت

فردوسی کا ‘شاہنامہ’ فارسی کی مشہور رزمیہ (ایپک) نظم ہے جس میں ایران کے قدیم بادشاہوں اور پہلوانوں کی داستانیں ہیں؛ رستم اور سہراب کا قصہ اسی کا ایک مشہور المیہ حصہ ہے۔ ڈرامے میں زال اور رودابہ رستم کے والدین (یعنی سہراب کے دادا دادی) ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 7: محشر

Urdu Class 12 Lesson 7: Mahshar (Ghaus Bahar)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے ساتویں سبق 'محشر' پر مبنی ہیں۔ یہ بلوچی زبان کے ادیب غوث بہار کا افسانہ ہے جسے غنی پرواز نے اردو میں ترجمہ کیا۔ افسانے میں ایک بوڑھا بلوچ محشر کے دن دیر سے جاگتا ہے اور جنت، اعراف اور دوزخ میں اپنا نام اور اپنی قوم تلاش کرتا ہے۔ آخر میں وہ اپنی قوم کو ایک ایسی عادت سے پہچانتا ہے جو پوری قوم کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، افسانے کا حصہ وار خلاصہ، کرداروں اور علامتوں کی وضاحت، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، متضاد الفاظ اور امدادی افعال کے قواعد، خطوط نویسی کا طریقہ (مدیر کے نام نمونے کے خط سمیت)، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- بلوچی ادب اور اس کے اردو ترجمے کی اہمیت سے واقف ہونا۔
- افسانے کے پلاٹ اور اہم واقعات کو ترتیب سے بیان کرنا۔
- افسانے کے کرداروں اور ان کی نفسیاتی کیفیات کو سمجھنا۔
- افسانے کی علامتوں (کنویں، جنت، اعراف، دوزخ) کا مفہوم جاننا۔
- قومی کردار، اتحاد اور ایک دوسرے کی مدد کے پیغام کو اپنانا۔

مصنف کا تعارف

غوث بہار (1952ء–2018ء) کا تعلق بلوچستان سے تھا۔ ان کا پورا نام غوث بخش بہار تھا اور وہ صوبہ بلوچستان کے ساحلی شہر اورماڑہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ بلوچی زبان کے ممتاز شاعر، ادیب، محقق اور ماہرِ لسانیات تھے۔

انھوں نے اپنی زندگی بلوچی زبان و ادب کی ترقی، ترویج اور تحقیق کے لیے وقف کر دی۔ بلوچی میں ہائیکو اور دوسری اصنافِ ادب میں ان کا کام نمایاں ہے۔ ان کا شمار بلوچی زبان کے جدید اور ترقی پسند ادیبوں میں ہوتا ہے، اور ان کی تحریروں میں قومی شعور اور سماجی مسائل کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔

انھوں نے بلوچی شاعری میں جدید رجحانات کو فروغ دیا۔ ان کا مشہور افسانہ 'محشر' ہے جسے غنی پرواز نے اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ افسانہ انسانی نفسیات، سماجی مسائل اور قومی شعور کو اجاگر کرتا ہے۔ انھوں نے بلوچی زبان پر تین کتابیں، متعدد

مضامین و مقالے اور افسانوں کے مجموعے بھی چھوڑے۔ ان کا انتقال 2018ء میں ہوا۔

قواعد: متضاد الفاظ، امدادی افعال اور خطوط نویسی

متضاد الفاظ

وہ الفاظ جن کے معنی ایک دوسرے کے الٹ ہوں، جیسے ابتدا/انتہا، پانی/آگ۔

مکمل متضاد

ایسے جوڑے جن کے درمیان کوئی درمیانی کیفیت نہیں ہوتی؛ ایک ہو تو دوسرا نہیں ہو سکتا، جیسے زندہ/مردہ، حاضر/غائب، دن/رات۔

نسبتاً متضاد

ایسے جوڑے جن کے درمیان کئی درجے ہو سکتے ہیں، جیسے گرم/سرد (بیچ میں نیم گرم یا معتدل)، بڑا/چھوٹا۔

دو طرفہ متضاد

ایسے جوڑے جن میں ایک لفظ دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، جیسے استاد/شاگرد، سوال/جواب، بیچنا/خریدنا۔

مشق 6 کے متضاد (جملوں میں)

بہار/خزاں: بہار میں باغ کھل اٹھتا ہے اور خزاں میں پتے جھڑ جاتے ہیں۔ روشنی/تاریکی: علم کی روشنی جہالت کی تاریکی دور کرتی ہے۔ آباد/ویران: جو بستی کبھی آباد تھی، سیلاب کے بعد ویران ہو گئی۔ آغاز/انجام: اچھا آغاز اچھے انجام کی ضمانت نہیں، محنت جاری رکھنی پڑتی ہے۔ غلامی/آزادی: قوموں نے غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزادی حاصل کی۔

امدادی افعال (مشق 7)

وہ افعال جو اصل فعل کے ساتھ آ کر اس کے معنی میں زور، ضرورت، ارادہ یا تکمیل کا مفہوم پیدا کرتے ہیں۔ چاہنا: میں کل لاہور جانا چاہتا ہوں۔ ہونا: اسے امتحان کی تیاری کرنی ہے۔ رکھنا: اس نے اپنی کتابیں سنبھال رکھی ہیں۔ پڑنا: بارش کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑا۔ ڈالنا: اس نے غصے میں خط پھاڑ ڈالا۔

خطوط نویسی

خط دو یا زیادہ افراد کے درمیان تحریری رابطے کا ذریعہ ہے۔ لفظ ‘خط’ عربی ہے اور خط کو ‘نصف ملاقات’ بھی کہا جاتا ہے۔ اقسام: (1) غیر رسمی/نجی خطوط: دوستوں اور عزیزوں کے نام، ذاتی حالات اور جذبات پر مبنی، زبان بے تکلف۔ (2) رسمی خطوط: سرکاری، کاروباری یا اداروں کے درمیان، زبان رسمی اور مختصر، جیسے درخواست، شکایتی خط، مدیر کے نام خط۔

Free notes: freebooks.pk

خط کے اجزا

(1) مقامِ روانگی (2) تاریخ (3) القاب (4) آداب و تسلیمات (5) نفسِ مضمون (6) اختتامی کلمات (7) مکتوب نگار کا نام اور پتا (8) مکتوب الیہ کا نام اور پتا۔ ہدایات: سادگی رکھیں، تصنع سے بچیں، غیر ضروری تفصیل نہ دیں، انداز موضوع کے مطابق ہو اور خط صاف لکھا جائے۔

افسانے کا تعارف

'محشر' ایک علامتی اور طنزیہ افسانہ ہے جو بلوچی زبان میں لکھا گیا اور اردو ترجمے کے ذریعے درسی کتاب تک پہنچا (درسی کتاب میں ماخذ 'پاکستانی کہانیاں' درج ہے)۔ افسانے کا پس منظر قیامت کا دن ہے، مگر اس کا اصل موضوع اس دنیا کا انسانی اور قومی کردار ہے۔

افسانے کے اہم کردار یہ ہیں: بوڑھا بلوچ (کلیڈ)، جو محشر میں دیر سے پہنچتا ہے؛ جنت کے دروازے کا خوش شکل نوجوان دربان؛ اعراف کا نوجوان، جو پہلے نوجوان سے ملتا جلتا ہے؛ اور دوزخ کا کالا، بدشکل نگران۔ افسانے کی جان آخری منظر ہے جہاں آگ کے کنوؤں میں بند لوگوں کے مختلف رویے دکھا کر بوڑھا اپنی قوم پہچانتا ہے۔ اسلوب سادہ مگر طنز سے بھرپور ہے۔

حصہ وار خلاصہ

دوپہر کی گرمی اور بوڑھے کی آمد

دوپہر کا وقت تھا اور سورج سوا نیزے پر تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ چیونٹیاں اور پرندے تک بے حال تھے اور ساری دنیا ایک تپتا ہوا چٹیل میدان لگ رہی تھی۔ دور سے گرد اڑاتا ایک بوڑھا آتا دکھائی دیا: پھٹی ہوئی شلوار، بوسیدہ قمیص، گرد آلود چہرہ اور ننگے پاؤں۔ وہ جلدی جلدی ایک اونچی عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا جس کے دروازے پر ایک خوش شکل، سفید پوش نوجوان کھڑا تھا۔

جنت کے دروازے پر سوال جواب

نوجوان نے روک کر پوچھا کہ آپ اب تک کہاں تھے؟ بوڑھے نے بتایا کہ وہ سویا ہوا تھا اور صور کی آواز بھی نہ سن سکا؛ سورج کی تپش نے جگایا۔ نوجوان نے بتایا کہ آج محشر ہے، حساب کتاب صبح شروع ہو کر ختم بھی ہو چکا، اور یہ عمارت جنت ہے۔ بوڑھا منت کرنے لگا کہ اسے اندر جانے دیا جائے۔

رجسٹر میں نام کی تلاش

نوجوان نے جنتیوں کا رجسٹر کھولا اور بوڑھے کا نام، باپ کا نام اور علاقہ پوچھا۔ بوڑھے نے اپنا نام کلیڈ بتایا، بلوچستان کا رہنے والا اور عمر ستر برس کے قریب۔ کافی دیر ورق الٹنے کے بعد نوجوان نے کہا کہ آپ کا نام جنتیوں میں نہیں، یہ عمارت

Free notes: freebooks.pk

آپ کے لیے نہیں۔ بوڑھا سمجھ گیا کہ اب اس کا ٹھکانا دوزخ ہو سکتا ہے اور گڑگڑانے لگا، تو نوجوان نے ترس کھا کر اسے آگے دوسری عمارت کی طرف بھیج دیا۔

اعراف میں ناموں کی الجھن

گرمی اورپیاس سے نڈھال بوڑھا مشرق کی طرف چلا اور مٹی گارے کے کچھ مکانات تک پہنچا، جہاں ایک اور نوجوان پہرہ دے رہا تھا۔ یہاں بھی رجسٹر کھنگالا گیا، مگر بلوچی ناموں کا تلفظ عربی لکھائی سے میل نہ کھاتا تھا؛ عربی اور بلوچی کے اس فرق نے دونوں کو پریشان کر دیا اور نام یہاں بھی نہ ملا۔ نوجوان نے بتایا کہ یہ 'اعراف' ہے، ان لوگوں کی جگہ جو چند سال یہاں گزار کر جنت میں جاتے ہیں۔

دوزخ کا نگران

مجبور بوڑھا اور آگے مشرق کی طرف چلا تو دور آگ کے شعلے نظر آئے جو سرخ، سبز اور کالے رنگ بدل رہے تھے۔ وہاں ایک کالا، بدشکل آدمی موٹا سا ڈنڈا لیے کھڑا تھا جس کا سرا جلا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہاں کوئی رجسٹر نہیں؛ جن کے گناہ ثواب سے زیادہ ہوں انھیں فرشتے لا کر آگ کے کنوؤں میں پھینک دیتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا کہ دنیا میں اس کی ایک بڑی قوم تھی، اسے اپنی قوم دکھا دی جائے تاکہ اپنی جگہ معلوم ہو جائے۔

پہلے تین کنویں

پہلے کنویں میں لوگ خاموشی سے جل رہے تھے، کوئی ہاتھ پاؤں تک نہ ہلاتا تھا؛ بوڑھے نے کہا یہ میری قوم نہیں، میری قوم اتنی کاہل نہیں تھی۔ دوسرے کنویں میں لوگ ایک دوسرے سے بے حد ہمدردی رکھتے تھے اور ہر کوئی چاہتا تھا کہ دوسرے کی جگہ وہ خود جل جائے؛ بوڑھے نے کہا میری قوم اتنی متحد کبھی نہیں رہی۔ تیسرے کنویں میں لوگ روتے ہوئے ایک دوسرے کے نیچے چھپنے کی کوشش کر رہے تھے؛ بوڑھے نے کہا ایسی بزدل قوم میری نہیں ہو سکتی۔

چوتھا کنواں اور قوم کی پہچان

آخر ایک اور بڑے کنویں پر بوڑھے نے غور سے دیکھا اور بے ساختہ چیخ اٹھا کہ یہی میری قوم ہے۔ نگران حیران ہوا کہ جلی ہوئی شکلوں میں اس نے اپنی قوم کیسے پہچانی۔ بوڑھے نے کہا کہ قوم شکل سے نہیں، کردار سے پہچانی جاتی ہے: یہاں ہر شخص کنویں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے، اور جب کوئی کنارے تک پہنچتا ہے تو باقی اسے ٹانگوں سے پکڑ کر پھر نیچے کھینچ لیتے ہیں تاکہ کوئی آگے نہ نکل جائے۔ یہ عادت میری قوم کے سوا کسی کی نہیں۔

مرکزی خیال

افسانے 'محشر' کا مرکزی خیال یہ ہے کہ قومیں اپنی شکل و صورت سے نہیں بلکہ اپنے اجتماعی کردار سے پہچانی جاتی ہیں۔ مصنف نے قیامت کے منظر کو علامت بنا کر اپنی قوم کی اس کمزوری پر طنز کیا ہے کہ جب کوئی فرد آگے بڑھنے لگتا ہے تو

Free notes: freebooks.pk

دوسرے اس کی مدد کرنے کے بجائے اس کی ٹانگ کھینچ کر اسے پیچھے گرا دیتے ہیں۔ اسی حسد اور نا اتفاقی کی وجہ سے پوری قوم آگ کے کنویں سے نہیں نکل پاتی۔ افسانہ یہ پیغام دیتا ہے کہ اتحاد، ہمدردی اور ایک دوسرے کو سہارا دینا ہی قوموں کی نجات کا راستہ ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

محشر

قیامت کا دن، جب سب انسان حساب کے لیے جمع کیے جائیں گے۔

سوا نیزے پر سورج

انتہائی قریب اور تیز دھوپ؛ شدید گرمی کی کیفیت۔

چٹیل میدان

ایسا میدان جس میں کوئی درخت یا سبزہ نہ ہو۔

صور

وہ نرسنگا جس کے پھونکے جانے سے قیامت برپا ہوگی۔

منت سماجت

عاجزی سے بار بار درخواست کرنا۔

اعراف

جنت اور دوزخ کے درمیان کی جگہ؛ افسانے میں ان لوگوں کا ٹھکانا جو کچھ عرصہ بعد جنت میں جائیں گے۔

پاسبان / دربان

دروازے کا نگہبان، پہرے دار۔

گڑگڑانا

روتے ہوئے عاجزی سے التجا کرنا۔

نڈھال

تھکن یا کمزوری سے بے حال۔

بیزار

تنگ آیا ہوا، اکتایا ہوا۔

کاہل

سست، کام سے جی چرانے والا۔

متحد

ایک ہو کر رہنے والے، متفق۔

بزدل

ڈرپوک، جس میں ہمت نہ ہو۔

بے ساختہ

بغیر سوچے، اچانک اور فطری طور پر۔

مسخ

بگڑی ہوئی شکل۔

لمحۂ فکریہ

ایسی بات جو سوچنے پر مجبور کر دے۔

خاکہ

دوزخ کے کنویں اور ان کی علامت: یہ خاکہ افسانہ 'محشر' کے آخری منظر میں دکھائے گئے کنوؤں، ان میں موجود لوگوں کے رویے اور بوڑھے کے جواب کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

دوزخ کے کنویں اور ان کی علامت



مختصر سوالات و جوابات

افسانہ ‘محشر’ کے حوالے سے دوپہر کی گرمی کا منظر اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

سورج سوا نیزے پر تھا، گرمی سے چیونٹیاں اور پرندے بے حال تھے، اور دور تک دنیا ایک تپتا ہوا چٹیل میدان لگتی تھی جس میں کوئی سایہ نہ تھا۔

بوڑھے آدمی نے نوجوان کو اپنے تعارف میں کیا بتایا؟

اس نے اپنا نام کلیڈ اور اپنے باپ کا نام بتایا، کہا کہ وہ بلوچستان کا رہنے والا ہے، عمر ستر سال کے قریب ہے، اور وہ حساب کے وقت سویا رہ گیا تھا۔

‘اعراف’ سے کون سا مقام مراد ہے؟

جنت اور دوزخ کے درمیان کی جگہ؛ افسانے کے مطابق یہ ان لوگوں کا ٹھکانا ہے جو چند سال وہاں گزار کر جنت میں جاتے ہیں۔

freebooks.pk

سیاہ فام نے بوڑھے آدمی کو دوزخ کی سیر کروائی تو وہاں لوگوں کے کیا حالات تھے؟

لوگ آگ کے کنوؤں میں جل رہے تھے؛ کہیں سب خاموش اور بے حرکت تھے، کہیں ایک دوسرے کو بچانا چاہتے تھے، کہیں ایک دوسرے کے نیچے چھپ رہے تھے، اور ایک کنویں میں نکلنے والے کو دوسرے نیچے کھینچ رہے تھے۔

بوڑھے آدمی نے اپنی قوم کے لوگوں کو کن عادات کی وجہ سے پہچانا؟

اس عادت سے کہ جب کوئی کنویں کے کنارے تک پہنچتا تو باقی لوگ اسے ٹانگوں سے پکڑ کر واپس آگ میں کھینچ لیتے تھے۔

بوڑھا محشر میں دیر سے کیوں پہنچا؟

وہ سویا ہوا تھا اور صور کی آواز نہ سن سکا؛ سورج کی تپش نے اسے جگایا۔

جنت کے دروازے پر کھڑے نوجوان کا حلیہ کیسا تھا؟

وہ خوش شکل، دراز قد اور سفید پوش تھا۔

اعراف میں بوڑھے کا نام کیوں نہ مل سکا؟

بلوچی ناموں کا تلفظ عربی لکھائی سے میل نہ کھاتا تھا؛ عربی اور بلوچی کے فرق نے دونوں کو الجھا دیا۔

دوزخ کے نگران کا حلیہ بیان کریں۔

وہ کالا اور بدشکل تھا، ناک ہاتھی جیسی، آنکھیں ماتھے پر، اور ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا تھا جس کا سرا جلا ہوا تھا۔

دوزخ میں رجسٹر کیوں نہیں تھا؟

نگران کے مطابق یہاں ان لوگوں کو فرشتے لا کر کنوؤں میں پھینکتے ہیں جن کے گناہ ثواب سے زیادہ ہوں؛ اس لیے نام درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

مکمل متضاد اور نسبتاً متضاد میں کیا فرق ہے؟

مکمل متضاد میں کوئی درمیانی کیفیت نہیں ہوتی (زندہ/مردہ)؛ نسبتاً متضاد میں کئی درجے ہو سکتے ہیں (گرم/سرد، بیچ میں نیم گرم)۔

خط کو 'نصف ملاقات' کیوں کہا جاتا ہے؟

کیونکہ خط کے ذریعے انسان اپنے خیالات اور جذبات دوسرے تک ایسے پہنچاتا ہے جیسے آدھی ملاقات ہو گئی ہو۔

Free notes: freebooks.pk

تفصیلی سوالات و جوابات

افسانہ 'محشر' کا خلاصہ اہم نکات کی روشنی میں تحریر کریں۔

آغاز: محشر کی دوپہر

شدید گرمی کی دوپہر میں ایک بوڑھا، پھٹے پرانے کپڑوں اور ننگے پاؤں، جنت کی عمارت تک پہنچتا ہے۔ وہ سویا رہ گیا تھا اور صور نہ سن سکا، جبکہ حساب کتاب ختم ہو چکا ہے۔

جنت اور اعراف میں تلاش

جنت کے رجسٹر میں اس کا نام نہیں ملتا۔ اعراف میں بھی رجسٹر دیکھا جاتا ہے مگر بلوچی ناموں اور عربی لکھائی کے فرق سے نام نہیں ملتا، اور اسے آگے بھیج دیا جاتا ہے۔

دوزخ کے کنویں

دوزخ کا کالا نگران اسے آگ کے کنویں دکھاتا ہے۔ پہلے تین کنوؤں کے لوگوں کو بوڑھا کاہلی، اتحاد اور بزدلی کی بنا پر اپنی قوم ماننے سے انکار کرتا ہے۔

انجام: اپنی قوم کی پہچان

آخری کنویں میں وہ دیکھتا ہے کہ جو شخص کنارے تک پہنچے، دوسرے اسے نیچے کھینچ لیتے ہیں۔ وہ پکار اٹھتا ہے کہ یہی میری قوم ہے، کیونکہ قوم کردار سے پہچانی جاتی ہے۔

سیاق و سباق کے حوالے سے اس اقتباس کی تشریح کریں: 'بوڑھا مشرق کی طرف روانہ ہوا... جس کا سرا جلا ہوا تھا۔'

حوالۂ متن

یہ اقتباس غوث بہار کے بلوچی افسانے 'محشر' سے لیا گیا ہے جس کا اردو ترجمہ غنی پرواز نے کیا۔

سیاق و سباق

اس سے پہلے بوڑھے کا نام جنت اور اعراف دونوں کے رجسٹر میں نہیں ملا، اور اعراف کے نوجوان نے بیزار ہو کر اسے مشرق کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد دوزخ کا نگران اسے آگ کے کنویں دکھاتا ہے۔

تشریح

بوڑھا بے بسی اور مجبوری کی حالت میں اس امید پر آگے بڑھتا ہے کہ شاید کہیں سایہ مل جائے۔ دور سے رنگ بدلتے شعلے دکھائی دیتے ہیں اور آگ کی گرمی دھوپ کی گرمی کے ساتھ مل کر اسے جھلسانے لگتی ہے۔ قریب پہنچنے پر ایک کالا، بدشکل

Free notes: freebooks.pk

آدمی اس کا استقبال کرتا ہے جو پچھلے دونوں نوجوانوں سے بالکل مختلف ہے، اور اس کے ہاتھ کا جلا ہوا ڈنڈا بتاتا ہے کہ یہ دوزخ کا علاقہ ہے۔

فنی خوبی

مصنف نے منظر نگاری اور تضاد (سفید پوش خوش شکل دربان بمقابلہ کالا بدشکل نگران) کے ذریعے جنت سے دوزخ کی طرف سفر کا احساس پیدا کیا ہے، جو افسانے کے انجام کی تیاری بھی ہے۔

اخبار کے مدیر کے نام خط لکھیں جس میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے مسئلے کو اجاگر کیا گیا ہو۔

آغاز (مقام، تاریخ، القاب)

امتحان ہال، شہر الف — تاریخ: ... بخدمت جناب مدیر صاحب، روزنامہ 'الف'۔ جنابِ عالی! آپ کے مؤقر اخبار کی وساطت سے میں متعلقہ حکام کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

نفسِ مضمون: مسئلہ

ہمارے علاقے میں کئی ماہ سے روزانہ آٹھ سے دس گھنٹے بجلی بند رہتی ہے اور اس کا کوئی مقررہ شیڈول بھی نہیں۔ شدید گرمی میں بزرگ اور بچے بیمار ہو رہے ہیں، پانی کی موٹریں نہ چلنے سے پانی کی قلت ہے اور طلبہ امتحانات کی تیاری نہیں کر پا رہے۔

نفسِ مضمون: نقصانات اور تجاویز

چھوٹے دکان دار اور کارخانے بند پڑے ہیں جس سے مزدوروں کا روزگار متاثر ہو رہا ہے۔ گزارش ہے کہ لوڈ شیڈنگ کا باقاعدہ شیڈول جاری کیا جائے، امتحانات کے دنوں میں شام کے اوقات میں بجلی بحال رکھی جائے اور خراب ٹرانسفارمر جلد تبدیل کیے جائیں۔

اختتام

امید ہے کہ آپ اس خط کو اپنے اخبار میں جگہ دے کر عوام کی آواز حکام تک پہنچائیں گے۔ والسلام، آپ کا مخلص، الف ب ج، محلہ ...، شہر ...۔ (امتحان میں اپنا اصل نام اور پتا نہ لکھیں بلکہ الف ب ج استعمال کریں۔)

افسانہ 'محشر' کے عنوان، کردار نگاری اور سماجی پیغام پر تبصرہ کریں۔

عنوان کی معنویت

'محشر' کا لغوی مطلب جمع ہونے کی جگہ اور قیامت کا دن ہے۔ افسانے کا سارا واقعہ قیامت کے دن پیش آتا ہے، مگر معنوی طور پر یہ وہ میدان ہے جہاں قوموں کے کردار بے نقاب ہوتے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

کردار نگاری

بوڑھا ایک سادہ، غریب مگر اپنی قوم کو اچھی طرح جاننے والا کردار ہے؛ اس کی بے بسی اور آخر میں تلخ اعتراف دل کو چھوتا ہے۔ تینوں نگہبان جنت، اعراف اور دوزخ کی علامت ہیں اور ان کے حلیے مقام کے مطابق ہیں۔

علامتیں

آگ کے کنویں مختلف قومی رویوں کی علامت ہیں: کاہلی، اتحاد، بزدلی اور حسد۔ رجسٹر میں نام نہ ملنا شناخت کے مسئلے اور زبان کے فرق کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

سماجی پیغام

افسانہ ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ جب تک ہم ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے رہیں گے، کوئی آگے نہیں نکل سکے گا؛ ترقی کا راستہ اتحاد اور ایک دوسرے کو سہارا دینا ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

افسانے کے آغاز میں دنیا نظر آ رہی تھی: (الف) چپٹا میدان (ب) بے آب و گیاہ میدان (ج) چٹیل میدان (د) بنجر میدان

درست جواب: (ج) چٹیل میدان۔ متن میں دنیا کو تپتا ہوا چٹیل میدان کہا گیا ہے۔

ان دونوں کو ناموں کے معاملے میں کس فرق نے پریشان کر رکھا تھا؟ (الف) اردو اور بلوچی (ب) فارسی اور بلوچی (ج) سندھی اور بلوچی (د) عربی اور بلوچی

درست جواب: (د) عربی اور بلوچی۔ بلوچی تلفظ عربی لکھائی سے میل نہ کھاتا تھا۔

پہلے کنویں کو دیکھ کر بوڑھے نے کہا: میری قوم اتنی ___ نہیں تھی۔ (الف) سست (ب) کاہل (ج) پسماندہ (د) ہوشیار

درست جواب: (ب) کاہل۔ پہلے کنویں کے لوگ ہاتھ پاؤں تک نہ ہلاتے تھے۔

بوڑھے کے مطابق قوم شکل سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ اس کے: (الف) افراد سے (ب) اقوال سے (ج) کردار سے (د) اخلاق سے

درست جواب: (ج) کردار سے۔ قوم کردار سے پہچانی جاتی ہے۔

افسانہ ‘محشر’ کے مصنف ہیں: (الف) غنی پرواز (ب) غوث بہار (ج) گل خان نصیر (د) عطا شاد

درست جواب: (ب) غوث بہار۔ غنی پرواز اس کے اردو مترجم ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

افسانہ 'محشر' اصل میں کس زبان میں لکھا گیا؟ (الف) سندھی (ب) پشتو (ج) بلوچی (د) پنجابی

درست جواب: (ج) بلوچی۔ یہ بلوچی افسانہ ہے جس کا اردو ترجمہ ہوا۔

بوڑھا محشر میں دیر سے کیوں پہنچا؟ (الف) راستہ بھول گیا (ب) سویا ہوا تھا (ج) بیمار تھا (د) سفر میں تھا

درست جواب: (ب) سویا ہوا تھا۔ وہ صور کی آواز بھی نہ سن سکا۔

بوڑھے نے اپنی عمر بتائی: (الف) پچاس سال (ب) ساٹھ سال (ج) ستر سال (د) اسی سال

درست جواب: (ج) ستر سال۔ اس نے عمر ستر سال کے قریب بتائی۔

دوسرے کنویں کے لوگوں کے بارے میں بوڑھے نے کہا کہ میری قوم کبھی اتنی نہیں رہی: (الف) بہادر (ب) متحد (ج) امیر (د) کاہل

درست جواب: (ب) متحد۔ وہاں ہر شخص دوسرے کو بچانا چاہتا تھا۔

دوزخ کے نگران کے ہاتھ میں تھا: (الف) رجسٹر (ب) تلوار (ج) جلے سرے والا ڈنڈا (د) چراغ

درست جواب: (ج) جلے سرے والا ڈنڈا۔ اس کے موٹے ڈنڈے کا سرا جلا ہوا تھا۔

'استاد/شاگرد' متضاد الفاظ کی کس قسم کی مثال ہے؟ (الف) مکمل متضاد (ب) نسبتاً متضاد (ج) دو طرفہ متضاد (د) کوئی نہیں

درست جواب: (ج) دو طرفہ متضاد۔ ایک لفظ دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

مدیر کے نام خط کس قسم کا خط ہے؟ (الف) نجی خط (ب) رسمی خط (ج) غیر رسمی خط (د) دعوتی خط

درست جواب: (ب) رسمی خط۔ اداروں اور عوامی مسائل سے متعلق خط رسمی ہوتے ہیں۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: غوث بخش بہار (1952ء–2018ء)، اورماڑہ، بلوچستان؛ بلوچی شاعر، ادیب، محقق، ماہرِ لسانیات؛ اردو ترجمہ: غنی پرواز۔
- مقامات: جنت (سفید پوش نوجوان، رجسٹر) → اعراف (مٹی گارے کے مکان، ناموں کی الجھن) → دوزخ (کالا نگران، آگ کے کنویں)۔
- کنویں: کاہل قوم، متحد قوم، بزدل قوم، اور 'یہی میری قوم' (نکلنے والے کو نیچے کھینچنا)۔
- مرکزی خیال: قوم شکل سے نہیں، کردار سے پہچانی جاتی ہے؛ حسد اور ٹانگ کھینچنے کی عادت پر طنز۔
- قواعد: متضاد الفاظ (مکمل، نسبتاً، دو طرفہ)؛ امدادی افعال: چاہنا، ہونا، رکھنا، پڑنا، ڈالنا۔

Free notes: freebooks.pk

- خطوط: نجی اور رسمی؛ اجزا آٹھ: مقام، تاریخ، القاب، آداب، نفسِ مضمون، اختتامی کلمات، مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کا نام و پتا۔

امتحانی نکات

- خلاصے میں سفر کی ترتیب یاد رکھیں: جنت → اعراف → دوزخ → کنویں۔
- ہر کنویں کے ساتھ بوڑھے کا جملہ (کاہل، متحد، بزدل، یہی میری قوم) یاد کریں؛ MCQs یہیں سے آتے ہیں۔
- تشریح میں حوالۂ متن، سیاق و سباق، تشریح اور فنی خوبی الگ الگ عنوانات کے تحت لکھیں۔
- خط میں اپنا اصل نام اور پتا نہ لکھیں؛ الف ب ج اور ‘امتحان ہال’ استعمال کریں، اور آٹھوں اجزا شامل کریں۔
- متضاد الفاظ کے جملے ایسے بنائیں کہ دونوں الفاظ ایک ہی جملے میں آئیں۔

حقائق کی وضاحت

غوث بہار کے سنِ پیدائش و وفات (1952ء–2018ء) اور اورماڑہ سے تعلق درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج کیے گئے ہیں۔

درسی کتاب میں افسانے کے آخر میں ماخذ ‘پاکستانی کہانیاں’ درج ہے؛ اردو ترجمہ غنی پرواز کا ہے۔

کتاب کی مشق کا سوال 4 (مشکل الفاظ کی فہرست بنا کر جوڑوں میں ایک دوسرے سے معنی پوچھنا) جماعتی سرگرمی ہے؛ اس کے لیے مشکل الفاظ ‘اہم الفاظ اور معانی’ میں دیے گئے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 8: مینار

Urdu Class 12 Lesson 8: Minar (Mukhtar Masood)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے آٹھویں سبق 'مینار' پر مبنی ہیں، جو مختار مسعود کی مشہور کتاب 'آوازِ دوست' سے لیا گیا ہے۔ اس سبق میں مصنف مینارِ قراردادِ پاکستان کی تعمیر کے فیصلوں کا احوال سناتے ہوئے مینار کی تاریخ بیان کرتا ہے: دفاعی مینار، دیوارِ چین، قبائلی علاقے کا مٹی کا مینار اور سمندر کنارے کے روشن مینار۔ ہر ذکر کے ساتھ وہ قوم، آزادی اور انسانی اوصاف کے بارے میں گہری باتیں کہتا ہے۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، سبق کا حصہ وار خلاصہ، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، اہم جملوں کی وضاحت، اقتباس کی تشریح، متشابہ الفاظ کے قواعد، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- تحریکِ پاکستان اور قراردادِ لاہور کے پس منظر کو سمجھنا۔
- مینارِ پاکستان کی تاریخی اور قومی اہمیت سے آگاہ ہونا۔
- ادبی نثر کے اسلوب اور فکری گہرائی کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
- قومی یادگاروں اور تاریخی مقامات کے احترام اور تحفظ کا شعور حاصل کرنا۔
- مختار مسعود کی شخصیت اور ادبی خدمات سے روشناس ہونا۔

مصنف کا تعارف

مختار مسعود (1926ء–2017ء) سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ بی اے سے لے کر ایم اے تک تعلیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے حاصل کی۔ ان کے والد پروفیسر شیخ عطاء اللہ نے بیس سال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اقتصادیات کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

مختار مسعود نے تحریکِ پاکستان میں ایک طالب علم کارکن کی حیثیت سے حصہ لیا اور علی گڑھ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے برسوں وابستہ رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ سول سروس آف پاکستان کے لیے منتخب ہوئے اور ملازمت کے دوران اعلیٰ ترین سطح پر خدمات انجام دیں۔ وہ کثیر المشاغل انسان تھے؛ تعلیم، سفر، تحقیق، تصنیف، تقریر، فنونِ لطیفہ، نظامت، معیشت، مالیات اور قانون سبھی ان کی دلچسپی کے میدان تھے۔

تحریکِ پاکستان کا کارکن ہونے کی وجہ سے ان کی تحریروں میں برصغیر کے مسلمانوں کی بیداری اور تحریکِ آزادی کی تفصیل ملتی ہے، جسے وہ ادبی چاشنی کے ساتھ مؤثر انداز میں لکھتے ہیں۔ آزادی کے بعد جوش و جذبے کے سرد ہو جانے پر اجتماعی احساسِ زیاں کو بھی انھوں نے جھنجھوڑا۔ ان کا اسلوب دل کش، عبارت بامحاورہ اور رواں ہے؛ وہ قاری کو اپنے جذبوں میں شریک کرلیتے ہیں اور سیاسی شعور کے ساتھ تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اہم تصانیف: 'آوازِ دوست'، 'سفر نصیب'، 'لوحِ ایام' اور 'حرفِ شوق'۔

متشابہ الفاظ (قواعد)

متشابہ الفاظ

ایسے الفاظ جن کی ظاہری شکل یا آواز میں مشابہت ہو مگر معنی اور مفہوم مختلف ہوں۔ ان کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) املا اور تلفظ ایک، معنی مختلف

پر: پرندے کا پَر / کسی چیز کے اوپر (میز پر)۔ سونا: نیند / ایک قیمتی دھات۔

(ب) املا ایک، اعراب اور معنی مختلف

دَم: سانس / دُم: جانور کی دُم۔ پَل: لمحہ / پُل: ندی نالے پر سے گزرنے کا راستہ۔

(ج) آواز ایک، املا اور معنی مختلف

ارض: زمین / عرض: چوڑائی یا گزارش۔ سدا: ہمیشہ / صدا: آواز۔

مشق 6: روزمرہ کی مثالیں (جملوں میں)

آم (پھل) / عام (معمولی): بازار میں آم عام ملنے لگے ہیں۔ بال (سر کے) / بال (گیند): بچے کے بال گیند لگنے سے بکھر گئے۔ کَل / کُل: کل کے امتحان میں کُل سو نمبر ہیں۔ اثر / عصر: عصر کی نماز کا دل پر گہرا اثر ہوا۔ سفر / صفر: لمبے سفر کے بعد تھکن صفر نہیں رہتی۔ ہار (شکست) / ہار (گلے کا): جیتنے والے کو ہار پہنایا گیا اور ہارنے والا خاموش رہا۔

سبق کا تعارف

'مینار' مختار مسعود کی کتاب 'آوازِ دوست' کا ایک حصہ ہے۔ مصنف لاہور میں مینارِ قراردادِ پاکستان کی مجلسِ تعمیر کے صدر تھے؛ سبق کا آغاز اسی مجلس کی پہلی نشست سے ہوتا ہے اور پھر مصنف مینار کی تاریخ، اس کی مختلف صورتوں اور اپنے ذاتی مشاہدات کی طرف چلا جاتا ہے۔

یہ سبق انشائیہ نما فکری نثر ہے جس میں تاریخ، سفرنامہ، یادداشت اور فلسفہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اسلوب پُر وقار، استعاراتی اور اشعار سے آراستہ ہے۔ مینار یہاں محض عمارت نہیں بلکہ نظریاتی دفاع، آزادی، دین کی سربلندی اور رہنمائی کی علامت ہے۔

Free notes: freebooks.pk

حصہ وار خلاصہ

مجلسِ تعمیر کی پہلی نشست

مینارِ قراردادِ پاکستان کی مجلسِ تعمیر کی پہلی نشست میں مصنف عہدے کے لحاظ سے صدارت کر رہا تھا۔ اس وقت اس کا ذہن برنارڈ شا کے اس قول پر غور کر رہا تھا کہ جہاں دل کی خواہش اور فرضِ منصبی ایک ہو جائیں وہی خوش بختی ہے۔ مصنف کو یہ کام ایسا ہی لگا، کیونکہ مینار کا تعلق اس کے اپنے دور اور تحریکِ پاکستان سے تھا۔ اس نے اسے اینٹ پتھر کا کام نہیں بلکہ نئی دنیا کی تعمیر اور نئے افکار کی تعبیر سمجھا اور اقبال کے الفاظ میں اسے جبریل کی جلوہ گاہ بنانا چاہا۔

‘یادگار’ کا لفظ کیوں نکالا گیا؟

تعمیر کے ابتدائی دنوں میں جب مصنف موقع پر پہنچا تو ایک چوکیدار نے پوچھا کہ یہاں کیا بن رہا ہے، اور خود ہی کہا کہ یادگار بن رہی ہے۔ مجلس کی کارروائی میں یہی پہلا مسئلہ بنا۔ ‘یادگار’ کا عام تصور موت اور فنا سے جڑا ہوا تھا، یعنی کسی گزر جانے والے کی یاد۔ چونکہ پاکستان کا تصور زندہ اور جاری ہے، اس لیے منصوبے سے یہ لفظ خارج کر دیا گیا اور اس کی جگہ ‘مینار’ کا نام رکھا گیا۔

اہرامِ مصر کے معمار کی مثال

مصنف بتاتا ہے کہ اہرامِ مصر کے معمار نے صحرا کی وسعت دیکھ کر فیصلہ کیا کہ عمارت بلند ہونی چاہیے، ریت کے بھربھرے پن کو دیکھ کر سوچا کہ اسے ٹھوس اور سنگین ہونا چاہیے، اور دھوپ میں ریت کے چمکتے ذروں کو دیکھ کر اس کی سطح ایسی رکھی کہ وہ روشنی کو منعکس کرے۔ یوں اس نے موت کے مقبرے کو پائیدار شکل دی اور اہرام عجائبِ عالم میں شامل ہو گئے۔

قرارداد کی علامت کے طور پر مینار

مجلس کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ قراردادِ پاکستان کی علامت کیا ہو: باغ، جھیل، فوارہ، مسجد، کتب خانہ، عجائب گھر، ہال، ہسپتال، دروازہ، درس گاہ یا مینار؟ طویل بحث کے بعد مینار پر اتفاق ہوا۔ اقبال پارک کے آس پاس شاہی مسجد، قلعہ، گوردوارہ اور اقبال کا مزار ہیں؛ بلندی سے اندرون شہر، دریائے راوی اور جہانگیر کے مقبرے کے آٹھ مینار ایک منظر میں دکھائی دیتے ہیں اور یہ نیا مینار ان میں نویں کا اضافہ ہے۔ کسی قرارداد کی یاد میں مینار بنانا دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔

مینار کی تاریخ: دفاع سے نشانِ خیر تک

تاریخ کے مطابق مینار پہلے دفاعی ضرورت کے تحت وجود میں آیا، پھر علامت بنا، پھر دین کا ستون (اذان کی جگہ) اور آخر فتح کا نشان۔ مصنف کے نزدیک مینارِ قرارداد ان سب حیثیتوں کا جامع ہے: یہ نظریاتی دفاع کی ضرورت، تحریکِ آزادی کی

Free notes: freebooks.pk

علامت، دین کی سربلندی کا گواہ اور ہماری تاریخ کا نشانِ خیر ہے۔ دفاعی مینار میسوپوٹیمیا میں ایجاد ہوئے، رومیوں اور بازنطینیوں نے انھیں سب سے زیادہ استعمال کیا، اور شہروں کی فصیلوں پر برج بنائے جانے لگے۔

دیوارِ چین

مصنف دیوارِ چین کا ذکر کرتا ہے جو اب ہاتھی کے دانتوں کی طرح صرف دکھانے کے کام آتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اصل دیوار وہ ہے جو لوگ شانہ بشانہ کھڑے ہو کر بناتے ہیں؛ وہی سدِ سکندری اور وہی سدِ یاجوج ہے۔ دیوار دیکھنے گیا تو دور سے وہ پہاڑوں پر ایک باریک لکیر لگتی تھی۔ ایک دفاعی مینار پر چڑھتے ہوئے اس نے پچاس یوآن کا نوٹ نکال کر اعلان کیا کہ جو سب سے پہلے مینار پر پہنچے گا اسے انعام ملے گا؛ نوجوان دوڑ پڑے اور مصنف پیچھے رہ گیا۔ وہ شاعروں کی مثال دے کر کہتا ہے کہ دیوارِ چین تو نہیں، البتہ غالب نے اپنے آنسوؤں سے دیوارِ چمن ضرور ڈھا دی تھی۔

قبائلی علاقے کا مٹی کا مینار

دفاعی مینار پر چڑھنے کی مصنف کی حسرت مغربی پاکستان کے قبائلی علاقے میں پوری ہوئی۔ ایک سردار کے ہاں کھانے کے بعد وہ حویلی کے کونے میں بنے مٹی کے مینار پر سیڑھی سے چڑھا۔ اندر روشنی کی کرن کے ساتھ ایک ٹوٹی کرسی اور چند کارتوس پڑے تھے، اور پاس ہی ایک ٹرانسسٹر ریڈیو بج رہا تھا۔ مصنف کو لگا کہ ہزاروں سال پرانے میسوپوٹیمیا کے مٹی کے مینار میں بیسویں صدی کا گانا بج رہا ہے۔

روشن مینار اور سری لنکا کا ساحل

سمندر کے کنارے رہنمائی کے لیے بنائے جانے والے مینار، جن کے اوپر رات کو روشنی رہتی ہے، روشن مینار کہلاتے ہیں۔ یہ اکثر خطرناک چٹانوں پر بنتے تھے اور ان کے رکھوالے تنہائی اور جفاکشی کی زندگی گزارتے تھے۔ اب بجلی اور خودکار نظام نے رکھوالوں کی ضرورت ختم کر دی؛ مصنف کے نزدیک ترقی نے کئی انفرادی اوصاف کو غیر ضروری بلکہ مضر بنا دیا ہے۔ بچپن میں نقشے پر سری لنکا کے آخری کنارے کو مصنف ایشیا کا خاتمہ سمجھتا تھا؛ برسوں بعد بحری جہاز پر اس نے اسی جزیرے کے آخری ساحل پر ایک روشن مینار دیکھا تو بچپن کا خواب اس کے سامنے آ گیا۔

مرکزی خیال

سبق ‘مینار’ کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مینارِ قراردادِ پاکستان اینٹ پتھر کی یادگار نہیں بلکہ ایک زندہ نظریے کی علامت ہے۔ مصنف مینار کی تاریخ کے ذریعے بتاتا ہے کہ مینار دفاع، رہنمائی، دین کی سربلندی اور فتح کے نشان رہے ہیں، اور مینارِ پاکستان ان سب معانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ وہ یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ قوموں کی حقیقی حفاظت پتھر کی دیواروں سے نہیں بلکہ عوام کے اتحاد سے ہوتی ہے، اور ترقی کے شور میں انسانی اوصاف جیسے جفاکشی اور ایثار کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

Free notes: freebooks.pk

اہم الفاظ کے معنی

مجلسِ تعمیر

تعمیر کا کام انجام دینے والی کمیٹی۔

فرضِ منصبی

عہدے کی ذمہ داری۔

سنگ و خشت

پتھر اور اینٹ۔

جہانِ نو

نئی دنیا۔

تعبیر

خواب کا عملی نتیجہ یا مطلب۔

جلوہ گہِ جبریل

وہ مقام جہاں فرشتۂ جبریل جلوہ گر ہوں؛ مقدس اور بلند مقام۔

فنا

ختم ہو جانا، موت۔

منعکس

روشنی کا پلٹ کر واپس آنا۔

عجائبِ عالم

دنیا کے عجوبے۔

فصیل

شہر کے گرد بنی ہوئی حفاظتی دیوار۔

برج

فصیل پر بنا ہوا مینار نما حصہ۔

سدِ سکندری

سکندر سے منسوب مضبوط دیوار؛ مضبوط رکاوٹ کی علامت۔

Free notes: freebooks.pk

شانہ بشانہ
کندھے سے کندھا ملا کر، متحد ہو کر۔

نقب لگانا
دیوار توڑ کر راستہ بنانا، سیندھ لگانا۔

حسرت
ادھوری آرزو۔

روشن مینار
سمندر کنارے جہازوں کی رہنمائی کے لیے روشنی والا مینار (لائٹ ہاؤس)۔

جفاکشی
سختیاں برداشت کرنا۔

مضر
نقصان دہ۔

خاکہ
سبق ‘مینار’ میں مینار کی صورتیں: یہ خاکہ سبق ‘مینار’ میں بیان کی گئی مینار کی مختلف صورتوں اور ان سے نکلنے والے مفہوم کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

سبق ‘مینار’ میں مینار کی صورتیں



مختصر سوالات و جوابات

مینارِ قراردادِ پاکستان کی مجلسِ تعمیر کی صدارت کون کر رہا تھا؟

خود مصنف مختار مسعود، اپنے سرکاری عہدے کے لحاظ سے۔

‘یادگار’ کا لفظ کیوں خارج کر دیا گیا؟

کیونکہ یادگار کا عام تصور موت اور فنا سے جڑا ہوا تھا، جبکہ قراردادِ پاکستان ایک زندہ نظریہ ہے؛ اس لیے ‘مینار’ کا لفظ اپنایا گیا۔

اہرامِ مصر کے معمار نے کیا فیصلہ کیا؟

صحرا کی وسعت دیکھ کر عمارت بلند، ریت کی کمزوری دیکھ کر ٹھوس، اور دھوپ کی چمک دیکھ کر روشنی منعکس کرنے والی بنانے کا فیصلہ کیا۔

freebooks.pk

قراردادِ پاکستان کی علامت اور عمارت کے حوالے سے کیا دشواری پیش آئی؟

یہ طے کرنا مشکل تھا کہ علامت کیا ہو: باغ، مسجد، کتب خانہ، ہسپتال، دروازہ، درس گاہ یا مینار؛ طویل بحث کے بعد مینار پر اتفاق ہوا۔

مصنف کی دفاعی مینار پر چڑھنے کی حسرت کہاں اور کیسے پوری ہوئی؟

مغربی پاکستان کے قبائلی علاقے میں، جہاں ایک سردار کی حویلی کے کونے میں بنے مٹی کے مینار پر وہ سیڑھی سے چڑھا۔

مینار ابتدا میں کس ضرورت کے تحت وجود میں آیا؟

دفاعی ضرورت کے تحت۔

دفاعی مینار کہاں ایجاد ہوئے اور کن لوگوں نے انھیں زیادہ استعمال کیا؟

میسوپوٹیمیا میں ایجاد ہوئے؛ رومیوں اور بازنطینیوں نے سب سے زیادہ استعمال کیا۔

اقبال پارک کی بلندی سے کون سے آٹھ مینار ایک منظر میں نظر آتے ہیں؟

شاہی مسجد اور جہانگیر کے مقبرے کے مینار، جو اندرون شہر اور دریائے راوی کے ساتھ منظر کا حصہ بنتے ہیں؛ مینارِ قرارداد ان میں نواں ہے۔

دیوارِ چین پر مصنف نے نوجوانوں کو کیا پیشکش کی؟

اس نے پچاس یوآن کا نوٹ نکال کر کہا کہ جو سب سے پہلے مینار پر پہنچے گا اسے یہ انعام ملے گا۔

روشن مینار کسے کہتے ہیں؟

سمندر کنارے بنے وہ مینار جن کے اوپر رات کو روشنی رہتی ہے تاکہ جہازوں کو راستہ اور خطرناک چٹانوں کا پتا چلے۔

روشن مینار کے رکھوالوں کی ضرورت کیوں ختم ہو گئی؟

بجلی اور خودکار نظام آنے سے روشنی خود بخود جلنے بجھنے لگی۔

متشابہ الفاظ کسے کہتے ہیں؟ ایک مثال دیں۔

جن الفاظ کی شکل یا آواز ملتی جلتی ہو مگر معنی مختلف ہوں، جیسے سدا (ہمیشہ) اور صدا (آواز)۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سبق ‘مینار’ کا خلاصہ اہم نکات کی روشنی میں تحریر کریں۔

مجلسِ تعمیر اور نام کا فیصلہ

مصنف مینارِ قراردادِ پاکستان کی مجلسِ تعمیر کا صدر تھا اور اسے یہ کام دل کی خواہش اور فرض کا ملاپ لگا۔ ‘یادگار’ کا لفظ موت کے تصور سے جڑا ہونے کی وجہ سے خارج کیا گیا اور ‘مینار’ کا نام رکھا گیا۔

Free notes: freebooks.pk

علامت کا انتخاب

اہرامِ مصر کے معمار کی طرح مجلس نے بھی سوچا کہ قرارداد کی علامت کیا ہو؛ کئی تجاویز کے بعد مینار چنا گیا جو اقبال پارک میں آٹھ تاریخی میناروں کے منظر میں نواں اضافہ ہے۔

مینار کی تاریخ اور دیوارِ چین

مینار دفاع سے شروع ہو کر علامت، اذان کی جگہ اور فتح کا نشان بنا۔ دیوارِ چین اب دکھاوے کی چیز ہے؛ اصل دیوار عوام کا اتحاد ہے۔ مصنف نے دیوار کے مینار اور قبائلی علاقے کے مٹی کے مینار پر چڑھنے کے تجربات بیان کیے۔

روشن مینار

سمندر کنارے کے روشن مینار رہنمائی کرتے تھے مگر اب خودکار ہو گئے ہیں، جس پر مصنف افسوس کرتا ہے کہ ترقی نے انسانی اوصاف کو غیر ضروری بنا دیا۔ آخر میں سری لنکا کے آخری ساحل کے روشن مینار کا ذکر اس کے بچپن کے خواب کی تعبیر بن جاتا ہے۔

سبق ‘مینار’ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

(الف) ‘یہ (مینار) نظریاتی دفاع کی ضرورت... ہماری تاریخ کا ایک نشانِ خیر ہے۔’

مصنف کہتا ہے کہ مینار کی ساری تاریخی حیثیتیں مینارِ قرارداد میں جمع ہیں: جیسے پرانے مینار شہروں کا دفاع کرتے تھے ویسے یہ نظریۂ پاکستان کا دفاع کرتا ہے؛ یہ آزادی کی جدوجہد کی علامت، اسلام کی سربلندی کا گواہ اور ہماری تاریخ کا مبارک نشان ہے۔

(ب) ‘جہاں لوگ شانہ بشانہ... وہی سدِ یاجوج۔’

مصنف کے نزدیک کسی قوم کی سب سے مضبوط دیوار پتھر کی نہیں بلکہ متحد عوام کی ہوتی ہے۔ جب لوگ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں تو وہ سدِ سکندری جیسی ناقابلِ تسخیر رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

(ج) ‘دیوارِ چین تو نہیں البتہ دیوارِ چمن تو حضرت غالب نے بھی ڈھا دی تھی۔’

یہ ہلکا سا مزاح ہے۔ شاعروں نے دعویٰ کیا کہ ان کی آہ و فغاں سے بڑے محل اور دیواریں گر گئیں؛ مصنف کہتا ہے کہ دیوارِ چین تو کسی شاعر سے نہ گری، البتہ غالب کے ایک شعر میں عاشق کے آنسوؤں سے باغ کی دیوار ضرور گر گئی۔

(د) ‘میں نے اسے سنگ و خشت کے بجائے جہانِ نو کی تعمیر اور افکارِ نو کی تعبیر سمجھا۔’

مصنف کے لیے مینار کی تعمیر محض اینٹ پتھر جوڑنے کا کام نہیں تھا بلکہ ایک نئی مملکت اور نئے خیالات کے خواب کو عملی شکل دینا تھا؛ یعنی یہ قوم کی فکری تعمیر کا نشان ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سیاق و سباق کے حوالے سے اس اقتباس کی تشریح کریں: 'سمندر کے کنارے جو مینار نشانِ راہ... غیر ضروری بلکہ مضر قرار دے دی گئی ہے۔'

حوالۂ متن

یہ اقتباس مختار مسعود کی کتاب 'آوازِ دوست' کے مضمون 'مینار' سے لیا گیا ہے۔

سیاق و سباق

اس سے پہلے مصنف دفاعی میناروں، دیوارِ چین اور قبائلی علاقے کے مٹی کے مینار کا ذکر کر چکا ہے۔ اس حصے میں وہ مینار کی ایک اور صورت، یعنی روشن مینار، کا ذکر کرتا ہے اور اس کے بعد سری لنکا کے ساحل کے روشن مینار کا اپنا مشاہدہ سناتا ہے۔

تشریح

سمندر کنارے بنے روشن مینار رات کو جہازوں کو خطرناک چٹانوں سے خبردار کرتے تھے۔ ان کے رکھوالے طوفانوں میں کئی کئی دن دنیا سے کٹ کر تنہائی اور جفاکشی میں زندگی گزارتے تھے۔ اب روشنی بجلی سے خودبخود جلتی بجھتی ہے، اس لیے رکھوالے کی ضرورت نہیں رہی۔ مصنف افسوس کرتا ہے کہ ترقی نے ہمت، صبر اور ایثار جیسے انفرادی اوصاف کو زندگی کے کئی شعبوں میں غیر ضروری بلکہ نقصان دہ بنا دیا ہے۔

نتیجہ

یوں روشن مینار رہنمائی کی علامت بھی ہے اور جدید دور پر ایک لطیف تنقید بھی کہ مشینوں کے ساتھ انسانی خوبیوں کی قدر کم نہ ہونے دی جائے۔

سبق 'مینار' کی روشنی میں مینار کی مختلف حیثیتیں اور مینارِ پاکستان کی اہمیت بیان کریں۔

دفاعی حیثیت

مینار پہلے دفاعی ضرورت کے تحت بنے؛ میسوپوٹیمیا سے شروع ہو کر رومی، بازنطینی اور چینی فصیلوں تک پہنچے۔

دینی اور فتح کی حیثیت

بعد میں مینار علامت بنے، مسجدوں میں اذان کی جگہ کے طور پر دین کا ستون بنے اور فتح کے نشان کے طور پر بھی تعمیر ہوئے۔

رہنمائی کی حیثیت

سمندر کنارے کے روشن مینار جہازوں کو راستہ دکھاتے رہے؛ یہ رہنمائی اور قربانی کی علامت ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

مینارِ پاکستان کی اہمیت

مینارِ قرارداد ان سب حیثیتوں کا جامع ہے: نظریۂ پاکستان کا دفاع، آزادی کی علامت، دین کی سربلندی کا گواہ اور تاریخ کا نشانِ خیر۔ کسی قرارداد کی یاد میں مینار بنانا دنیا میں منفرد ہے، اس لیے یہ قوم کے لیے فخر اور رہنمائی کا نشان ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

مینار کی ابتدائی صورت وجود میں آئی: (الف) تاریخی ضرورت کے تحت (ب) ثقافتی ضرورت کے تحت (ج) دفاعی ضرورت کے تحت (د) تعمیراتی ضرورت کے تحت

درست جواب: (ج) دفاعی ضرورت کے تحت۔ تاریخ کے مطابق مینار پہلے دفاع کے لیے بنے۔

ہاتھی کے دانت کی طرح صرف دکھانے کے کام آتی ہے: (الف) سدِ سکندری (ب) سدِ یاجوج (ج) دیوارِ گریہ (د) دیوارِ چین

درست جواب: (د) دیوارِ چین۔ مصنف کے مطابق دیوارِ چین اب صرف دکھاوے کی ہے۔

مصنف نے مینار کو جلوہ گہِ جبریل بنانا چاہا، یہ الفاظ ہیں: (الف) غالب (ب) اقبال (ج) نظیری (د) حافظ

درست جواب: (ب) اقبال۔ مصنف نے اقبال کے الفاظ میں سوچا۔

اندرون شہر، دریائے راوی اور جہانگیر کے مقبرے کے منظر کا حصہ بن جاتے ہیں: (الف) چار مینار (ب) چھے مینار (ج) آٹھ مینار (د) نو مینار

درست جواب: (ج) آٹھ مینار۔ آٹھ مینار؛ مینارِ قرارداد نواں ہے۔

مصنف نے جیب سے نوٹ نکالا: (الف) پچاس ڈالر کا (ب) پچاس لیرا کا (ج) پچاس یوآن کا (د) پچاس ریال کا

درست جواب: (ج) پچاس یوآن کا۔ دیوارِ چین کے مینار پر پہنچنے کا انعام۔

سبق ‘مینار’ مختار مسعود کی کس کتاب سے لیا گیا ہے؟ (الف) سفر نصیب (ب) آوازِ دوست (ج) لوحِ ایام (د) حرفِ شوق

درست جواب: (ب) آوازِ دوست۔ سبق کے آخر میں ماخذ ‘آوازِ دوست’ درج ہے۔

مختار مسعود کہاں پیدا ہوئے؟ (الف) لاہور (ب) علی گڑھ (ج) سیالکوٹ (د) دہلی

درست جواب: (ج) سیالکوٹ۔ درسی کتاب کے تعارف کے مطابق۔

منصوبے سے کون سا لفظ خارج کیا گیا؟ (الف) مینار (ب) یادگار (ج) عمارت (د) قرارداد

درست جواب: (ب) یادگار۔ یادگار کا تصور موت اور فنا سے جڑا تھا۔

دفاعی مینار سب سے پہلے کہاں ایجاد ہوئے؟ (الف) مصر (ب) چین (ج) میسوپوٹیمیا (د) روم

درست جواب: (ج) میسوپوٹیمیا۔ میسوپوٹیمیا میں۔

قبائلی علاقے کے مٹی کے مینار میں کیا بج رہا تھا؟ (الف) گھنٹی (ب) ٹرانسسٹر ریڈیو (ج) ڈھول (د) بانسری

درست جواب: (ب) ٹرانسسٹر ریڈیو۔ ہزاروں سال پرانے طرز کے مینار میں بیسویں صدی کا ریڈیو۔

روشن مینار کہاں بنائے جاتے ہیں؟ (الف) پہاڑوں پر (ب) سمندر کے کنارے (ج) صحرا میں (د) شہر کے بیچ

درست جواب: (ب) سمندر کے کنارے۔ جہازوں کی رہنمائی کے لیے۔

‘دَم’ اور ‘دُم’ متشابہ الفاظ کی کس صورت کی مثال ہیں؟ (الف) املا اور تلفظ ایک (ب) املا ایک، اعراب مختلف (ج) آواز ایک، املا مختلف (د) کوئی نہیں

درست جواب: (ب) املا ایک، اعراب مختلف۔ املا ایک ہے مگر اعراب اور معنی مختلف ہیں۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: مختار مسعود (1926ء–2017ء)، سیالکوٹ؛ علی گڑھ سے تعلیم؛ تحریکِ پاکستان کے طالب علم کارکن؛ سول سروس؛ کتب: آوازِ دوست، سفر نصیب، لوحِ ایام، حرفِ شوق۔
- مجلسِ تعمیر: صدر مصنف؛ برنارڈ شا کا قول (خواہش اور فرض کا ملاپ = خوش بختی)؛ ‘یادگار’ خارج، ‘مینار’ شامل۔
- اہرام: بلند (صحرا کی وسعت)، ٹھوس (ریت)، روشنی منعکس کرنے والی سطح (دھوپ)۔
- منظر: اقبال پارک، شاہی مسجد، قلعہ، اقبال کا مزار؛ آٹھ مینار + مینارِ قرارداد نواں۔
- تاریخ: دفاع → علامت → دین کا ستون → فتح؛ میسوپوٹیمیا، رومی، بازنطینی؛ دیوارِ چین (ہاتھی کے دانت)، پچاس یوآن۔
- قبائلی مٹی کا مینار (ٹرانسسٹر)؛ روشن مینار (رکھوالے، خودکار نظام)؛ سری لنکا کا آخری ساحل۔
- قواعد: متشابہ الفاظ: پر/پر، سونا/سونا؛ دَم/دُم، پَل/پُل؛ ارض/عرض، سدا/صدا۔

امتحانی نکات

- خلاصے میں ترتیب رکھیں: مجلس اور نام، علامت کا انتخاب، مینار کی تاریخ اور دیوارِ چین، قبائلی مینار، روشن مینار۔
- جملوں کی وضاحت میں ہر جملے کا سیاق ایک سطر میں بتا کر پھر مفہوم لکھیں۔
- MCQs کے لیے اعداد اور نام یاد رکھیں: آٹھ مینار، پچاس یوآن، اقبال، میسوپوٹیمیا، دیوارِ چین۔
- سبق میں آنے والے فارسی و اردو اشعار کو امتحان میں لکھنے کے بجائے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کریں اگر شعر یاد نہ ہو۔

Free notes: freebooks.pk

- متشابہ الفاظ کی تینوں صورتوں کی دو دو مثالیں جملوں سمیت تیار رکھیں۔

حقائق کی وضاحت

مختار مسعود کے سنِ پیدائش و وفات (1926ء–2017ء) درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

مینارِ پاکستان لاہور کے اقبال پارک (پرانا نام منٹو پارک) میں اس جگہ بنایا گیا جہاں 23 مارچ 1940ء کو قراردادِ لاہور (قراردادِ پاکستان) منظور ہوئی۔

سبق کا ماخذ مختار مسعود کی کتاب 'آوازِ دوست' ہے، جیسا کہ درسی کتاب میں درج ہے۔

سمارٹ سلیبس 2027

PECTAA نے 14 نومبر 2026 کے نوٹیفکیشن (نمبر 1258) کے تحت یہ سبق 2027 کے بورڈ امتحان کے نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ 2027 کے پرچے میں اس سبق سے کوئی سوال نہیں آئے گا۔ یہ نوٹس عام مطالعے اور دوسرے سالوں کے طلبہ کے لیے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 9: سیر دوسرے درویش کی

Urdu Class 12 Lesson 9: Sair Doosre Darvesh ki (Mir Amman)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے نویں سبق 'سیر دوسرے درویش کی' پر مبنی ہیں، جو میر امن دہلوی کی مشہور داستان 'باغ و بہار' سے لیا گیا ہے۔ اس حصے میں فارس کا ایک شہزادہ اپنی کہانی سناتا ہے: حاتم طائی کی سخاوت کا قصہ سن کر وہ سخی بننے کا شوق کرتا ہے، چالیس دروازوں والا مکان بنوا کر اشرفیاں بانٹتا ہے، مگر ایک فقیر اسے سکھا دیتا ہے کہ اصل سخاوت دولت لٹانے کا نام نہیں۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، داستان کا حصہ وار خلاصہ، حاتم طائی کا کردار، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، فقر اور سخی کے حروف کی وضاحت، تلمیح اور سبق کی تلمیحات، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- داستان کی تعریف، خصوصیات اور اردو ادب میں اس کی روایت کو سمجھنا۔
- میر امن دہلوی کی زندگی، ادبی خدمات اور نثری اسلوب سے واقفیت حاصل کرنا۔
- 'باغ و بہار' کے منتخب حصے کے واقعات اور کرداروں کو بیان کرنا۔
- سبق میں پوشیدہ اخلاقی درس اور معاشرتی اقدار سے روشناس ہونا۔
- داستان کے اہم کرداروں اور ان کی امتیازی خصوصیات کا تجزیہ کرنا۔

مصنف کا تعارف

میر امن دہلوی (1748ء–1806ء) کا اصل نام میر امان اور تخلص امن تھا؛ وہ میر امن کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ کم و بیش 1748ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان مغلیہ دربار سے وابستہ تھا اور منصب داری کے اعزاز سے سرفراز رہا، مگر مغلیہ سلطنت کے زوال اور بیرونی حملوں کے باعث خاندان کو شدید معاشی اور سماجی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

میر امن کو فارسی اور عربی زبان و ادب پر گہری دسترس حاصل تھی، اور دہلی کی تہذیبی فضا اور درباری ماحول نے ان کے ذوقِ زبان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ سیاسی ابتری کے نتیجے میں دہلی کا امن و سکون تباہ ہوا تو وہ پہلے عظیم آباد (پٹنہ) اور بعد ازاں روزگار کی تلاش میں کلکتہ چلے گئے۔

کلکتہ میں ان کی ملاقات جان گلکرسٹ سے ہوئی جو فورٹ ولیم کالج کے سربراہ تھے۔ گلکرسٹ نے 1801ء میں انھیں فورٹ ولیم کالج کے شعبۂ تصنیف و تالیف میں منشی مقرر کیا، جہاں انھوں نے وہ کارنامہ انجام دیا جس نے انھیں اردو

ادب میں ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا۔ ان کی شہرۂ آفاق تصنیف 'باغ و بہار' ہے، جو دراصل فارسی داستان 'قصۂ چہار درویش' کا اردو ترجمہ ہے؛ اس کی سلیس، رواں اور زندہ نثر، مکالموں کی فطری ترتیب، کرداروں کی زبان اور محاوروں کا برجستہ استعمال اسے اردو نثر کا سنگِ میل بناتا ہے۔

ان کی دوسری اہم کتاب 'گنجِ خوبی' ہے جو ملا حسین واعظ کاشفی کی کتاب 'اخلاقِ محسنی' کا ترجمہ ہے، مگر اسے 'باغ و بہار' جیسی مقبولیت نہ مل سکی۔ فورٹ ولیم کالج سے تقریباً پانچ برس وابستگی کے بعد انھوں نے ملازمت ترک کر دی۔ بعد کے حالات واضح طور پر معلوم نہیں؛ قیاس ہے کہ وہ 1806ء کے آس پاس وفات پا گئے۔

تلمیح اور سبق کی تلمیحات (قواعد)

تلمیح

کلام میں کسی مشہور تاریخی، مذہبی یا داستانی واقعے، قصے یا شخصیت کی طرف ایک دو لفظوں میں اشارہ کرنا، تاکہ پورا واقعہ ذہن میں آ جائے اور بات مختصر لفظوں میں زیادہ معنی پیدا کرے۔

صبرِ ایوب

حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی طرف اشارہ، جنھوں نے طویل بیماری اور مال و اولاد کے نقصان پر بھی صبر و شکر کیا۔ انتہائی صبر کے لیے بولا جاتا ہے۔

گریۂ یعقوب

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں رونا۔ شدید غم اور جدائی کے آنسوؤں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اورنگِ سلیمان

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت، جن کی حکومت انسانوں کے ساتھ جنوں، ہوا اور پرندوں پر بھی تھی۔ عظیم الشان سلطنت اور شان و شوکت کی علامت۔

طائرِ سدرہ

حضرت جبریل علیہ السلام، جن کی پرواز کی آخری حد سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ بلند پروازی اور بلند مقام کی علامت۔

چاہِ یوسف

وہ کنواں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے حسد کی وجہ سے ڈال دیا تھا۔ آزمائش، مصیبت اور حسد کے نتیجے کی علامت۔

Free notes: freebooks.pk

سبق کی تراکیب و مرکبات (مشق 7)

دلق پوش (گدڑی پہننے والا فقیر)، ہفت اقلیم (ساری دنیا)، نصفِ جہان (آدھی دنیا؛ اصفہان کا لقب)، روشن طبع (ذہین)، صاحبِ سلیقہ (سلیقے والا)، قاعدہ و قانونِ سلطنت (حکومت کے اصول)، نشست و برخاست (اٹھنا بیٹھنا، آداب)، اولوالعزم (بلند ہمت)، مروت و مردانگی، ملک و املاک (زمین جائیداد)، مال و اسباب، خوفِ الٰہی، فاقہ و قناعت۔

داستان کا تعارف

داستان اردو نثر کی قدیم صنف ہے جس میں طویل، تخیلاتی قصے بیان ہوتے ہیں؛ اس میں قصے کے اندر قصہ، مافوق الفطرت عناصر، اخلاقی درس اور دلچسپ مکالمے ہوتے ہیں۔ ‘باغ و بہار’ میں چار درویش ایک دوسرے کو اپنی اپنی سیر (آپ بیتی) سناتے ہیں؛ یہ سبق دوسرے درویش کی سیر کا ابتدائی حصہ ہے۔

اس حصے کے اہم کردار یہ ہیں: دوسرا درویش (فارس کا شہزادہ)، بادشاہ کا مصاحب جو حاتم کا قصہ سناتا ہے، حاتم طائی، عرب کا بادشاہ نوفل، لکڑہارا بوڑھا اور اس کی بیوی، اور آخر میں وہ فقیر جو شہزادے کی سخاوت کا غرور توڑتا ہے۔ اسلوب سادہ، رواں، بامحاورہ اور دہلی کی ٹکسالی زبان کا نمونہ ہے۔

حصہ وار خلاصہ

دوسرے درویش کا تعارف

جب دوسرے درویش کی باری آئی تو وہ چار زانو ہو کر بیٹھا اور ایک قطعہ پڑھ کر اپنی کہانی شروع کی۔ اس نے بتایا کہ وہ فارس کا شہزادہ ہے۔ وہاں ہر فن کے لوگ پیدا ہوتے ہیں؛ اصفہان ‘نصفِ جہان’ کہلاتا ہے؛ ہفت اقلیم میں کوئی ملک اس کے برابر نہیں، اس کا ستارہ آفتاب ہے، آب و ہوا خوش گوار اور لوگ روشن طبع اور صاحبِ سلیقہ ہیں۔

شہزادے کی تعلیم و تربیت

بادشاہ نے بچپن ہی سے شہزادے کی تعلیم کے لیے بڑے بڑے استاد مقرر کیے جو ہر علم اور سلطنت کے قاعدے قانون سکھاتے۔ اللہ کے فضل سے چودہ برس کی عمر تک اس نے سب علوم، گفتگو اور نشست و برخاست کے آداب سیکھ لیے۔ اسے ہر وقت عقل مندوں کی صحبت میں بادشاہوں اور اولوالعزم لوگوں کے قصے سننے کا شوق رہتا تھا۔

مصاحب کا حاتم کا قصہ سنانا

ایک دن ایک تاریخ دان اور جہاں دیدہ مصاحب نے کہا کہ انسان کی زندگی تو مختصر ہے مگر بعض خوبیاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے نام قیامت تک زندہ رہتا ہے۔ پھر اس نے حاتم طائی کا قصہ سنایا: حاتم کے زمانے میں عرب کا بادشاہ نوفل اس کی شہرت سے حسد کرتا تھا اور لشکر لے کر چڑھ آیا۔ حاتم نے سوچا کہ اس کی خاطر خدا کے بندوں کا خون نہ بہے،

Free notes: freebooks.pk

اس لیے وہ ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپا۔ نوفل نے اس کا مال و اسباب ضبط کر لیا اور اعلان کیا کہ جو حاتم کو پکڑ لائے اسے پانچ سو اشرفیاں انعام ملیں گی؛ یہ سن کر سب حاتم کی تلاش میں لگ گئے۔

لکڑہارے کی گفتگو اور حاتم کا فیصلہ

ایک دن ایک بوڑھا لکڑہارا اپنی بیوی اور چھوٹے بچوں کے ساتھ اسی غار کے پاس لکڑیاں چننے آیا۔ بڑھیا نے کہا کہ اگر حاتم ہاتھ آ جائے تو پانچ سو اشرفیوں سے ہمارے دن پھر جائیں۔ بوڑھے نے کہا کہ ہماری قسمت میں یہی ہے کہ روز لکڑیاں کاٹیں، بیچیں اور روکھی سوکھی کھائیں۔ عورت نے ٹھنڈی سانس بھری اور چپ ہو گئی۔ حاتم نے یہ باتیں سنیں تو سوچا کہ اپنی جان بچانا اور ان غریبوں کو ان کے مطلب تک نہ پہنچانا مردانگی اور مروت سے دور ہے؛ چنانچہ وہ باہر نکل آیا اور کہا کہ میں حاتم ہوں، مجھے نوفل کے پاس لے چلو۔

بوڑھے کا انکار اور راستے کا واقعہ

بوڑھا ڈر گیا کہ اگر نوفل نے حاتم کو مار ڈالا تو یہ گناہ اس کے سر ہوگا، اس لیے انکار کرنے لگا۔ حاتم نے بہت منت کی، آخر کہا کہ اگر تم مجھے نہیں لے جاؤ گے تو میں خود بادشاہ سے کہوں گا کہ اس بوڑھے نے مجھے چھپا رکھا تھا۔ مجبور ہو کر بوڑھا اسے لے چلا۔ راستے میں دوسرے لوگوں نے دیکھا تو حاتم کو اس سے چھین لیا اور خود انعام کے دعوے دار بن گئے۔

نوفل کے دربار میں سچ کا کھلنا

نوفل کے دربار میں کئی لوگ دعویٰ کرنے لگے کہ حاتم کو انھوں نے پکڑا ہے۔ حاتم نے سچ بتایا کہ اسے یہ بوڑھا لایا ہے اور وہ خود اپنی مرضی سے اس کے ساتھ آیا ہے۔ نوفل حاتم کی سخاوت پر حیران رہ گیا کہ ایک غریب کی خاطر اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی۔ جھوٹے دعوے داروں کو پانچ سو اشرفیوں کے بجائے پانچ پانچ سو جوتے لگوائے گئے۔ نوفل نے حاتم کو گلے لگایا، اس کا ملک و مال واپس کیا، قبیلے کی سرداری لوٹا دی اور بوڑھے کو پانچ سو اشرفیاں دے کر رخصت کیا۔

شہزادے کا چالیس دروازوں والا مکان

یہ قصہ سن کر شہزادے کو غیرت آئی کہ حاتم تو صرف ایک قبیلے کا سردار تھا اور اس کی سخاوت کا آج تک چرچا ہے، جبکہ میں سارے ایران کا بادشاہ ہو کر بھی اس نعمت سے محروم رہوں تو بڑا افسوس ہے۔ اس نے ایک عالی شان مکان بنوایا جس کے چالیس بلند اور کشادہ دروازے تھے، اور وہ صبح سے شام تک وہاں بیٹھ کر محتاجوں اور بے کسوں کو اشرفیاں بانٹنے لگا۔

فقیر کا سبق

ایک دن ایک فقیر ایک دروازے سے آیا اور ایک اشرفی لے گیا، پھر دوسرے دروازے سے دو مانگیں، اور یوں ہر دروازے پر ایک بڑھاتا گیا یہاں تک کہ چالیسویں دروازے سے چالیس لے کر پھر پہلے دروازے پر آ گیا۔ شہزادے کو برا

Free notes: freebooks.pk

لگا اور اس نے فقیر کو لالچی کہہ کر طعنہ دیا کہ تم فقر کے تین حرفوں (ف: فاقہ، ق: قناعت، ر: ریاضت) سے بھی واقف نہیں۔ فقیر نے ساری اشرفیاں زمین پر پھینک دیں اور کہا کہ سخاوت کا دعویٰ بھی آسان نہیں؛ 'سخی' کے تین حرفوں پر عمل کیے بغیر کوئی سخی نہیں کہلاتا، جن میں خوفِ الٰہی اور اپنی پیدائش و موت کو یاد رکھنا شامل ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے بہت ملک دیکھے مگر بصرے کی شہزادی کے سوا کوئی سچا سخی نہ دیکھا۔ شہزادے نے معافی مانگی اور بہت کچھ دینا چاہا، مگر فقیر نے کہا کہ اب تم ساری بادشاہت بھی دو تو میں اسے قبول نہ کروں، اور چلا گیا۔

مرکزی خیال

اس سبق کا مرکزی خیال یہ ہے کہ حقیقی سخاوت دکھاوے، شہرت اور غرور سے پاک ہوتی ہے۔ حاتم طائی کی سخاوت یہ تھی کہ ایک غریب لکڑہارے کے فائدے کے لیے اس نے اپنی جان تک داؤ پر لگا دی اور کسی بدلے کی خواہش نہ کی، جبکہ شہزادے کی سخاوت نام کمانے کی خواہش تھی، اس لیے ایک فقیر کی آزمائش میں وہ ٹوٹ گئی۔ داستان یہ درس دیتی ہے کہ سخی وہ ہے جو اللہ سے ڈرے، اپنی پیدائش اور موت کو یاد رکھے اور دے کر احسان نہ جتائے؛ اسی طرح فقیر وہ ہے جو فاقہ، قناعت اور ریاضت اختیار کرے۔ سچائی کا انعام اور جھوٹ کی سزا بھی اس قصے کا اہم اخلاقی پہلو ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

چار زانو

آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔

ماجرا

واقعہ، احوال۔

دلق پوش

گدڑی (پیوند لگا لباس) پہننے والا، فقیر۔

ہفت اقلیم

سات ملک؛ مراد ساری دنیا۔

ولایت

ملک، سلطنت۔

کواکب

ستارے (کوکب کی جمع)۔

Free notes: freebooks.pk

اتالیق

شہزادوں کا استاد اور نگران۔

اولوالعزم

بلند ہمت، پختہ ارادے والے۔

مصاحب

بادشاہ کا ساتھی، ہم نشین۔

جہاں دیدہ

تجربہ کار، جس نے دنیا دیکھی ہو۔

کھوہ

پہاڑ کا غار۔

فرق

سر کی مانگ؛ سر۔

طمع

لالچ۔

دلاوری

بہادری۔

تفاوت

فرق، امتیاز۔

مروت

لحاظ، انسانیت۔

اشرفی

سونے کا سکہ۔

ریاضت

عبادت اور نفس کو قابو میں رکھنے کی مشقت۔

خاکہ

سبق میں سخاوت کے دو نمونے: یہ خاکہ سبق 'سیر دوسرے درویش کی' میں حاتم طائی اور شہزادے کی سخاوت کا موازنہ اور فقیر کے سبق کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔



مختصر سوالات و جوابات

دوسرے درویش نے ملکِ فارس کے بارے میں کیا بتایا؟

وہاں ہر فن کے لوگ پیدا ہوتے ہیں، اصفہان نصفِ جہان کہلاتا ہے، ہفت اقلیم میں کوئی ملک اس کے برابر نہیں، اس کا ستارہ آفتاب ہے، آب و ہوا خوش گوار اور لوگ روشن طبع اور صاحبِ سلیقہ ہیں۔

دوسرے درویش کے والد نے کس طرح بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی؟

بچپن ہی سے ہر علم اور سلطنت کے قاعدے قانون سکھانے کے لیے بڑے استاد اور اتالیق مقرر کیے، جن کی بدولت چودہ برس تک وہ سب علوم میں ماہر ہو گیا۔

freebooks.pk

دوسرے درویش کے مطابق حاتم طائی کا قصہ کس نے سنایا تھا؟

بادشاہ کے ایک تاریخ دان اور جہاں دیدہ مصاحب نے۔

جنگل سے لکڑیاں چننے والا بوڑھا اور بڑھیا کیا گفتگو کر رہے تھے؟

بڑھیا کہہ رہی تھی کہ حاتم مل جائے تو پانچ سو اشرفیوں سے ہمارے دن پھر جائیں؛ بوڑھا کہہ رہا تھا کہ ہماری قسمت میں روز لکڑیاں کاٹ کر گزارا کرنا ہی لکھا ہے۔

حاتم طائی نے لکڑہارے کی گفتگو سن کر کیا فیصلہ کیا؟

کہ اپنی جان بچانا اور ان غریبوں کو انعام سے محروم رکھنا مروت کے خلاف ہے؛ اس لیے وہ باہر نکل آیا اور خود کو نوفل کے پاس لے جانے کو کہا۔

نوفل حاتم کا دشمن کیوں تھا؟

حاتم کی سخاوت کی شہرت سے حسد کی وجہ سے۔

حاتم پہاڑ کی کھوہ میں کیوں چھپا؟

تاکہ اس کی خاطر جنگ میں خدا کے بندوں کا خون نہ بہے۔

جھوٹے دعوے داروں کو کیا سزا ملی؟

انھیں پانچ سو اشرفیوں کے بجائے پانچ پانچ سو جوتے لگوائے گئے۔

نوفل نے حاتم اور بوڑھے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

حاتم کو گلے لگا کر اس کا مال، ملک اور قبیلے کی سرداری واپس کی، اور بوڑھے کو پانچ سو اشرفیاں دیں۔

شہزادے نے سخاوت کے لیے کیا انتظام کیا؟

چالیس بلند اور کشادہ دروازوں والا عالی شان مکان بنوایا اور صبح سے شام تک وہاں اشرفیاں بانٹنے لگا۔

فقیر کے مطابق سچا سخی کون تھا؟

بصرے کی شہزادی؛ فقیر نے کہا کہ اس کے سوا اس نے کوئی سچا سخی نہیں دیکھا۔

تلمیح کسے کہتے ہیں؟

کلام میں کسی مشہور تاریخی، مذہبی یا داستانی واقعے یا شخصیت کی طرف مختصر اشارہ کرنا، جیسے صبرِ ایوب، چاہِ یوسف۔

Free notes: freebooks.pk

تفصیلی سوالات و جوابات

سبق 'سیر دوسرے درویش کی' کا خلاصہ تحریر کریں۔

شہزادے کا تعارف

دوسرا درویش فارس کا شہزادہ تھا۔ بادشاہ نے اس کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور چودہ برس میں وہ ہر علم میں ماہر ہو گیا۔ اسے بادشاہوں اور اولوالعزم لوگوں کے قصے سننے کا شوق تھا۔

حاتم طائی کا قصہ

ایک مصاحب نے حاتم کا قصہ سنایا: نوفل کے حملے پر حاتم خون خرابے سے بچنے کے لیے غار میں چھپا۔ ایک غریب لکڑہارے کو انعام دلانے کے لیے وہ خود باہر آیا، راستے میں دوسرے لوگ اسے چھین کر لے گئے، مگر دربار میں حاتم نے سچ بتا دیا۔

نوفل کا فیصلہ

نوفل حاتم کی سخاوت سے متاثر ہوا، جھوٹوں کو سزا دی، حاتم کو ملک و مال اور سرداری لوٹا دی اور بوڑھے کو پانچ سو اشرفیاں دیں۔

شہزادے کی سخاوت اور فقیر

شہزادے نے غیرت میں آ کر چالیس دروازوں والا مکان بنوایا اور اشرفیاں بانٹنے لگا۔ ایک فقیر نے ہر دروازے سے بڑھتی ہوئی اشرفیاں لیں تو شہزادہ چڑ گیا؛ فقیر نے اشرفیاں پھینک کر اسے فقر اور سخاوت کا اصل مفہوم سمجھایا، بصرے کی شہزادی کو سچا سخی بتایا اور ساری بادشاہت بھی ٹھکرا کر چلا گیا۔

حاتم طائی کے کردار پر اظہارِ خیال کریں۔

بے مثال سخاوت

حاتم کی سخاوت مال تک محدود نہیں؛ اس نے ایک غریب لکڑہارے کو انعام دلانے کے لیے اپنی جان دشمن کے حوالے کر دی۔

امن پسندی اور ہمدردی

نوفل کے حملے پر اس نے لڑائی کے بجائے چھپنا پسند کیا تاکہ خدا کے بندوں کا خون نہ بہے۔ یہ اس کی انسان دوستی کا ثبوت ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سچائی اور مروت

دربار میں اس نے سچ بول کر اصل حق دار کو انعام دلایا۔ بوڑھے کے انکار پر بھی اس نے اصرار کیا کیونکہ وہ مروت کے خلاف کام نہیں کر سکتا تھا۔

نتیجہ

انھی خوبیوں کی وجہ سے دشمن بھی اس کا قائل ہو گیا اور اس کا نام سخاوت کی علامت بن کر آج تک زندہ ہے۔

سبق کی روشنی میں 'فقر' اور 'سخی' کے الفاظ کی حرف بہ حرف وضاحت کریں اور فقیر کے کردار پر روشنی ڈالیں۔

فقر کے تین حرف

شہزادے کے مطابق فقر میں ف سے فاقہ (بھوک برداشت کرنا)، ق سے قناعت (جو ملے اس پر راضی رہنا) اور ر سے ریاضت (عبادت اور نفس کی تربیت) مراد ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ فقیر کو لالچی نہیں ہونا چاہیے۔

سخی کے تین حرف

فقیر نے جواب دیا کہ سخی کہلانے کے لیے بھی تین حرفوں پر عمل ضروری ہے؛ ان میں خ سے خوفِ الٰہی اور ی سے اپنی پیدائش اور موت کو یاد رکھنا شامل ہے۔ یعنی سخی وہ ہے جو اللہ سے ڈرے، دینے پر غرور نہ کرے اور یاد رکھے کہ مال اس کا نہیں۔

فقیر کا مقصد

فقیر لالچی نہیں تھا؛ وہ شہزادے کی سخاوت کو آزمانا چاہتا تھا۔ اس نے ثابت کر دیا کہ شہزادے کی سخاوت میں صبر اور اخلاص نہیں بلکہ شہرت کی خواہش ہے۔

فقیر کی خودداری

معافی کے بعد شہزادے نے بہت کچھ دینا چاہا مگر فقیر نے ساری بادشاہت بھی ٹھکرا دی۔ اس سے اس کی بے نیازی، خودداری اور سچی فقیری ظاہر ہوتی ہے۔

سبق کی روشنی میں درج ذیل بیانات کی وضاحت کریں۔

(الف) 'آب و ہوا وہاں کی خوش اور لوگ روشن طبع اور صاحبِ سلیقہ ہوتے ہیں۔'

شہزادہ اپنے وطن فارس کی تعریف کر رہا ہے کہ وہاں کی آب و ہوا خوش گوار ہے اور لوگ ذہین، سمجھ دار اور ہر کام سلیقے سے کرنے والے ہیں۔ یہ اس کی حب الوطنی اور داستانی مبالغے کا نمونہ ہے۔

Free notes: freebooks.pk

(ب) 'مردی اور مروت سے بعید جانا... مطلب تک نہ پہنچائے۔'

حاتم نے سوچا کہ اپنی جان بچانے کے لیے چھپے رہنا اور ان غریبوں کو انعام سے محروم رکھنا جواں مردی اور انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ جملہ اس کی بے غرض سخاوت کا خلاصہ ہے۔

(ج) 'تواضع، تعظیم کر کے پاس بٹھلایا اور حاتم کا ملک و املاک... چھوڑ دیا۔'

نوفل حاتم کی سچائی اور سخاوت سے اتنا متاثر ہوا کہ دشمنی بھول کر اسے عزت سے پاس بٹھایا اور اس کا ضبط شدہ ملک، جائیداد اور مال سب واپس کر دیا۔ یہ نیکی کے دشمن کو بھی دوست بنا دینے کی مثال ہے۔

ان بیانات کا مجموعی مفہوم

تینوں بیانات داستان کے اہم پہلو دکھاتے ہیں: وطن کی تعریف، حاتم کی مروت اور نوفل کا انصاف۔

معروضی سوالات (MCQs)

دوسرے درویش کے کہنے کی نوبت آئی تو وہ بیٹھا: (الف) اکڑوں (ب) سیدھا (ج) چار زانو (د) دو زانو

درست جواب: (ج) چار زانو۔ وہ چار زانو ہو کر بیٹھا۔

دوسرے درویش نے اپنی سیر کا احوال سنایا: (الف) اشعار پڑھ کر (ب) اقوال پڑھ کر (ج) احوال و آثار پڑھ کر (د) اخبار پڑھ کر

درست جواب: (الف) اشعار پڑھ کر۔ اس نے آغاز میں اشعار (قطعہ) پڑھے۔

ہفت اقلیم میں اس اقلیم کے برابر کوئی ولایت نہیں کہ وہاں کا ستارہ ہے: (الف) زہرہ (ب) عطارد (ج) آفتاب (د) ماہتاب

درست جواب: (ج) آفتاب۔ فارس کا ستارہ آفتاب بتایا گیا۔

حاتم طائی کے وقت میں عرب کا بادشاہ تھا: (الف) قارون (ب) نوفل (ج) سکندر (د) نوشیرواں

درست جواب: (ب) نوفل۔ نوفل حاتم سے حسد کرتا تھا۔

بادشاہ کی سرکار سے انعام پانے کے لالچ میں سب جستجو کرنے لگے: (الف) لکڑہارے کی (ب) حاتم طائی کی (ج) شہزادے کی (د) بادشاہ کے وزیر کی

درست جواب: (ب) حاتم طائی کی۔ حاتم کو پکڑنے پر پانچ سو اشرفیاں انعام تھیں۔

'باغ و بہار' کس فارسی داستان کا ترجمہ ہے؟ (الف) اخلاقِ محسنی (ب) قصۂ چہار درویش (ج) شاہنامہ (د) گلستان

درست جواب: (ب) قصۂ چہار درویش۔ درسی کتاب کے تعارف کے مطابق۔

Free notes: freebooks.pk

میر امن کو فورٹ ولیم کالج میں کس نے منشی مقرر کیا؟ (الف) سر سید احمد خان (ب) جان گلکرسٹ (ج) میر تقی میر (د) مرزا غالب

درست جواب: (ب) جان گلکرسٹ۔ 1801ء میں جان گلکرسٹ نے۔

حاتم کو پکڑنے کا انعام تھا: (الف) سو اشرفیاں (ب) پانچ سو اشرفیاں (ج) ہزار اشرفیاں (د) پانچ ہزار روپے

درست جواب: (ب) پانچ سو اشرفیاں۔ نوفل نے پانچ سو اشرفیوں کا اعلان کیا۔

شہزادے کے مکان کے دروازے تھے: (الف) سات (ب) بارہ (ج) چالیس (د) سو

درست جواب: (ج) چالیس۔ چالیس بلند اور کشادہ دروازے۔

فقر کے حرف 'ق' سے مراد ہے: (الف) قوت (ب) قناعت (ج) قربانی (د) قسمت

درست جواب: (ب) قناعت۔ ف: فاقہ، ق: قناعت، ر: ریاضت۔

فقیر کے مطابق اس نے سچا سخی دیکھا: (الف) ایران کے بادشاہ کو (ب) بصرے کی شہزادی کو (ج) حاتم کو (د) نوفل کو

درست جواب: (ب) بصرے کی شہزادی کو۔ اس کے سوا کوئی سچا سخی نہ دیکھا۔

'چاہِ یوسف' ہے: (الف) استعارہ (ب) تشبیہ (ج) تلمیح (د) محاورہ

درست جواب: (ج) تلمیح۔ حضرت یوسفؑ کے کنویں کے واقعے کی طرف اشارہ۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: میر امن دہلوی (1748ء–1806ء)؛ اصل نام میر امان، تخلص امن؛ دہلی → عظیم آباد (پٹنہ) → کلکتہ؛ 1801ء فورٹ ولیم کالج (جان گلکرسٹ)۔
- کتب: باغ و بہار (قصۂ چہار درویش کا ترجمہ)، گنجِ خوبی (اخلاقِ محسنی کا ترجمہ)۔
- شہزادہ: فارس؛ اصفہان نصفِ جہان؛ ستارہ آفتاب؛ چودہ برس میں تعلیم مکمل۔
- حاتم کا قصہ: نوفل (عرب کا بادشاہ)، کھوہ میں چھپنا، پانچ سو اشرفیاں، لکڑہارا، جھوٹوں کو پانچ سو جوتے، ملک و مال اور سرداری واپس۔
- شہزادے کی سخاوت: چالیس دروازے؛ فقیر؛ فقر = فاقہ، قناعت، ریاضت؛ سخی: خوفِ الٰہی، پیدائش و موت کی یاد؛ بصرے کی شہزادی۔
- تلمیحات: صبرِ ایوب، گریۂ یعقوب، اورنگِ سلیمان، طائرِ سدرہ، چاہِ یوسف۔

Free notes: freebooks.pk

امتحانی نکات

- خلاصہ دو حصوں میں لکھیں: حاتم کا قصہ اور شہزادے و فقیر کا واقعہ؛ دونوں کو سخاوت کے موضوع سے جوڑیں۔
- حاتم کے کردار میں سخاوت، امن پسندی، سچائی اور مروت کے الگ عنوان بنائیں۔
- صحیح/غلط والے سوال میں یاد رکھیں: شہزادہ فارس کا ہے، چین کا نہیں۔
- MCQs کے اعداد: پانچ سو اشرفیاں، چالیس دروازے، چودہ برس، 1801ء۔
- ہر تلمیح کے ساتھ اس کا واقعہ اور جس مفہوم میں وہ بولی جاتی ہے، دونوں لکھیں۔

حقائق کی وضاحت

میر امن کے سنِ پیدائش و وفات (کم و بیش 1748ء اور 1806ء کے آس پاس) درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں؛ کتاب خود وفات کے سال کو قیاسی بتاتی ہے۔

فقیر کی بیان کردہ ‘سخی’ کے تین حرفوں کی وضاحت میں سے ‘خ’ (خوفِ الٰہی) اور ‘ی’ (اپنی پیدائش اور موت کو یاد رکھنا) یہاں درج کیے گئے ہیں؛ ‘س’ کی وضاحت کے لیے اپنی درسی کتاب کا متن دیکھیں۔

صحیح/غلط (مشق 3): (الف) غلط، شہزادہ فارس کا ہے؛ (ب) صحیح؛ (ج) صحیح؛ (د) صحیح؛ (ہ) صحیح۔

سمارٹ سلیبس 2027

PECTAA نے 14 نومبر 2026 کے نوٹیفکیشن (نمبر 1258) کے تحت یہ سبق 2027 کے بورڈ امتحان کے نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ 2027 کے پرچے میں اس سبق سے کوئی سوال نہیں آئے گا۔ یہ نوٹس عام مطالعے اور دوسرے سالوں کے طلبہ کے لیے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 10: بہادر خان کی سرگزشت

Urdu Class 12 Lesson 10: Bahadur Khan ki Sarguzasht (Anwar Roman)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے دسویں سبق 'بہادر خان کی سرگزشت' پر مبنی ہیں۔ یہ براہوی زبان کی ایک لوک کہانی ہے جسے پروفیسر انور رومان نے اردو میں پیش کیا۔ ایک خوش حال کسان بہادر خان شادی کے بعد کھیتوں سے غافل ہو کر نوکر رکھ لیتا ہے؛ ایک حادثے میں نوکر جل کر مر جاتا ہے اور گاؤں والے اسے بہادر خان سمجھ کر دفن کر دیتے ہیں۔ پھر زندہ بہادر خان کو سب بھوت سمجھنے لگتے ہیں، اور ایک جادوگر کے منتر سے ایک مردہ ملا سائے کی طرح اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، کہانی کا حصہ وار خلاصہ، بہادر خان کا کردار، لوک کہانی کی خصوصیات، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، ضرب الامثال کے قواعد اور مشق، انگریزی پیراگراف کا بامحاورہ ترجمہ، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- براہوی لوک ادب اور اس کی روایت سے آگاہی حاصل کرنا۔
- کہانی کے مرکزی کردار بہادر خان کی شخصیت سے روشناس ہونا۔
- لوک کہانیوں کی اہمیت اور ان کے معاشرتی و ثقافتی پس منظر سے واقف ہونا۔
- قومی اور علاقائی ثقافت سے لگاؤ اور وابستگی پیدا کرنا۔
- زبان دانی اور اظہارِ خیال کی صلاحیت پیدا کرنا۔

مصنف کا تعارف

پروفیسر انور رومان (1924ء–2013ء) بلوچستان کے ایک مایہ ناز ماہرِ تعلیم، معروف محقق، افسانہ نگار، مؤرخ، شاعر اور مترجم تھے۔ انھیں اردو میں نثری نظم کے ابتدائی علم برداروں میں شمار کیا جاتا ہے اور بلوچستان میں اس صنف کا پہلا شاعر مانا جاتا ہے۔ انھوں نے نثری نظم کے ساتھ دیگر اصناف میں، اور پشتو و پنجابی زبانوں کی شاعری میں بھی طبع آزمائی کی۔

انور رومان نے بلوچستان میں اردو ادب، بالخصوص جدید نظم کو نئی جہت سے روشناس کرایا۔ ان کی شاعری میں رومانیت، تاریخی شعور اور سماجی مسائل کی جھلک ملتی ہے، اور انھوں نے بلوچستان کی ثقافت اور سماجی مسائل کو اپنے فن میں نمایاں کیا۔ وہ بلوچستان کے ادبی ورثے کے معماروں میں شمار ہوتے ہیں۔

وہ ہندوستان کے شہر جالندھر کے قریب ایک چھوٹے سے قصبے 'کنیاں کلاں' میں پیدا ہوئے۔ مشرقی پنجاب سے میٹرک کیا، پھر لاہور کی پنجاب یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم اے کیا۔ تعلیم کے بعد کوئٹہ (بلوچستان) آ گئے اور ایک ہائی اسکول میں استاد مقرر ہوئے۔ قابلیت کی بنا پر محکمہ تعلیم بلوچستان میں ترقی کرتے ہوئے پرنسپل، ڈپٹی ڈائریکٹر اور ڈائریکٹر رہے، اور بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔

ان کی ادبی زندگی کا آغاز مشہور شاعر جوش ملیح آبادی کے رسالے 'کلیم' میں لکھنے سے ہوا۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر تقریباً چالیس کتابیں تصنیف کیں، جن میں براہوی زبان اور ثقافت پر گراں قدر تحقیقی کام بھی شامل ہے۔ 2013ء میں تقریباً 89 سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

ضرب الامثال (قواعد)

ضرب المثل

عربی زبان کا لفظ، جس کے معنی ہیں مثال دے کر بات بیان کرنا۔ ضرب المثل کو کہاوت بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسے مختصر اور جامع جملے ہوتے ہیں جو کسی خاص موقع پر تجربے یا مشاہدے کی بنیاد پر معاشرے میں مقبول ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی گہری حکمت یا زندگی کا اصول پوشیدہ ہوتا ہے۔

کتاب کی مثالیں

آنکھ کا اندھا گانٹھ کا پورا: بے وقوف مگر مال دار شخص۔ اونٹ کے منہ میں زیرہ: ضرورت کے مقابلے میں بہت تھوڑی چیز۔ فقیر کو کمبل ہی دوشالہ ہے: غریب کو جو مل جائے وہی کافی ہے۔ قہرِ درویش برجانِ درویش: کمزور کا غصہ خود اسی کو نقصان دیتا ہے۔ پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں: ہر طرح کے مزے اور فائدے میں ہونا۔

مشق 4: ضرب الامثال کی تکمیل

(الف) چور کی داڑھی میں تنکا: مجرم خود اپنی حرکتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ (ب) خدا گنجے کو ناخن نہ دے: نااہل کو اختیار نہ ملے ورنہ نقصان کرے گا۔ (ج) ڈوبتے کو تنکے کا سہارا: مصیبت میں معمولی مدد بھی بڑی لگتی ہے۔ (د) رسی جل گئی مگر بل نہ گیا: نقصان کے باوجود غرور یا عادت نہ گئی۔ (ہ) سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں: دھوکا یا فریب ہمیشہ نہیں چلتا۔ (و) بھینس کے آگے بین بجانا: ناسمجھ کے سامنے عقل کی بات کرنا بے کار ہے۔

ضرب المثل اور محاورے کا فرق

محاورہ عموماً مصدر کی صورت میں ہوتا ہے اور جملے کا حصہ بنتا ہے (جیسے آنکھیں چرانا)، جبکہ ضرب المثل اپنی جگہ ایک مکمل جملہ ہوتی ہے جس میں کوئی تجربہ یا نصیحت ہوتی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

لوک کہانی کا تعارف

'بہادر خان کی سرگزشت' براہوی زبان کی ایک لوک کہانی ہے (درسی کتاب میں ماخذ 'براہوی کی لوک کہانیاں' درج ہے)۔ لوک کہانی عوام میں نسل در نسل زبانی سنائی جانے والی کہانی ہوتی ہے؛ اس میں دیہی زندگی، عوامی عقائد، مافوق الفطرت عناصر (بھوت، جادوگر، منتر)، مزاح اور کوئی اخلاقی سبق ہوتا ہے۔

کہانی کے اہم کردار یہ ہیں: بہادر خان (خوش حال کسان)، اس کی بیوی، اس کا نوکر، ملا، جادوگر، گاؤں کا رئیس، دھوبی اور بہادر خان کے سیال (رشتے دار)۔ کہانی کا ماحول بلوچستان کا دیہات ہے جہاں کاریز سے کھیت سیراب ہوتے ہیں اور فصل کھلیان میں جمع کی جاتی ہے۔ اسلوب سادہ اور مزاحیہ ہے۔

حصہ وار خلاصہ

خوش حال اور خوددار کسان

بہادر خان ایک کھاتا پیتا کسان تھا۔ بارش نہ ہوتی تو بھی وہ کاریز کے پانی سے اپنے کھیت سیراب کر لیتا اور نہ صرف اپنے سال بھر کے لیے غلہ پیدا کرتا بلکہ ہمسایوں اور غریبوں کی مدد بھی کرتا۔ وہ کسی کا مزارع نہ تھا؛ اسی معاشی آزادی نے اسے خوددار بنایا تھا اور اس کی شادی بھی آسانی اور دھوم دھام سے ہوئی۔ شادی سے پہلے وہ کھیتوں کی پرورش میں بے حد محنت کرتا اور فصل کو بچوں کی طرح چاہتا تھا۔

شادی کے بعد تبدیلی اور نوکر

شادی کے بعد اس کے معمول میں فرق آ گیا۔ وہ بیوی کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا چاہتا تھا، اس لیے اس نے کھیتوں کے کام کے لیے ایک نوکر رکھ لیا۔ نوکر نے گندم بوئی، خدا کے فضل سے بارشیں اچھی ہوئیں اور فصل خوب پکی۔ نوکر نے گندم کاٹ کر کھلیان میں ڈھیر لگا دیا۔ گاؤں والے کہتے کہ بہادر خان! تمھارا ستارہ بہت بلند ہے اور تمھاری بیوی بڑی خوش قسمت ہے۔

سیالوں کی شادی کا بلاوا

بہادر خان کو فکر ہوئی کہ کہیں اس دولت کو نظر نہ لگ جائے، اس لیے اس نے رات کو نوکر کے ساتھ کھلیان پر رہنا شروع کیا۔ اسی دوران اس کے سیالوں (رشتے داروں) کی طرف سے شادی کا بلاوا آیا۔ وہ جانا نہیں چاہتا تھا مگر بیوی کے کہنے پر نوکر کو کھلیان کی حفاظت کی ہدایت کر کے، سو روپے جیب میں ڈال کر، شادی میں چلا گیا۔

کھلیان کی آگ اور غلط تدفین

نوکر چلم کا شوقین تھا۔ ایک رات اس نے کھلیان کے قریب جھاڑیاں جمع کر کے آگ سلگائی؛ ہوا سے ایک چنگاری اڑ کر کھلیان پر جا پڑی اور ساری فصل جل اٹھی۔ نوکر گندم بچانے کی کوشش میں خود بھی جل کر مر گیا۔ صبح گاؤں والوں نے

Free notes: freebooks.pk

جلی ہوئی لاش کو بہادر خان سمجھا اور اسے بہادر خان کے نام سے قبرستان میں دفن کر دیا۔

زندہ بہادر خان 'بھوت' بن گیا

کچھ دن بعد بہادر خان شادی سے واپس آیا تو بیوی اسے دیکھ کر چیخ پڑی کہ اس کا مرا ہوا شوہر بھوت بن کر آیا ہے۔ گاؤں والے ڈر کر بھاگ گئے اور ہتھیار لے کر اس کے پیچھے پڑ گئے۔ بہادر خان جان بچا کر قبرستان میں چھپ گیا۔ بھوک سے بے حال ہو کر وہ صبح گاؤں گیا تو ایک ملا اسے دیکھ کر اتنا ڈرا کہ مر گیا۔ ملا کو دفناتے وقت لوگ کھجوریں بانٹ رہے تھے کہ بہادر خان نے قبر کے پیچھے سے اپنا حصہ مانگا؛ سب کھجوریں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بہادر خان سوچنے لگا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ اپنے ہی لوگ مجھے مردہ سمجھتے ہیں۔

جادوگر اور مردہ ملا

آدھی رات کو ایک جادوگر قبرستان آیا اور ملا کی قبر کھود کر منتر پڑھنے لگا تو ملا کی لاش اٹھ بیٹھی۔ بہادر خان نے جادوگر کو پکڑ لیا تو وہ منتیں کرنے لگا، اور آخر اس نے ایسا منتر پھونکا کہ ملا سائے کی طرح بہادر خان سے چپک گیا اور جادوگر غائب ہو گیا۔ اب بہادر خان جہاں جاتا، ملا کھاٹ سمیت اس کے پیچھے پیچھے جاتا۔ وہ خربوزوں کے کھیت میں گیا تو مالک ڈر کر بھاگ گیا؛ اس نے ملا کو رہٹ سے باندھا مگر وہ رسیاں توڑ کر پھر پیچھے آ گیا؛ ایک آدمی سے روٹی مانگی تو وہ خوف سے مر گیا۔

دھوبی اور رئیس کے سوار

گاؤں کے رئیس نے دھوبی کو کپڑے دھونے ندی پر بھیجا۔ دھوبی ڈرتا تھا کہ وہاں بہادر خان اور ملا گھومتے ہیں، اس لیے رئیس نے تین مسلح سوار ساتھ بھیجے۔ ندی پر بہادر خان پانی پینے آیا اور ملا بھی پیچھے پیچھے آ گیا؛ یہ دیکھ کر دھوبی اور سوار بدحواس ہو کر بھاگے، گھوڑوں کی رسیاں الجھ گئیں اور گھوڑے انھیں گھسیٹتے لے گئے۔ دو سوار مر گئے، ایک زخمی ہو کر رئیس کے پاس پہنچا، اور دھوبی نے توبہ کر لی کہ کبھی گاؤں سے باہر نہیں جائے گا۔

نجات اور زندگی کی گواہی

بہادر خان پریشان تھا کہ ندی میں ڈوب مرے یا وطن چھوڑ دے؛ کاش وہ شادی پر نہ جاتا۔ آدھی رات کو وہ پھر قبرستان گیا، جادوگر آیا تو اسے مضبوطی سے پکڑ کر کہا کہ جب تک ملا کو مجھ سے الگ نہیں کرو گے، نہیں چھوڑوں گا۔ مجبور ہو کر جادوگر نے منتر پڑھا اور ملا کو دوبارہ قبر میں دفن کر کے چلا گیا۔ پھر بہادر خان اپنے سیالوں کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ گاؤں چل کر گواہی دیں کہ وہ زندہ ہے اور ان کی شادی میں گیا ہوا تھا۔ سیالوں نے رئیس اور گاؤں والوں کو سارا واقعہ سمجھایا کہ جلنے والا نوکر تھا۔ گاؤں والے خوش ہو گئے کہ بہادر خان زندہ ہے اور ان کا خوف دور ہو گیا۔

Free notes: freebooks.pk

مرکزی خیال

اس لوک کہانی کا مرکزی خیال یہ ہے کہ محنت اور ذمہ داری سے غفلت انسان کو مصیبت میں ڈال دیتی ہے، اور افواہ، توہم پرستی اور بغیر تحقیق کے فیصلے معاشرے میں بڑی الجھنیں پیدا کرتے ہیں۔ بہادر خان نے کھیت نوکر کے سپرد کیے تو کھلیان جل گیا، اور گاؤں والوں نے تحقیق کے بغیر لاش کو بہادر خان سمجھ کر دفن کیا تو زندہ انسان بھوت بن گیا۔ آخر سچ اور گواہی ہی سے اس کی مشکل ختم ہوئی۔ کہانی مزاح کے پردے میں یہ سبق دیتی ہے کہ سچ کی تصدیق کیے بغیر کسی بات پر یقین نہ کیا جائے اور اپنے کام کی ذمہ داری خود اٹھائی جائے۔

اہم الفاظ کے معنی

کھاتا پیتا

خوش حال، آسودہ۔

کاریز

زیرِ زمین نالیوں کے ذریعے پانی لانے کا قدیم نظام، جو بلوچستان میں آب پاشی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

سیراب کرنا

پانی دینا۔

مزارع

دوسرے کی زمین پر کاشت کرنے والا کسان۔

خودداری

عزتِ نفس، کسی کا محتاج نہ ہونا۔

کھلیان

وہ جگہ جہاں کٹی ہوئی فصل جمع کر کے دانے نکالے جاتے ہیں۔

سیال

رشتے دار (براہوی/بلوچی معاشرت میں)۔

چلم

حقے کا وہ حصہ جس میں تمباکو اور آگ رکھی جاتی ہے۔

خس و خاشاک

گھاس پھوس، کوڑا کرکٹ۔

Free notes: freebooks.pk

نعرہ لگانا

زور سے پکارنا۔

جادوگر

جادو ٹونا کرنے والا۔

کھاٹ

چارپائی (یہاں مردے کی چارپائی)۔

رہٹ / چرخہ

کنویں سے پانی نکالنے کا پہیا۔

آسیب

بھوت پریت کا اثر۔

رئیس

گاؤں کا سردار، امیر آدمی۔

بدحواس

گھبرایا ہوا۔

سرگزشت

آپ بیتی، کسی پر گزرے ہوئے واقعات۔

خاکہ

بہادر خان کی سرگزشت: واقعات کی ترتیب: یہ خاکہ لوک کہانی 'بہادر خان کی سرگزشت' کے اہم واقعات کو آغاز سے انجام تک ترتیب سے دکھاتا ہے۔

بہادر خان کی سرگزشت: واقعات کی ترتیب



مختصر سوالات و جوابات

بہادر خان اپنے کھیتوں اور فصلوں کی کیسے پرورش اور دیکھ بھال کرتا تھا؟

وہ بے حد محنت کرتا، بارش نہ ہو تو کاریز کے پانی سے کھیت سیراب کرتا اور فصلوں کو اپنے بچوں کی طرح چاہتا اور ان کے لیے دعا کرتا تھا۔

شادی کے بعد بہادر خان کے معمولات میں کیا تبدیلی آئی؟

وہ کھیتوں سے غافل ہو گیا، بیوی کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے لگا اور کھیتی باڑی کے لیے ایک نوکر رکھ لیا۔

دیہات کے باشندے بہادر خان کو کیوں کہتے کہ تمھارا ستارہ بہت اونچا ہے؟

کیونکہ اس کی فصل بہت اچھی ہوئی تھی اور کھلیان گندم سے بھر گیا تھا؛ وہ اس کی بیوی کو بھی خوش قسمت کہتے تھے۔

freebooks.pk

بہادر خان کے کھیت کھلیان میں آگ کیسے لگی؟

چلم کے شوقین نوکر نے کھلیان کے قریب جھاڑیوں سے آگ جلائی؛ ہوا سے ایک چنگاری اڑ کر کھلیان پر جا گری اور فصل جل گئی۔

بہادر خان کے زندہ ہونے کا گاؤں والوں کو کیسے علم ہوا؟

بہادر خان کے سیال (رشتے دار) گاؤں آئے اور رئیس اور لوگوں کو بتایا کہ وہ ان کی شادی میں گیا ہوا تھا اور جل کر مرنے والا اس کا نوکر تھا۔

بہادر خان کی خودداری کی وجہ کیا تھی؟

اس کی معاشی آزادی؛ وہ کسی کا مزارع نہ تھا اور اپنی زمین سے سال بھر کا غلہ پیدا کر لیتا تھا۔

نوکر نے کھیتوں میں کون سی فصل بوئی؟

گندم کی فصل۔

شادی پر جاتے وقت بہادر خان کی جیب میں کتنے روپے تھے؟

سو روپے۔

ملا کی موت کیسے ہوئی؟

بہادر خان کو بھوت سمجھ کر وہ اتنا ڈرا کہ بے ہوش ہو کر گرا اور مر گیا۔

جادوگر نے بہادر خان کو کس مصیبت میں ڈالا؟

منتر پڑھ کر مردہ ملا کو اس کے پیچھے لگا دیا جو سائے کی طرح کھاٹ سمیت اس کے ساتھ ساتھ پھرنے لگا۔

ضرب المثل کسے کہتے ہیں؟

ایسا مختصر اور جامع جملہ جو کسی تجربے یا مشاہدے کی بنیاد پر معاشرے میں مقبول ہو جائے اور اس میں کوئی حکمت یا نصیحت ہو؛ اسے کہاوت بھی کہتے ہیں۔

'ڈوبتے کو تنکے کا سہارا' کا مطلب لکھیں۔

مصیبت کے وقت معمولی سی مدد بھی بڑا سہارا محسوس ہوتی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

تفصیلی سوالات و جوابات

'بہادر خان کی سرگزشت' کا خلاصہ تحریر کریں۔

آغاز: خوش حال کسان

بہادر خان کاریز کے پانی سے کھیتی کرنے والا محنتی اور خوددار کسان تھا۔ شادی کے بعد وہ غافل ہو گیا اور نوکر رکھ لیا جس نے گندم کی شاندار فصل کھلیان میں جمع کی۔

حادثہ اور غلط تدفین

بہادر خان سیالوں کی شادی میں گیا ہوا تھا کہ نوکر کی چلم کی چنگاری سے کھلیان جل گیا اور نوکر بھی مر گیا۔ گاؤں والوں نے لاش کو بہادر خان سمجھ کر دفن کر دیا۔

بھوت، ملا اور جادوگر

واپسی پر سب نے اسے بھوت سمجھا۔ ملا اسے دیکھ کر ڈر سے مر گیا، اور ایک جادوگر کے منتر سے مردہ ملا کھاٹ سمیت بہادر خان کے پیچھے لگ گیا؛ خربوزوں کے کھیت، روٹی والے آدمی اور دھوبی کے سواروں کے مزاحیہ واقعات پیش آئے۔

انجام

آخر بہادر خان نے جادوگر کو پکڑ کر ملا کو قبر میں واپس بھجوایا اور سیالوں کو گاؤں لا کر گواہی دلوائی کہ وہ زندہ ہے۔ یوں گاؤں والوں کا خوف دور ہوا اور سب خوش ہو گئے۔

بہادر خان کے کردار کا جائزہ لیں اور بتائیں کہ اس کی غفلت نے اسے کن مشکلات میں ڈالا۔

محنتی اور خوددار

شادی سے پہلے بہادر خان محنتی، فیاض اور خوددار کسان تھا جو اپنی فصل سے غریبوں کی مدد بھی کرتا تھا۔

غفلت اور فکر

شادی کے بعد اس نے کھیت نوکر کے سپرد کر دیے۔ دولت آئی تو اسے نظر لگنے کا خوف بھی ہوا، مگر رشتے داری نبھانے کے لیے وہ کھلیان چھوڑ کر چلا گیا۔

مشکلات

اس کی غیر موجودگی میں فصل جل گئی، اسے مردہ سمجھ کر دفن کر دیا گیا، بیوی اور گاؤں والے اسے بھوت سمجھ کر بھاگنے لگے، اور مردہ ملا اس کے پیچھے لگ گیا۔

Free notes: freebooks.pk

حوصلہ اور سمجھ داری

ان سب مصیبتوں میں بھی اس نے ہمت نہ ہاری؛ جادوگر کو دوبارہ پکڑا اور سیالوں کی گواہی سے اپنی زندگی ثابت کی۔ یہ اس کی بہادری اور سوجھ بوجھ کا ثبوت ہے۔

درج ذیل انگریزی پیراگراف کا بامحاورہ اردو ترجمہ کریں: 'The accumulated experience of human beings...'

پہلا حصہ

انسانوں کا مجموعی تجربہ علم، مہارتوں اور رویوں کی صورت میں موجود ہے۔ زبان اور ادب وہ سب سے اہم عوامل ہیں جو کسی معاشرے کی ثقافت کی عکاسی بھی کرتے ہیں اور اس کی حفاظت بھی۔

دوسرا حصہ

اردو زبان فارسی، عربی، ترکی، سنسکرت اور دوسری مقامی زبانوں کے میل جول سے وجود میں آئی۔

تیسرا حصہ

پچھلی صدی کے دوران انگریزی نے بھی اردو کو مالا مال کرنے میں اپنا حصہ ڈالا۔

چوتھا حصہ

رفتہ رفتہ اردو اب اس قابل ہوتی جا رہی ہے کہ دوسری مغربی اور مشرقی ثقافتوں کے خیالات، الفاظ، احساسات اور جذبات کو اپنے دامن میں سمو سکے۔

لوک کہانی کی خصوصیات بیان کریں اور 'بہادر خان کی سرگزشت' کے اخلاقی اور سماجی پہلوؤں پر روشنی ڈالیں۔

لوک کہانی کیا ہے؟

لوک کہانی وہ کہانی ہے جو عوام میں نسل در نسل زبانی سنائی جاتی رہی ہو اور جس کا مصنف عموماً معلوم نہ ہو۔ اس میں علاقے کی زبان، رسم و رواج اور عقائد کی جھلک ہوتی ہے۔

خصوصیات

سادہ زبان، دیہی ماحول، مافوق الفطرت عناصر (بھوت، جادوگر، منتر)، مزاح، ڈرامائی واقعات اور آخر میں کوئی نصیحت اس کی نمایاں خصوصیات ہیں؛ یہ سب اس کہانی میں موجود ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

سماجی پہلو

کہانی بلوچستان کی دیہی زندگی، کاریز کے نظام، کھلیان، سیالوں کی شادیوں اور رئیس کے کردار کی تصویر پیش کرتی ہے، اور توہم پرستی اور افواہوں کے نقصان دکھاتی ہے۔

اخلاقی پہلو

اپنی ذمہ داری دوسروں پر نہ ڈالو، بغیر تحقیق کسی بات پر یقین نہ کرو، اور مصیبت میں ہمت اور سچ کا ساتھ نہ چھوڑو۔

معروضی سوالات (MCQs)

بہادر خان کی خودداری کی وجہ تھی: (الف) سماجی آزادی (ب) معاشی آزادی (ج) مذہبی آزادی (د) کوئی نہیں

درست جواب: (ب) معاشی آزادی۔ وہ کسی کا مزارع نہ تھا۔

بہادر خان بارش نہ ہونے کی صورت میں اپنے کھیتوں کو سیراب کرتا تھا: (الف) بارش سے (ب) دریا سے (ج) کاریز سے (د) نہر سے

درست جواب: (ج) کاریز سے۔ کاریز کے پانی سے۔

نوکر نے بہادر خان کے کھیتوں میں فصل بوئی: (الف) باجرے کی (ب) چاول کی (ج) گندم کی (د) گنے کی

درست جواب: (ج) گندم کی۔ گندم کی فصل کھلیان میں جمع ہوئی۔

شادی پر جاتے وقت بہادر خان کی جیب میں تھے: (الف) پچاس روپے (ب) سو روپے (ج) پانچ سو روپے (د) ہزار روپے

درست جواب: (ب) سو روپے۔ سو روپے۔

‘بہادر خان کی سرگزشت’ کس زبان کی لوک کہانی ہے؟ (الف) بلوچی (ب) براہوی (ج) پشتو (د) سندھی

درست جواب: (ب) براہوی۔ ماخذ ‘براہوی کی لوک کہانیاں’۔

کھلیان میں آگ لگنے کا سبب تھا: (الف) بجلی گرنا (ب) دشمن کی سازش (ج) نوکر کی چلم اور جھاڑیوں کی آگ (د) چولھا

درست جواب: (ج) نوکر کی چلم اور جھاڑیوں کی آگ۔ ہوا سے چنگاری کھلیان پر جا پڑی۔

گاؤں والوں نے کس کی لاش کو بہادر خان سمجھ کر دفن کیا؟ (الف) ملا کی (ب) نوکر کی (ج) دھوبی کی (د) جادوگر کی

درست جواب: (ب) نوکر کی۔ جل کر مرنے والا نوکر تھا۔

Free notes: freebooks.pk

جادوگر کے منتر سے بہادر خان کے پیچھے لگ گیا: (الف) نوکر (ب) مردہ ملا (ج) دھوبی (د) رئیس

درست جواب: (ب) مردہ ملا۔ ملا کھاٹ سمیت سائے کی طرح پیچھے پھرنے لگا۔

رئیس نے دھوبی کے ساتھ کتنے مسلح سوار بھیجے؟ (الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

درست جواب: (ب) تین۔ تین سوار؛ ان میں سے دو مر گئے۔

انور رومان کی ادبی زندگی کا آغاز کس کے رسالے سے ہوا؟ (الف) علامہ اقبال (ب) جوش ملیح آبادی (ج) فیض احمد فیض (د) حفیظ جالندھری

درست جواب: (ب) جوش ملیح آبادی۔ جوش ملیح آبادی کے رسالے 'کلیم' سے۔

'ضرب المثل' کس زبان کا لفظ ہے؟ (الف) فارسی (ب) عربی (ج) ترکی (د) ہندی

درست جواب: (ب) عربی۔ عربی؛ مطلب مثال دے کر بات کرنا۔

'بھینس کے آگے ___ بجانا': (الف) ڈھول (ب) بین (ج) بانسری (د) ستار

درست جواب: (ب) بین۔ ناسمجھ کے سامنے عقل کی بات بے کار ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: پروفیسر انور رومان (1924ء–2013ء)؛ کنیاں کلاں (جالندھر)؛ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے تاریخ؛ کوئٹہ: چیئرمین بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ؛ نثری نظم کے ابتدائی علم بردار؛ رسالہ 'کلیم'؛ تقریباً 40 کتابیں۔
- ماخذ: براہوی کی لوک کہانیاں۔
- بہادر خان: کاریز، معاشی آزادی، خودداری؛ شادی کے بعد نوکر؛ گندم؛ سو روپے لے کر سیالوں کی شادی میں۔
- حادثہ: چلم کی چنگاری، کھلیان جلا، نوکر مرا، بہادر خان کے نام سے دفن۔
- مزاحیہ واقعات: ملا کی موت، کھجوریں، جادوگر، ملا کھاٹ سمیت پیچھے، خربوزوں کا کھیت، دھوبی اور تین سوار۔
- انجام: جادوگر نے ملا الگ کیا؛ سیالوں کی گواہی۔
- قواعد: ضرب المثل؛ چور کی داڑھی میں تنکا، خدا گنجے کو ناخن نہ دے، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، رسی جل گئی بل نہ گیا، سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں، بھینس کے آگے بین بجانا۔

امتحانی نکات

- خلاصے میں ترتیب رکھیں: محنتی کسان → غفلت → آگ → بھوت → ملا اور جادوگر → گواہی۔
- MCQs کے لیے یاد رکھیں: کاریز، معاشی آزادی، گندم، سو روپے، تین سوار، براہوی۔
- ترجمے میں لفظی ترجمے کے بجائے بامحاورہ اور رواں اردو لکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

- ضرب الامثال کی تکمیل کے ساتھ ان کا مطلب بھی یاد کریں؛ امتحان میں جملے میں استعمال بھی پوچھا جا سکتا ہے۔
- لوک کہانی کی خصوصیات والے سوال میں اسی کہانی سے مثالیں ضرور دیں۔

حقائق کی وضاحت

پروفیسر انور رومان کے سنِ پیدائش و وفات (1924ء–2013ء) اور دیگر سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق ہیں۔

درسی کتاب میں کہانی کا ماخذ 'براہوی کی لوک کہانیاں' درج ہے۔

کتاب کی مشق کے MCQ (ج) 'بہادر خان کی شادی ہوئی' کے بارے میں: متن میں شادی کے لیے 'آسانی' اور 'دھوم دھام' دونوں الفاظ ایک ساتھ آئے ہیں، اس لیے یہ MCQ یہاں شامل نہیں کیا گیا؛ جواب کے لیے اپنے استاد کی رہنمائی لیں۔

سمارٹ سلیبس 2027

PECTAA نے 14 نومبر 2026 کے نوٹیفکیشن (نمبر 1258) کے تحت یہ سبق 2027 کے بورڈ امتحان کے نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ 2027 کے پرچے میں اس سبق سے کوئی سوال نہیں آئے گا۔ یہ نوٹس عام مطالعے اور دوسرے سالوں کے طلبہ کے لیے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 11: حکیم احسن اللہ خان

Urdu Class 12 Lesson 11: Hakeem Ahsanullah Khan (Shamsur Rahman Faruqi)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے گیارہویں سبق 'حکیم احسن اللہ خان' پر مبنی ہیں، جو شمس الرحمٰن فاروقی کے مشہور تاریخی ناول 'کئی چاند تھے سرِ آسماں' سے لیا گیا ہے۔ اس حصے میں دہلی کے مشہور طبیب حکیم احسن اللہ خان کا مطب، ان کا طریقۂ تشخیص، اور انگریز ریزیڈنٹ ولیم فریزر سے ان کی ملاقات دکھائی گئی ہے، جس میں حکیم صاحب اپنی خودداری اور بادشاہ سے وفاداری پر قائم رہتے ہیں۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، ناول کا تعارف، سبق کا حصہ وار خلاصہ، حکیم صاحب کا کردار، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، واحد جمع، اقتباسات کی تشریح، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- شمس الرحمٰن فاروقی کی شخصیت، ادبی خدمات اور جدید فکشن میں ان کے مقام کو سمجھنا۔
- ناول کی تعریف، خصوصیات اور داستان و افسانے سے اس کا فرق جاننا۔
- ناول کے اہم کرداروں، بالخصوص حکیم احسن اللہ خان کے کردار کا مطالعہ کرنا۔
- مغلیہ اور برطانوی دور کے سماجی، تہذیبی اور ثقافتی پس منظر سے روشناس ہونا۔
- خودداری، وفاداری اور پیشہ ورانہ دیانت کی اقدار کو سمجھنا۔

مصنف کا تعارف

شمس الرحمٰن فاروقی (1935ء–2020ء) اردو زبان و ادب کے نابغۂ روزگار اور کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔ صحافت، ترجمہ، عروض، تنقید و تحقیق، شاعری، ادب اور لغت، غرض اردو زبان و ادب کا کوئی گوشہ انھوں نے نہیں چھوڑا اور ہر میدان میں اپنا لوہا منوایا۔

وہ 30 ستمبر 1935ء کو پرتاب گڑھ، اتر پردیش (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان تعلیم سے وابستہ تھا؛ ان کے دادا حکیم مولوی محمد اصغر فاروقی معروف شاعر فراق گورکھپوری کے استاد تھے۔ انھوں نے 1955ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ایم اے کیا اور 1956ء سے 1958ء تک تدریس سے وابستہ رہے، پھر ہندوستان میں حکومتی سطح پر اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ انھوں نے چالیس سے زائد اردو اور انگریزی کتابیں لکھیں۔

ان کا ناول ‘کئی چاند تھے سرِ آسماں’ اردو کا ایک شاہ کار تاریخی ناول مانا جاتا ہے جو اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی ہند اسلامی تہذیب کی بازیافت کرتا ہے۔ انھوں نے اردو ادب میں جدیدیت کی بنیاد رکھی اور تنقید کے میدان میں انقلابی تبدیلیاں لائے۔ لسانیات اور لغت میں ‘لغاتِ روزمرہ’ بہت اہمیت رکھتی ہے۔ الہ آباد سے شائع ہونے والا ماہنامہ ‘شب خون’، جس کی وہ چالیس برس تک ادارت کرتے رہے، اردو میں جدیدیت کا سب سے اہم پلیٹ فارم بنا۔

ان کی تصنیف ‘شعرِ شور انگیز’ پر انھیں 1996ء میں برصغیر کا بڑا ادبی اعزاز ‘سرسوتی سمان’ ملا اور 2009ء میں پدم شری کے سول اعزاز سے نوازا گیا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انھیں ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ انھیں ‘شمسِ اردو’ کہا جاتا ہے۔ وہ 25 دسمبر 2020ء کو الہ آباد میں وفات پا گئے۔

ناول، القاب اور واحد جمع (قواعد)

ناول

طویل نثری قصہ جس میں حقیقی زندگی کے کردار، واقعات اور معاشرت کو ایک مربوط پلاٹ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

ناول، داستان اور افسانے کا فرق

داستان: طویل، تخیلاتی اور مافوق الفطرت عناصر سے بھرپور قصہ (جیسے باغ و بہار)۔ ناول: طویل مگر حقیقت پسندانہ قصہ جس میں زندگی کے کئی پہلو اور بہت سے کردار ہوتے ہیں۔ افسانہ: مختصر قصہ جو زندگی کے کسی ایک پہلو یا واقعے پر مرکوز ہوتا ہے۔

سبق کے القاب و خطابات

عمدۃ الملک (حکیم احسن اللہ خان کا خطاب)، ظلِ سبحانی/ظلِ الٰہی (بادشاہ کے لیے)، صاحبِ کلاں بہادر، نواب ریزیڈنٹ بہادر (ولیم فریزر کے لیے)، کمپنی بہادر (ایسٹ انڈیا کمپنی)۔

مشق 5: واحد جمع

خطابات ← خطاب؛ خاص ← خواص؛ اکتسابات ← اکتساب؛ کمالات ← کمال؛ ربط ← روابط؛ مدرسہ ← مدارس؛ شرفا ← شریف؛ علما ← عالم؛ اطبا ← طبیب؛ نسخہ ← نسخے/نسخ؛ طمع ← اطماع۔

ناول اور سبق کا تعارف

‘کئی چاند تھے سرِ آسماں’ پہلی بار 2006ء میں شائع ہوا۔ یہ ناول انیسویں صدی کی تہذیب، ثقافت اور سماجی زندگی، خصوصاً دلی اور لکھنؤ کے زوال پذیر دور کو نہایت خوب صورتی سے پیش کرتا ہے۔ اس کی کہانی نواب مرزا خان داغ دہلوی کی والدہ وزیر خانم عرف چھوٹی بیگم کے گرد گھومتی ہے، جو غیر معمولی حسین، باوقار، ذہین اور خوددار خاتون تھیں؛ شعر

Free notes: freebooks.pk

کہتی تھیں اور 'زہرہ' تخلص کرتی تھیں۔ ناول کی سب سے بڑی خوبی اس کی شستہ، کلاسیکی اور دل نشین زبان ہے اور تاریخی حقائق کو تخیل کے ساتھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ قاری خود کو اسی دور میں سانس لیتا محسوس کرتا ہے۔

اس سبق کے اہم کردار یہ ہیں: حکیم احسن اللہ خان (دلی کے نامور طبیب اور بادشاہ کے معالج)، ولیم فریزر (انگریز ریزیڈنٹ)، نواب شمس الدین احمد خان، بادشاہ (ظلِ سبحانی)، چوبدار اور نسخہ نویس۔ سبق میں مغلیہ دربار کی بے بسی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے بڑھتے ہوئے غلبے کا پس منظر نمایاں ہے۔

حصہ وار خلاصہ

حکیم صاحب کی شخصیت

حکیم احسن اللہ خان اپنے حسنِ اخلاق، انکسار اور تشخیص و تجویز دونوں میں یکساں مہارت کی وجہ سے دلی والوں کی آنکھ کا تارا تھے؛ امیر غریب، ہندو مسلمان سب ان کے قدر دان تھے۔ وہ دراز قد، بھاری بدن مگر موٹے نہیں تھے، چھوٹی روشن آنکھیں، سانولے چہرے پر ہلکے چیچک کے داغ اور گول بھری ہوئی داڑھی تھی۔ سر سے پاؤں تک سفید لباس پہن کر وہ اپنے دیوان خانے میں مطب کرتے تھے۔

مطب کا نقشہ

لمبے کمرے کی مشرقی دیوار کے ساتھ ایک چوڑا تخت بچھا تھا جس پر سفید چاندنی اور گاؤ تکیے تھے۔ حکیم صاحب دو زانو بیٹھتے اور ان کے دونوں طرف نسخہ نویس حکیم بیٹھتے تھے۔ مریض سامنے لمبی چوکیوں اور کرسیوں پر بیٹھے ہوتے۔ ماحول میں متانت اور رعب کی فضا تھی؛ مریض کو کچھ پوچھنا ہوتا تو نسخہ نویس سے پوچھتا۔

تشخیص کا طریقہ

حکیم صاحب خندہ پیشانی سے ایک ایک مریض کو دیکھتے؛ مریض کو اپنا حال بیان کرنے کی کم ہی ضرورت پڑتی۔ عموماً داہنے ہاتھ کی نبض دیکھنا کافی ہوتا، کبھی دونوں کلائیاں دیکھتے، اور تصدیق کے لیے ایک دو سوال پوچھ لیتے، جیسے گردے کے درد یا بخار کی ابتدا کے بارے میں۔ تشخیص جلد ہو جاتی اور وہ دھیمی آواز میں نسخہ نسخہ نویس کو لکھوا دیتے۔ نبض دیکھنے کی کوئی فیس نہ تھی؛ دوا مطب سے ملحق عطار سے قیمتاً ملتی، اور غریبوں کو حکیم صاحب کے ایک خفیہ اشارے پر مفت دے دی جاتی۔

ولیم فریزر کا بلاوا

ایک دن دوپہر کے وقت انگریز ریزیڈنٹ ولیم فریزر کا چوبدار آیا اور کہا کہ صاحبِ کلاں بہادر نے یاد فرمایا ہے۔ حاضرین کو برا لگا کہ ریزیڈنٹ بادشاہ کے معالج کو یوں طلب کرے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ ابھی مریض دیکھ رہا ہوں، ظہر کے بعد

Free notes: freebooks.pk

آؤں گا؛ چوبدار نے کچھ کہنا چاہا تو انھوں نے نرمی مگر قطعیت سے کہہ دیا کہ یہی بات جا کر ریزیڈنٹ کو بتا دو۔ مریضوں سے فارغ ہو کر اور نماز پڑھ کر وہ ہوادار میں سوار ہو کر فریزر کی کوٹھی پہنچے۔

فریزر سے ملاقات

ملاقات دربار کے کمرے سے ملحق دفتر میں ہوئی جس کی دیواروں پر انگریزی، فارسی، لاطینی اور یونانی کتابیں سجی تھیں۔ چوبدار نے 'عمدۃ الملک حکیم احسن اللہ خان بہادر' پکار کر آمد کی اطلاع دی۔ فریزر نے تعظیم کی، تشریف لانے کا شکریہ ادا کیا اور حکیم صاحب کی لیاقت اور دانش کی تعریف کی۔ حکیم صاحب مختصر، خشک مگر محتاط جواب دیتے رہے کہ اگر کوئی خدمت ان کے لائق ہوئی تو دریغ نہیں کریں گے۔

فریزر کا مطالبہ

فریزر نے کہا کہ نواب شمس الدین احمد خان ریاست کے نظم و نسق میں خلل ڈال رہے ہیں اور گورنر جنرل بھی ان سے ناراض ہو سکتے ہیں؛ چونکہ حکیم صاحب نواب احمد بخش خان مرحوم کے ذاتی معالج رہے ہیں اور شمس الدین ان کی گود میں کھیلے ہیں، اس لیے وہ انھیں سمجھائیں۔ آخر میں اصل بات کھلی: شمس الدین سے کہہ دیں کہ چھوٹی بیگم کا خیال چھوڑ دیں، اور صاف بتا دیں کہ یہ فریزر کا پیغام ہے۔

حکیم صاحب کا جواب اور رخصت

حکیم صاحب نے کہا کہ نہ ان کا شمس الدین پر کوئی زور ہے اور نہ یہ ان کا منصب ہے کہ کسی کا پیغام لے جائیں۔ فریزر نے پوچھا کیا آپ کمپنی بہادر کے وفادار نہیں؟ حکیم صاحب نے جواب دیا کہ ان کا کمپنی سے وفاداری کا کوئی رشتہ نہیں؛ وہ بادشاہ کے نمک خوار ہیں، کمپنی کے نہیں۔ فریزر نے طنز کیا کہ بادشاہ تو خود کمپنی کا نمک خوار ہے، تو حکیم صاحب نے بادشاہ کے خاندان کی صدیوں کی حکمرانی یاد دلائی۔ فریزر نے کہا ہم نے تاریخ کا درس سننے کے لیے نہیں بلایا؛ حکیم صاحب نے جواب دیا کہ میں بھی آپ کے پیٹ کا نسخہ لکھنے نہیں آیا، افسوس میرا آنا بے کار ثابت ہوا، اور اجازت لیے بغیر وقار سے اٹھ کر چلے گئے۔ یہ فریزر کی ذاتی توہین تھی اور اس دن سے کمپنی اور حکیم صاحب کے درمیان خاموش جنگ چھڑ گئی۔

بادشاہ کو اطلاع اور شمس الدین سے ملاقات

حکیم صاحب نے ضروری سمجھا کہ بادشاہ کو اطلاع دیں، کیونکہ ریزیڈنٹ کا بادشاہ کے معالج کو یوں طلب کرنا آدابِ سلطنت کے خلاف تھا۔ بادشاہ نے سارا ماجرا خاموشی سے سنا؛ وہ ناراض تھے مگر بے بس، کیونکہ اب بادشاہ اور گورنر جنرل کے درمیان براہِ راست مراسلت کا وہ سلسلہ نہ رہا تھا جو اکبر شاہ ثانی کے زمانے تک تھا۔ دیوانِ خاص سے نکلے تو موتی مسجد سے مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ نماز کے بعد وہ دریا گنج میں نواب شمس الدین کی حویلی گئے اور پیغام چھوڑا کہ صبح مطب میں ملیں۔ رات بھر انھیں فریزر کی رعونت اور اہلِ ہند کو حقیر سمجھنے والے فرنگی مزاج کی فکر رہی۔ صبح شمس الدین آئے تو حکیم صاحب نے تخلیے میں انھیں ساری بات بتا دی مگر چھوٹی بیگم کے بارے میں کوئی نصیحت نہ کی۔ شمس

Free notes: freebooks.pk

الدین خاموشی سے سنتے رہے اور فریزر کے خلاف کوئی بڑ نہ ماری۔ ان کے جانے کے بعد حکیم صاحب نے پھر مطب سنبھالا، جہاں آج بھیڑ معمول سے زیادہ تھی۔

مرکزی خیال

اس سبق کا مرکزی خیال حکیم احسن اللہ خان کی خودداری، دیانت اور وفاداری ہے۔ ایک طرف وہ مریضوں کے ہمدرد، غریب پرور اور اپنے فن کے ماہر ہیں، دوسری طرف طاقتور انگریز ریزیڈنٹ کے سامنے بھی وہ اپنے منصب کی حد اور بادشاہ سے وفاداری پر قائم رہتے ہیں اور کسی کی نجی زندگی میں مداخلت کا پیغام لے جانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ سبق مغلیہ سلطنت کی بے بسی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی رعونت کی تصویر بھی دکھاتا ہے، اور یہ پیغام دیتا ہے کہ حالات کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں، باوقار انسان اپنی عزتِ نفس کا سودا نہیں کرتا۔

اہم الفاظ کے معنی

آنکھ کا تارا

بہت پیارا، سب کا محبوب۔

انکسار

عاجزی۔

تشخیص

مرض کی پہچان۔

تجویز

علاج یا دوا تجویز کرنا۔

مطب

حکیم کے مریض دیکھنے کی جگہ۔

دیوان خانہ

گھر کا بیرونی ملاقات کا کمرہ۔

نسخہ نویس

حکیم کا بتایا ہوا نسخہ لکھنے والا۔

عطار

دوائیں اور جڑی بوٹیاں بیچنے والا۔

متانت

سنجیدگی، وقار۔

چوبدار

عصا بردار ملازم جو آمد کی اطلاع دیتا ہے۔

ریزیڈنٹ

دیسی ریاست یا دربار میں انگریز حکومت کا نمائندہ۔

ہوادار

ایک قسم کی کھلی پالکی۔

عمدۃ الملک

سلطنت کا رکنِ خاص؛ حکیم صاحب کا خطاب۔

نمک خوار

کسی کا نمک کھانے والا، یعنی ملازم اور وفادار۔

ظلِ سبحانی

خدا کا سایہ؛ بادشاہ کا لقب۔

رعونت

غرور، تکبر۔

تخلیہ

علیحدگی میں بات کرنا۔

آدابِ سلطنت

حکومت اور دربار کے طور طریقے۔

خاکہ

حکیم احسن اللہ خان: سبق کے واقعات: یہ خاکہ سبق ’حکیم احسن اللہ خان‘ کے اہم واقعات کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

حکیم احسن اللہ خان: سبق کے واقعات



freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

حکیم احسن اللہ خان کی شخصیت کیسی تھی؟

وہ خوش اخلاق، منکسر المزاج، تشخیص و علاج کے ماہر اور غریب پرور تھے؛ دراز قد، سانولی رنگت، چھوٹی روشن آنکھیں اور گول داڑھی والے، ہمیشہ سفید لباس پہنتے تھے۔

حکیم احسن اللہ خان مرض کی تشخیص کیسے کرتے تھے؟

عموماً داہنے ہاتھ کی نبض دیکھ کر، کبھی دونوں کلائیاں دیکھتے اور تصدیق کے لیے ایک دو سوال پوچھ لیتے تھے۔

حکیم احسن اللہ خان کو کس نے بلا بھیجا تھا؟

انگریز ریزیڈنٹ ولیم فریزر نے، اپنے چوبدار کے ذریعے۔

فریزر کی اہلِ ہند کے بارے میں کیا رائے تھی؟

وہ اہلِ ہند کو حقیر سمجھتا تھا، خود کو ان کے معاملات کا مالک سمجھ کر ان کی نجی زندگی میں بھی دخل دینا اپنا حق جانتا تھا۔

Free notes: freebooks.pk

فریزر کی باتوں کا نواب شمس الدین احمد پر کیا اثر ہوا؟

وہ خاموشی سے سنتے رہے؛ دوسرے نوابوں کی طرح فریزر کے خلاف دھمکیوں اور غصے کا اظہار نہیں کیا۔

حکیم صاحب کے مطب میں فیس کا کیا طریقہ تھا؟

نبض دکھانے کی کوئی فیس نہیں تھی؛ دوا ملحق عطار سے قیمتاً ملتی اور غریبوں کو حکیم صاحب کے اشارے پر مفت دی جاتی۔

حکیم صاحب نے چوبدار کو کیا جواب دیا؟

کہ ابھی مریض دیکھ رہا ہوں، ظہر کے بعد آؤں گا، اور یہی بات جا کر ریزیڈنٹ کو بتا دو۔

فریزر حکیم صاحب سے کیا کام لینا چاہتا تھا؟

کہ وہ نواب شمس الدین احمد خان کو اس کا پیغام دیں کہ چھوٹی بیگم کا خیال چھوڑ دیں۔

حکیم صاحب نے کمپنی سے وفاداری کے سوال پر کیا کہا؟

کہ ان کا کمپنی سے وفاداری کا کوئی رشتہ نہیں؛ وہ بادشاہ کے نمک خوار ہیں، کمپنی کے نہیں۔

حکیم صاحب کو کون سا خطاب حاصل تھا؟

عمدۃ الملک۔

ناول 'کئی چاند تھے سرِ آسماں' کس کے گرد گھومتا ہے؟

داغ دہلوی کی والدہ وزیر خانم عرف چھوٹی بیگم کے گرد۔

'اطبا' اور 'مدرسہ' کا واحد/جمع لکھیں۔

اطبا کا واحد طبیب؛ مدرسہ کی جمع مدارس۔

تفصیلی سوالات و جوابات

حکیم احسن اللہ خان کے مطب کا نقشہ کھینچیں اور مریضوں کی تشخیص کا احوال بیان کریں۔

مطب کی ترتیب

حکیم صاحب اپنے دیوان خانے میں مطب کرتے تھے۔ لمبے کمرے کی مشرقی دیوار کے ساتھ سفید چاندنی اور گاؤ تکیوں والا تخت تھا جس پر وہ دو زانو بیٹھتے، دونوں طرف نسخہ نویس حکیم اور سامنے چوکیوں اور کرسیوں پر مریض ہوتے۔

تشخیص

وہ خندہ پیشانی سے باری باری مریض دیکھتے؛ اکثر داہنے ہاتھ کی نبض کافی ہوتی، کبھی دونوں کلائیاں دیکھتے اور ایک دو سوال پوچھ کر تشخیص کی تصدیق کر لیتے۔ نسخہ دھیمی آواز میں نسخہ نویس کو لکھواتے۔

Free notes: freebooks.pk

ماحول

مطب میں متانت اور رعب کی فضا تھی؛ مریض حکیم صاحب سے براہِ راست بات کم کرتے اور اپنا سوال نسخہ نویس کے ذریعے پوچھتے۔

غریب پروری

نبض دیکھنے کی کوئی فیس نہ تھی۔ دوا ملحق عطار سے قیمتاً ملتی، مگر غریب مریض کے نسخے پر حکیم صاحب ایک خاص اشارہ کروا دیتے تو عطار اسے مفت دوا دے دیتا۔

ولیم فریزر کے بلاوے اور حکیم احسن اللہ خان سے ملاقات کی کیفیت بیان کریں۔

بلاوا

دوپہر کو فریزر کا چوبدار آیا۔ حکیم صاحب نے مریضوں کو ترجیح دی، ظہر پڑھ کر ہوادار میں فریزر کی کوٹھی گئے۔

ملاقات کا ماحول

دفتر میں مختلف زبانوں کی کتابیں تھیں؛ فریزر نے انگریزی لباس میں بیٹھے بیٹھے اٹھ کر تعظیم کی، شکریہ ادا کیا اور حکیم صاحب کی دانش کی تعریف کی۔ حکیم صاحب کا لہجہ خشک مگر محتاط رہا۔

مطالبہ

فریزر نے پہلے شمس الدین کے انتظامی رویے کی شکایت کی، پھر اصل بات کہی کہ وہ چھوٹی بیگم کا خیال چھوڑ دیں اور یہ اس کا پیغام ہے۔

انجام

حکیم صاحب نے پیغام رسانی کو اپنے منصب کے خلاف قرار دیا، خود کو بادشاہ کا نمک خوار کہا، فریزر کے طنز کا جواب دیا اور اجازت لیے بغیر رخصت ہو گئے؛ یوں دونوں میں خاموش جنگ شروع ہو گئی۔

ولیم فریزر سے ملاقات اور گفتگو کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکیم احسن اللہ خان کی غیور اور خوددار شخصیت کا مرقع پیش کریں۔

فرض کی ترجیح

طاقتور ریزیڈنٹ کے بلاوے پر بھی حکیم صاحب نے مریضوں کو ادھورا نہیں چھوڑا؛ ان کے نزدیک پیشہ ورانہ فرض پہلے تھا۔

Free notes: freebooks.pk

منصب کی پاس داری

انھوں نے صاف کہا کہ کسی کی نجی زندگی کے بارے میں پیغام لے جانا ان کا منصب نہیں، چاہے پیغام دینے والا کتنا ہی طاقتور ہو۔

وفاداری

کمپنی سے وفاداری کے سوال پر انھوں نے بے خوف ہو کر کہا کہ وہ بادشاہ کے نمک خوار ہیں، کمپنی کے نہیں؛ بادشاہ کی تحقیر پر بھی خاموش نہ رہے۔

وقار اور حاضر جوابی

فریزر کے طعنے کا انھوں نے شائستہ مگر تیکھا جواب دیا اور اجازت لیے بغیر وقار سے اٹھ آئے۔ یہ ان کی غیرت، خودداری اور عزتِ نفس کی بہترین مثال ہے۔

سیاق و سباق کے ساتھ درج ذیل اقتباسات کی تشریح کریں۔

(الف) 'فریزر کی رعونت... فرنگی مزاج کا خاصہ تھا۔' — سیاق

یہ اقتباس شمس الرحمٰن فاروقی کے ناول 'کئی چاند تھے سرِ آسماں' کے سبق 'حکیم احسن اللہ خان' سے ہے۔ فریزر سے ملاقات اور بادشاہ کو اطلاع دینے کے بعد گھر لوٹ کر حکیم صاحب اس واقعے پر غور کر رہے ہیں۔

(الف) تشریح

حکیم صاحب کے نزدیک فریزر کا غرور اور اہلِ ہند کو کم تر سمجھنا صرف اس کی ذاتی خامی نہیں بلکہ انگریزوں کے عام مزاج کا حصہ تھا۔ وہ خود کو دلی کے امرا اور نوابوں کا سرپرست سمجھ کر ان کی نجی زندگی تک میں دخل دینے لگے تھے۔ حکیم صاحب کو اندیشہ تھا کہ اقتدار کے ساتھ یہ تکبر بڑھے گا اور ہندوستانیوں کی عزت و غیرت مزید پامال ہوگی۔

(ب) 'اذنِ رخصت کے بغیر... انگریزوں کے لیے ناپسندیدہ ہی رہا۔' — سیاق

یہ اقتباس اسی سبق سے ہے اور فریزر سے ملاقات کے اختتام کے فوراً بعد کا ہے، جب حکیم صاحب نے فریزر کا پیغام لے جانے سے انکار کیا۔

(ب) تشریح

حکیم صاحب کا اجازت لیے بغیر اٹھ کر چلے جانا فریزر کے لیے کھلی توہین تھی، مگر وہ اسے برداشت کرنے پر مجبور ہوا۔ اسی دن سے کمپنی اور حکیم صاحب کے درمیان خاموش کشمکش شروع ہو گئی، اور حکیم صاحب اپنی خودداری کی وجہ سے ہمیشہ انگریزوں کی نظر میں ناپسندیدہ رہے۔

Free notes: freebooks.pk

معروضی سوالات (MCQs)

حکیم احسن اللہ خان آنکھ کا تارا تھے: (الف) لکھنؤ والوں کی (ب) دلی والوں کی (ج) کلکتہ والوں کی (د) لاہور والوں کی

درست جواب: (ب) دلی والوں کی۔ اپنے اخلاق اور مہارت کی وجہ سے۔

حکیم صاحب کے دونوں جانب بیٹھے ہوتے تھے: (الف) مریض (ب) نسخہ نویس حکیم (ج) چوبدار (د) عطار

درست جواب: (ب) نسخہ نویس حکیم۔ نسخہ نویس حکیم نسخے لکھتے تھے۔

حکیم صاحب کو نبض دکھانے کی فیس تھی: (الف) دو آنے (ب) ایک آنہ (ج) ایک روپیہ (د) کوئی نہیں

درست جواب: (د) کوئی نہیں۔ نبض دیکھنے کی کوئی فیس نہ تھی۔

حکیم احسن اللہ خان ذاتی معالج تھے: (الف) نواب احمد بخش خان کے (ب) ولیم فریزر کے (ج) چھوٹی بیگم کے (د) نواب شمس الدین احمد کے

درست جواب: (الف) نواب احمد بخش خان کے۔ شمس الدین بچپن میں ان کی گود میں کھیلے تھے۔

بادشاہ اور گورنر جنرل میں براہِ راست مراسلت ہوتی تھی، کے زمانے تک: (الف) اورنگ زیب عالمگیر (ب) جہانگیر (ج) بہادر شاہ ظفر (د) اکبر شاہ ثانی

درست جواب: (د) اکبر شاہ ثانی۔ اکبر شاہ ثانی کے زمانے تک۔

حکیم صاحب دیوانِ خاص سے باہر آئے تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی: (الف) بادشاہی مسجد میں (ب) موتی مسجد میں (ج) سنہری مسجد میں (د) جامع مسجد دلی میں

درست جواب: (ب) موتی مسجد میں۔ موتی مسجد سے اذان ہو رہی تھی۔

ناول 'کئی چاند تھے سرِ آسماں' پہلی بار شائع ہوا: (الف) 1996ء (ب) 2002ء (ج) 2006ء (د) 2009ء

درست جواب: (ج) 2006ء۔ درسی کتاب کے تعارف کے مطابق۔

حکیم احسن اللہ خان کا خطاب تھا: (الف) عمدۃ الملک (ب) ظلِ سبحانی (ج) صاحبِ کلاں (د) نواب بہادر

درست جواب: (الف) عمدۃ الملک۔ چوبدار نے یہی خطاب پکارا۔

حکیم صاحب نے خود کو کس کا نمک خوار کہا؟ (الف) کمپنی کا (ب) بادشاہ کا (ج) فریزر کا (د) نواب کا

درست جواب: (ب) بادشاہ کا۔ بادشاہ کا، کمپنی کا نہیں۔

شمس الرحمٰن فاروقی کس رسالے کے مدیر رہے؟ (الف) نقوش (ب) شب خون (ج) فنون (د) اوراق

درست جواب: (ب) شب خون۔ ماہنامہ شب خون، الہ آباد۔

وزیر خانم کا تخلص تھا: (الف) زہرہ (ب) داغ (ج) حجاب (د) ادا

درست جواب: (الف) زہرہ۔ درسی کتاب کے تعارف کے مطابق۔

‘اطبا’ کا واحد ہے: (الف) طب (ب) طبیب (ج) مطب (د) طبابت

درست جواب: (ب) طبیب۔ اطبا، طبیب کی جمع ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: شمس الرحمٰن فاروقی (1935ء–2020ء)، پرتاب گڑھ؛ الہ آباد یونیورسٹی؛ شب خون (40 برس)؛ شعرِ شور انگیز (سرسوتی سمان 1996ء)؛ پدم شری 2009ء؛ ‘شمسِ اردو’۔
- ناول: کئی چاند تھے سرِ آسماں (2006ء)؛ مرکزی کردار وزیر خانم عرف چھوٹی بیگم (تخلص زہرہ)، داغ دہلوی کی والدہ۔
- مطب: سفید لباس، تخت، نسخہ نویس، داہنی نبض، کوئی فیس نہیں، غریبوں کو مفت دوا۔
- فریزر: چوبدار، ظہر کے بعد ملاقات، پیغام: شمس الدین چھوٹی بیگم کا خیال چھوڑ دیں۔
- جواب: میں بادشاہ کا نمک خوار ہوں، کمپنی کا نہیں؛ اذنِ رخصت کے بغیر واپسی؛ خاموش جنگ۔
- انجام: بادشاہ کو اطلاع (اکبر شاہ ثانی تک براہِ راست مراسلت)، موتی مسجد میں مغرب، دریا گنج، شمس الدین کی خاموشی۔
- واحد جمع: خطاب/خطابات، کمال/کمالات، طبیب/اطبا، عالم/علما، شریف/شرفا، مدرسہ/مدارس، ربط/روابط۔

امتحانی نکات

- خلاصے میں تین حصے رکھیں: مطب، فریزر سے ملاقات، بادشاہ اور شمس الدین کو اطلاع۔
- کردار نگاری میں حکیم صاحب کی خودداری کے ثبوت سبق کے مکالموں کے مفہوم سے دیں۔
- MCQs کے لیے یاد رکھیں: دلی والے، نسخہ نویس، کوئی فیس نہیں، احمد بخش خان، اکبر شاہ ثانی، موتی مسجد۔
- واحد جمع میں عربی جمعوں (اطبا، علما، شرفا، مدارس، روابط) پر خاص توجہ دیں۔
- تشریح میں پہلے حوالۂ متن اور سیاق، پھر تشریح لکھیں۔

حقائق کی وضاحت

شمس الرحمٰن فاروقی کے سنِ پیدائش و وفات اور اعزازات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

حکیم احسن اللہ خان، ولیم فریزر اور نواب شمس الدین احمد خان تاریخی شخصیات ہیں، مگر سبق ایک ناول کا حصہ ہے جس میں تاریخی حقائق کو تخیل کے ساتھ ادبی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

سمارٹ سلیبس 2027

PECTAA نے 14 نومبر 2026 کے نوٹیفکیشن (نمبر 1258) کے تحت یہ سبق 2027 کے بورڈ امتحان کے نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ 2027 کے پرچے میں اس سبق سے کوئی سوال نہیں آئے گا۔ یہ نوٹس عام مطالعے اور دوسرے سالوں کے طلبہ کے لیے ہیں۔

سبق 12: نظریۂ پاکستان

Urdu Class 12 Lesson 12: Nazriya-e-Pakistan (Dr. Ghulam Mustafa Khan)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے بارہویں سبق 'نظریۂ پاکستان' پر مبنی ہیں، جس کے مصنف ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ہیں۔ اس مضمون میں مصنف اکبر کے دور سے قیامِ پاکستان تک برصغیر کے مسلمانوں کی دینی، سیاسی اور فکری جدوجہد کا جائزہ لیتے ہیں، قومیت کے مغربی اور اسلامی تصور کا فرق واضح کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ نظریۂ پاکستان دراصل اسلامی زندگی اور اقدار کا تصور ہے۔

ان نوٹس میں مصنف کا تعارف، سبق کا حصہ وار خلاصہ، تاریخی شخصیات کا کردار، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، ں کی وضاحت، اقتباسات کی تشریح، مترادف الفاظ کے قواعد، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- نظریۂ پاکستان کے مفہوم اور بنیادی تصور کو واضح کرنا۔
- نظریۂ پاکستان کے فکری اور تاریخی پس منظر کو سمجھنا۔
- پاکستان کے قیام کے مقاصد اور اس کے مستقبل کے تقاضوں پر غور کرنا۔
- تحریکِ پاکستان کی اہم شخصیات کے کردار سے واقف ہونا۔
- قومی ذمہ داری اور اجتماعی شعور پیدا کرنا۔

مصنف کا تعارف

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (1912ء–2005ء) 1912ء میں جبل پور میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ گئے اور اردو اور فارسی میں ایم اے کیا۔ انھوں نے قانون، پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ 1937ء میں کنگ ایڈورڈ کالج امراوتی میں اردو کے استاد مقرر ہوئے اور تقریباً گیارہ سال اردو پڑھاتے رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد کراچی آ گئے اور اردو کالج کراچی میں صدر شعبۂ اردو مقرر ہوئے؛ اس دوران کراچی یونیورسٹی میں بھی تدریسی و تحقیقی فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد میں سندھ یونیورسٹی سے منسلک ہو گئے اور حیدر آباد میں رہائش پذیر ہوئے۔

وہ ملک کے نام ور دانش ور اور ممتاز ماہرِ تعلیم تھے، اور ایک مذہبی عالم کی حیثیت سے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اردو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی زبان و ادب سے بھی گہرا لگاؤ تھا اور تاریخ و تصوف سے خاصی دلچسپی تھی۔ ان کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے؛ وہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ معنی پیدا کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور دقیق نظریات کو آسانی سے عام فہم بنا دیتے تھے۔ ان کی تحریروں میں ہمیشہ تحقیقی انداز ملتا ہے۔

ان کی نمایاں تصانیف میں علمی نقوش، چند فارسی شعرا، مکتوباتِ شاہ احمد سعید دہلوی، ادبی جائزے، حالی کا ذہنی ارتقا، اقبال اور قرآن، معارفِ اقبال، مطالبِ قرآن، سرگزشتِ کابل، تاریخِ بہرام شاہ، ہمارا تلفظ، جامع اردو لغت اور مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی شامل ہیں۔ وہ 2005ء میں حیدر آباد میں وفات پا گئے۔

مترادف الفاظ (قواعد)

مترادف الفاظ

ایسے الفاظ جن کے معنی اور مفہوم ایک جیسے ہوں، جیسے اندھیرا اور تاریکی، اجالا اور روشنی، فلک اور آسمان۔

کتاب کی مثالیں

آفتاب: خورشید، سورج۔ دولت مند: مال دار، تونگر، امیر۔ دل فریب: خوب صورت، حسین۔ چمک دار: روشن، منور۔ سریع: تیز، پھرتیلا۔

مشق 7: مترادفات اور جملے

ملت (قوم، امت): ملتِ اسلامیہ ایک جسم کی مانند ہے۔ فتح (کامیابی، ظفر): محنت ہی فتح کی کنجی ہے۔ اقتدار (حکومت، اختیار): اقتدار امانت ہے، اسے انصاف سے استعمال کرنا چاہیے۔ مستحکم (مضبوط، پائیدار): متحد قوم ہی مستحکم ریاست بناتی ہے۔ مفکر (دانش ور، مدبر): علامہ اقبال ایک عظیم مفکر تھے۔ فلاح (بھلائی، بہبود): عوام کی فلاح حکومت کا اولین فرض ہے۔ عظمت (بڑائی، بزرگی): کردار کی عظمت دولت سے بڑھ کر ہے۔

سبق کا تعارف

'نظریۂ پاکستان' ایک فکری و تاریخی مضمون ہے (درسی کتاب میں ماخذ 'گلشنِ وحدت' درج ہے)۔ مصنف تاریخی ترتیب سے بتاتے ہیں کہ کس طرح ہر دور میں مسلمان مصلحین اور رہنماؤں نے دین اور ملت کے تحفظ کی کوشش کی، اور آخرکار یہ جدوجہد ایک الگ وطن کے مطالبے تک پہنچی۔

مضمون کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ تاریخی پس منظر (مجدد الف ثانی سے قراردادِ پاکستان تک) اور دوسرا حصہ فکری بحث (قومیت کی دو بنیادیں، اسلامی قومیت کی نظریاتی حیثیت، نظریۂ پاکستان کا مفہوم اور مستقبل کے تقاضے)۔ اسلوب سادہ، مدلل اور تحقیقی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

حصہ وار خلاصہ

رواداری اور اکبر کا دور

مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری کو اپنا شیوہ بنایا، مگر جب کفر و الحاد غلبہ چاہتا ہے تو مسلمان اس کے مقابلے کے لیے ڈٹ جاتے ہیں۔ اکبر کی بے جا رواداری اور ملکی سیاست میں ہندوؤں کے عمل دخل سے ہندوانہ طور طریقے اتنے رائج ہو گئے کہ مسلمانوں کی دینی معاملات میں آزادی بھی ختم ہونے لگی۔

مجدد الف ثانیؒ کی تجدید

اکبر کے آخری دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اسلام کی سربلندی کے لیے اٹھے اور جہانگیر کے زمانے میں دین کی خاطر قید و بند کی سختیاں برداشت کیں۔ انھوں نے اسلامی قدروں کو نئے سرے سے زندہ کیا جس کا اثر شاہ جہان اور اورنگ زیب کے دور میں نظر آیا۔ اورنگ زیب کے بعد اس کے بیٹوں کی نا اتفاقی سے مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوا، مرہٹے اور ہندو گروہ سر اٹھانے لگے اور انگریزوں نے قدم جما لیے۔ میسور کے حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے انگریزوں کا مقابلہ کیا مگر دوسرے حکمرانوں نے ساتھ نہ دیا۔

شاہ ولی اللہؒ اور سید احمد شہید

اسی زمانے میں شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحب زادوں نے مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کی تحریک شروع کی۔ ان کے پوتے شاہ اسماعیلؒ نے اپنے مرشد سید احمد بریلویؒ کے ساتھ اسلامی اصولوں کو رائج کرنے اور ملک کو غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش میں 1831ء میں جان قربان کر دی، جس سے مسلمانوں میں جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔

1857ء، سرسید اور علیحدہ سیاست

1857ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں نے پھر کوشش کی مگر انگریزی اقتدار مستحکم ہو چکا تھا۔ سرسید نے انگریزوں سے مزاحمت کے بجائے مسلمانوں کی اخلاقی و تہذیبی اصلاح پر توجہ دی اور احساسِ کمتری دور کیا۔ 1885ء میں ہندوؤں نے کانگریس بنائی جو بظاہر سب قوموں کی نمائندہ تھی مگر اصل میں ہندوؤں کے حقوق کی محافظ نکلی؛ اردو کے مقابلے میں ہندی کو رائج کرنے کی کوشش بھی ہوئی۔ سرسید نے مسلمانوں کو کانگریس کی سیاست سے الگ رکھا، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دیوبند میں دینی تعلیم کی بنیاد ڈالی، اور سرسید کے رفیق نواب وقار الملک نے 1906ء میں ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ مسلم اکثریتی صوبے کی تقسیمِ بنگال کو ہندوؤں نے 1911ء میں منسوخ کروا دیا۔

پہلی جنگِ عظیم اور تحریکِ خلافت

پہلی جنگِ عظیم (1914ء–1918ء) میں انگریزوں کا مقابلہ جرمنی سے ہوا اور ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ ہندوستانی مسلمان ترکی کے سلطان کو خلیفۃ المسلمین اور حجاز کا خادم سمجھتے تھے؛ انگریزوں نے وعدہ کیا کہ ترکی کو نقصان نہیں پہنچائیں

Free notes: freebooks.pk

گے، مگر فتح کے بعد ترکی کی وسیع سلطنت کے ٹکڑے کر دیے۔ اس پر مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی رہنمائی میں تحریکِ خلافت چلی، جبکہ ہندوؤں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کیں اور 1928ء کی نہرو رپورٹ میں جداگانہ انتخاب کا اصول رد کر دیا۔

اقبال، قائدِ اعظم اور قراردادِ پاکستان

مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ ان کا دین، تہذیب اور معاشرت ہندوؤں سے بالکل مختلف ہے۔ 1930ء میں مسلم لیگ کے الہ آباد اجلاس میں علامہ اقبال نے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کی تجویز پیش کی۔ چار سال بعد قائدِ اعظم محمد علی جناح مسلم لیگ کے مستقل صدر بنے اور اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی جدوجہد شروع کی۔ آخر 23 مارچ 1940ء کو لاہور کے اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ مسلم اکثریتی علاقوں میں آزاد مسلم ریاست قائم کی جائے؛ اسی کو قراردادِ پاکستان کہتے ہیں۔

قومیت کی دو بنیادیں

دنیا میں قومیت کی دو بنیادیں ہیں: ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی، یعنی قوم وطن سے بنتی ہے؛ اس جغرافیائی نظریے نے انسانوں کے درمیان تباہی کا دروازہ کھولا اور دو عالمی جنگیں اسی کا نتیجہ تھیں۔ اس نظریے کے تحت جنوبی ایشیا کے مسلمان ایک مجبور اقلیت بن جاتے۔ دوسری بنیاد وہ ہے جو رسولِ مقبول ﷺ نے ملتِ اسلامیہ کی تشکیل کرتے وقت قائم فرمائی؛ علامہ اقبال نے بھی اپنے اشعار میں یہی کہا کہ مسلمان قوم کو مغربی قوموں پر قیاس نہ کرو، اس کی جمعیت ملک و نسب پر نہیں بلکہ مذہب پر قائم ہے۔

نظریاتی قومیت اور نظریۂ پاکستان

مسلمانوں کی قومیت نظریاتی ہے جو کلمۂ توحید پر قائم ہے، نسل، رنگ یا وطن پر نہیں؛ اسی لیے اسے ملت کہا جاتا ہے اور اس میں ہر نسل، رنگ اور خطے کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں۔ ذات پات اور چھوت چھات والی ہندو قوم کے تحت اقلیت بن کر رہنا مسلمانوں کو منظور نہ تھا، اس لیے انھوں نے الگ وطن مانگا۔ نظریۂ پاکستان اسلامی زندگی اور اقدار، یعنی اخوت، مساوات، عدل، خدا ترسی، انسانی ہمدردی اور عظمتِ کردار کا تصور ہے۔ اس کا مقصد محض ایک حکومت قائم کرنا نہیں بلکہ اسلامی اصولوں کی ترویج اور دنیا کے لیے مثالی مملکت کا نمونہ پیش کرنا ہے۔

قیامِ پاکستان اور مستقبل کے تقاضے

ہندوؤں نے پاکستان کی مخالفت میں پوری کوشش کی، مگر مسلمانوں کے یقین، قائدِ اعظم کی پرخلوص قیادت اور اتحاد، ایمان اور نظم کی بدولت 14 اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ اگر ہم پاکستان کو مزید ترقی دینا چاہتے ہیں تو نظریۂ پاکستان کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا ہوگا: اسے اسلامی و فلاحی مملکت بنانا، ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر قربان کرنا اور ہر قسم کی گروہ بندی سے بالاتر ہو کر سب پاکستانیوں کی فلاح کے لیے کام کرنا ہوگا۔

Free notes: freebooks.pk

مرکزی خیال

اس سبق کا مرکزی خیال یہ ہے کہ پاکستان کی بنیاد ایک نظریے پر ہے، اور وہ نظریہ اسلام ہے۔ مسلمانوں کی قومیت وطن، نسل یا رنگ پر نہیں بلکہ کلمۂ توحید پر قائم ہے، اس لیے وہ ہندو اکثریت کے تحت ایک مجبور اقلیت بن کر نہیں رہ سکتے تھے۔ مجدد الف ثانیؒ سے لے کر شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ، سرسید، علامہ اقبال اور قائدِ اعظم تک سب کی جدوجہد اسی تسلسل کا حصہ تھی۔ نظریۂ پاکستان کا مقصد اخوت، مساوات، عدل اور عظمتِ کردار پر مبنی ایک مثالی اسلامی فلاحی مملکت کا قیام ہے، اور پاکستان کی ترقی و استحکام اسی نظریے پر عمل سے وابستہ ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

رواداری

دوسروں کے عقائد اور خیالات کو برداشت کرنا۔

شیوہ

طریقہ، عادت۔

کفر و الحاد

خدا کا انکار اور بے دینی۔

سربلندی

عزت اور برتری۔

قید و بند

قید کی سختیاں۔

نفاق

نااتفاقی، پھوٹ۔

مصلح

اصلاح کرنے والا۔

مزاحمت

مقابلہ، رکاوٹ ڈالنا۔

احساسِ کمتری

خود کو دوسروں سے کم سمجھنا۔

Free notes: freebooks.pk

جداگانہ انتخاب

ہر قوم کا اپنے نمائندے الگ منتخب کرنا۔

قومیت

قوم ہونے کی بنیاد اور تصور۔

ملت

مذہب کی بنیاد پر بننے والی قوم، امت۔

نظریاتی

کسی نظریے یا عقیدے پر مبنی۔

اخوت

بھائی چارہ۔

مساوات

برابری۔

خدا ترسی

اللہ کا خوف۔

فلاحی مملکت

ایسی ریاست جو عوام کی بھلائی کو اولیت دے۔

گروہ بندی

دھڑے بندی، فرقہ بندی۔

خاکہ

نظریۂ پاکستان: تاریخی تسلسل: یہ خاکہ سبق 'نظریۂ پاکستان' میں بیان کی گئی مسلمانوں کی جدوجہد کے اہم مراحل کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

نظریۂ پاکستان: تاریخی تسلسل



مختصر سوالات و جوابات

نظریۂ پاکستان سے کیا مراد ہے؟

اسلامی زندگی اور اقدار، یعنی اخوت، مساوات، عدل، خدا ترسی، انسانی ہمدردی اور عظمتِ کردار کا تصور، جس کا مقصد ایک مثالی اسلامی فلاحی مملکت کا قیام ہے۔

اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات بیان کریں۔

انھوں نے اکبر کے آخری دور میں ہندوانہ اثرات کے خلاف آواز اٹھائی، جہانگیر کے دور میں قید و بند برداشت کی اور اسلامی قدروں کو نئے سرے سے زندہ کیا۔

تحریکِ پاکستان کی اساس میں سرسید احمد خان اور ان کے رفقا کا کردار کیا تھا؟

سرسید نے مسلمانوں کی تعلیمی و اخلاقی اصلاح کی اور انھیں کانگریس سے الگ رکھا؛ ان کے دوست مولانا قاسم نانوتویؒ نے دیوبند کی بنیاد ڈالی اور رفیق نواب وقار الملک نے 1906ء میں مسلم لیگ قائم کی۔

freebooks.pk

Free notes: freebooks.pk

،مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے' وضاحت کریں۔

یعنی مسلمانوں کی قومیت نسل، رنگ یا وطن پر نہیں بلکہ کلمۂ توحید اور اسلامی عقیدے پر قائم ہے، اس لیے اس میں ہر نسل اور خطے کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں۔

دنیا میں قومیت کی تشکیل کن بنیادوں پر قائم ہے؟

دو بنیادوں پر: مغربی مفکرین کی جغرافیائی بنیاد (قوم وطن سے بنتی ہے) اور اسلامی بنیاد جو رسولِ مقبول ﷺ نے قائم کی (قوم عقیدے سے بنتی ہے)۔

1906ء میں مسلم لیگ کی بنیاد کس نے اور کہاں رکھی؟

سر سید کے رفیق نواب وقار الملک نے، ڈھاکہ میں۔

تحریکِ خلافت کیوں شروع ہوئی؟

انگریزوں نے پہلی جنگِ عظیم کے بعد ترکی کو نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ توڑ کر اس کی سلطنت کے ٹکڑے کر دیے۔

علامہ اقبال نے الگ وطن کی تجویز کب اور کہاں پیش کی؟

1930ء میں مسلم لیگ کے الہ آباد اجلاس میں۔

قراردادِ پاکستان کب اور کہاں منظور ہوئی؟

23 مارچ 1940ء کو لاہور کے اجلاس میں۔

جغرافیائی قومیت کے نظریے کا کیا نقصان ہوا؟

اس نے انسانوں کے درمیان تباہی کا دروازہ کھولا؛ دو عالمی جنگیں اسی کا نتیجہ تھیں۔

پاکستان کس کی بدولت وجود میں آیا؟

مسلمانوں کے یقین، قائدِ اعظم کی پرخلوص قیادت اور اتحاد، ایمان اور نظم کی بدولت۔

مترادف الفاظ کسے کہتے ہیں؟ مثال دیں۔

جن الفاظ کے معنی ایک جیسے ہوں، جیسے آفتاب، خورشید اور سورج۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سبق 'نظریۂ پاکستان' کا خلاصہ تحریر کریں۔

تاریخی پس منظر

اکبر کی بے جا رواداری سے مسلمانوں کی دینی آزادی خطرے میں پڑی تو مجدد الف ثانیؒ نے تجدیدِ دین کی۔ مغلیہ زوال کے بعد شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ اور ٹیپو سلطان نے اصلاح اور آزادی کی جدوجہد کی۔

Free notes: freebooks.pk

سیاسی بیداری

1857ء کے بعد سرسید نے تعلیمی اصلاح کی اور مسلمانوں کو کانگریس سے الگ رکھا؛ 1906ء میں مسلم لیگ بنی؛ تحریکِ خلافت اور نہرو رپورٹ نے واضح کر دیا کہ مسلمان ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔

قراردادِ پاکستان

1930ء میں اقبال کی تجویز اور قائدِ اعظم کی قیادت میں 23 مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان منظور ہوئی اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان بنا۔

نظریاتی بنیاد اور تقاضے

مسلمانوں کی قومیت مغربی جغرافیائی قومیت کے برعکس عقیدے پر قائم ہے۔ نظریۂ پاکستان اسلامی اقدار کا تصور ہے، اور پاکستان کی ترقی کے لیے اسے اسلامی فلاحی مملکت بنانا اور قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دینا ضروری ہے۔

سبق ‘نظریۂ پاکستان’ کے حوالے سے تشکیلِ پاکستان میں حصہ لینے والی شخصیات کے کردار اور افکار پر تبادلۂ خیال کریں۔

مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ

مجدد الف ثانیؒ نے اکبری دور کے اثرات کے خلاف اسلامی قدروں کو زندہ کیا اور قید برداشت کی؛ شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحب زادوں نے مسلمانوں کی اخلاقی و معاشرتی اصلاح کی۔

سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیلؒ اور ٹیپو سلطان

سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیلؒ نے اسلامی اصولوں کے نفاذ اور آزادی کے لیے 1831ء میں جان دی؛ حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے انگریزوں کا مقابلہ کیا۔

سرسید اور ان کے رفقا

سرسید نے تعلیم اور اصلاح کے ذریعے احساسِ کمتری دور کیا اور الگ سیاسی راہ دکھائی؛ مولانا قاسم نانوتویؒ نے دیوبند اور نواب وقار الملک نے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی؛ مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی نے تحریکِ خلافت چلائی۔

علامہ اقبال اور قائدِ اعظم

اقبال نے 1930ء میں الگ وطن کا تصور دیا اور اسلامی قومیت کا فلسفہ واضح کیا؛ قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھال کر اس تصور کو 1940ء کی قرارداد اور 1947ء میں قیامِ پاکستان کی صورت میں عملی جامہ پہنایا۔

Free notes: freebooks.pk

سبق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

(الف) 'بادشاہ اکبر کی بے جا رواداری... دینی معاملات میں بھی ختم ہو گئی تھی۔'

مصنف کہتے ہیں کہ رواداری اچھی چیز ہے مگر اکبر نے اس میں حد سے تجاوز کیا اور ملکی سیاست میں ہندوؤں کو اتنا دخل دیا کہ ہندوانہ رسوم مسلمانوں میں بھی رائج ہو گئیں اور وہ اپنے دینی معاملات میں بھی آزاد نہ رہے۔

(ب) 'اہلِ مغرب نے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔'

مغربی تصور کے مطابق ایک خطے میں رہنے والے سب لوگ ایک قوم ہیں، چاہے ان کا مذہب کچھ بھی ہو۔ اس نظریے نے قوموں کو ایک دوسرے کا دشمن بنایا اور برصغیر میں مسلمانوں کو ایک مجبور اقلیت بنا دیتا۔

(ج) 'نظریۂ پاکستان میں اسلامی زندگی اور قدروں کا تصور... فروغ نہیں ہو سکتا۔'

نظریۂ پاکستان کا مطلب صرف ایک خطۂ زمین نہیں بلکہ اسلامی اقدار پر مبنی زندگی ہے۔ جب تک معاشرے میں بھائی چارہ، برابری، انصاف، خوفِ خدا، ہمدردی اور بلند کردار نہ ہو، اس نظریے کو حقیقی فروغ نہیں مل سکتا۔

مجموعی نتیجہ

تینوں جملے مل کر بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی دینی شناخت بچانے کے لیے الگ وطن کی ضرورت تھی اور اس وطن کی بقا اسلامی اقدار پر عمل سے ہے۔

سیاق و سباق کے حوالے سے درج ذیل اقتباسات کی تشریح کریں۔

(الف) 'یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ... ایک مجبور اقلیت بن جاتے۔' — سیاق

یہ اقتباس ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے مضمون 'نظریۂ پاکستان' سے ہے۔ قراردادِ پاکستان کا ذکر کرنے کے بعد مصنف قومیت کی بنیادوں پر بحث شروع کرتے ہیں۔

(الف) تشریح

مصنف بتاتے ہیں کہ قومیت کی دو بنیادیں ہیں: مغربی (وطن) اور اسلامی (عقیدہ)۔ مغرب نے نسل، خاندان اور وطن کی بنیاد پر قوم بنائی جس سے دنیا میں تباہی پھیلی اور عالمی جنگیں ہوئیں۔ اگر برصغیر میں یہی نظریہ مانا جاتا تو ہندو اکثریت کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ کے لیے بے بس اقلیت بن جاتے؛ اس لیے یہ نظریہ ان کے لیے ناقابلِ قبول تھا۔

(ب) 'نظریۂ پاکستان کا مقصد پاکستان کو... کامیاب ہوں گے، ان شاء اللہ۔' — سیاق

یہ اقتباس مضمون کے آخری حصے سے ہے جہاں مصنف قیامِ پاکستان کے بعد قوم کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہیں۔

(ب) تشریح

مصنف کہتے ہیں کہ نظریۂ پاکستان کا مقصد ایک اسلامی اور فلاحی مملکت ہے؛ ہمیں ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہیے جس سے اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے شرمندہ ہوں۔ قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دے کر، گروہ بندی سے بالاتر ہو کر اور

Free notes: freebooks.pk

اسلامی اصولوں پر چل کر ہی ہم پاکستان کو مضبوط، شاندار اور باعظمت بنا سکتے ہیں۔

معروضی سوالات (MCQs)

مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا شیوہ بنایا ہے: (الف) سادگی کو (ب) خلوص کو (ج) رواداری کو (د) وفاداری کو

درست جواب: (ج) رواداری کو۔ مضمون کا پہلا جملہ یہی ہے۔

1906ء میں کل ہند مسلم لیگ کی بنیاد رکھنے والے تھے: (الف) محسن الملک (ب) وقار الملک (ج) لیاقت علی خان (د) قائدِ اعظم

درست جواب: (ب) وقار الملک۔ نواب وقار الملک نے ڈھاکہ میں۔

پہلی جنگِ عظیم میں انگریز کا مقابلہ ہوا: (الف) برطانیہ سے (ب) ہندوستان سے (ج) ترکی سے (د) جرمنی سے

درست جواب: (د) جرمنی سے۔ ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی رہنمائی میں شروع ہوئی: (الف) تحریکِ علی گڑھ (ب) خاکسار تحریک (ج) تحریکِ خلافت (د) ریشمی رومال تحریک

درست جواب: (ج) تحریکِ خلافت۔ ترکی کی خلافت کے تحفظ کے لیے۔

مسلم اکثریتی علاقوں میں آزاد مسلم ریاست قائم کرنے کے اعلان کو کہتے ہیں: (الف) قیامِ پاکستان (ب) نظامِ پاکستان (ج) قراردادِ پاکستان (د) نظریۂ پاکستان

درست جواب: (ج) قراردادِ پاکستان۔ 23 مارچ 1940ء، لاہور۔

جہانگیر کے زمانے میں دین کی خاطر قید و بند کی سختیاں برداشت کیں: (الف) شاہ ولی اللہؒ (ب) مجدد الف ثانیؒ (ج) سید احمد شہیدؒ (د) شاہ اسماعیلؒ

درست جواب: (ب) مجدد الف ثانیؒ۔ مجدد الف ثانیؒ نے۔

سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیلؒ نے جان قربان کی: (الف) 1803ء (ب) 1831ء (ج) 1857ء (د) 1885ء

درست جواب: (ب) 1831ء۔ 1831ء میں۔

کانگریس قائم ہوئی: (الف) 1857ء (ب) 1885ء (ج) 1906ء (د) 1911ء

درست جواب: (ب) 1885ء۔ 1885ء میں۔

علامہ اقبال نے الہ آباد اجلاس میں الگ وطن کی تجویز پیش کی: (الف) 1928ء (ب) 1930ء (ج) 1934ء (د) 1940ء

درست جواب: (ب) 1930ء۔ 1930ء میں۔

مغربی تصور کے مطابق قوم بنتی ہے: (الف) مذہب سے (ب) زبان سے (ج) وطن سے (د) تہذیب سے

درست جواب: (ج) وطن سے۔ جغرافیائی حدود پر۔

سبق 'نظریۂ پاکستان' کا ماخذ ہے: (الف) علمی نقوش (ب) گلشنِ وحدت (ج) ادبی جائزے (د) معارفِ اقبال

درست جواب: (ب) گلشنِ وحدت۔ درسی کتاب میں ماخذ گلشنِ وحدت درج ہے۔

'فلاح' کا مترادف ہے: (الف) نقصان (ب) بہبود (ج) شکست (د) غفلت

درست جواب: (ب) بہبود۔ فلاح یعنی بھلائی، بہبود۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- مصنف: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (1912ء–2005ء)، جبل پور؛ علی گڑھ؛ امراوتی (1937ء)؛ اردو کالج کراچی، سندھ یونیورسٹی؛ حیدر آباد میں وفات۔
- مصلحین: مجدد الف ثانیؒ (جہانگیر کے دور میں قید)، شاہ ولی اللہؒ، سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیلؒ (1831ء)، حیدر علی، ٹیپو سلطان۔
- سنین: 1857ء جنگِ آزادی، 1885ء کانگریس، 1906ء مسلم لیگ (وقار الملک، ڈھاکہ)، 1911ء تنسیخِ تقسیمِ بنگال، 1914ء–1918ء پہلی جنگِ عظیم، 1928ء نہرو رپورٹ، 1930ء اقبال (الہ آباد)، 23 مارچ 1940ء قرارداد، 14 اگست 1947ء پاکستان۔
- قومیت: مغربی (وطن) بمقابلہ اسلامی (عقیدہ، کلمۂ توحید)؛ مسلمان ملت ہیں۔
- نظریۂ پاکستان: اخوت، مساوات، عدل، خدا ترسی، انسانی ہمدردی، عظمتِ کردار؛ اسلامی فلاحی مملکت۔
- قواعد: مترادف الفاظ؛ ملت / امت، فتح / ظفر، اقتدار / اختیار، مستحکم / مضبوط، مفکر / دانش ور، فلاح / بہبود، عظمت / بزرگی۔

امتحانی نکات

- خلاصہ تاریخی ترتیب میں لکھیں اور آخر میں قومیت کی بحث اور نظریۂ پاکستان کا مفہوم ضرور شامل کریں۔
- سنین اور شخصیات کی ایک چھوٹی جدول بنا کر یاد کریں؛ MCQs زیادہ تر انھی سے آتے ہیں۔
- 'جرمنی سے' اور 'ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا' کو الگ الگ یاد رکھیں تاکہ MCQ میں غلطی نہ ہو۔
- علامہ اقبال کے اشعار کا مفہوم جانیں: مسلمانوں کی جمعیت ملک و نسب پر نہیں، مذہب پر قائم ہے۔
- مترادف الفاظ کے ساتھ جملہ بناتے وقت لفظ کا درست موقع استعمال دیکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

حقائق کی وضاحت

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے سنِ پیدائش و وفات اور دیگر معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

درسی کتاب کے حواشی کے مطابق حضرت مجدد الف ثانیؒ (1564ء–1624ء) نقشبندی سلسلے کی اہم شخصیت اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ (1703ء–1762ء) عالمِ دین، محدث اور مصلح تھے؛ پہلی جنگِ عظیم 1914ء میں شروع ہو کر 1918ء میں ختم ہوئی۔

سبق کا ماخذ ‘گلشنِ وحدت’ ہے، جیسا کہ درسی کتاب میں درج ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 13: انسانِ کاملؐ کی برکات

Urdu Class 12 Lesson 13: Insan-e-Kamil ki Barakaat (Hafeez Jalandhari)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے تیرہویں سبق 'انسانِ کاملؐ کی برکات' پر مبنی ہیں، جو حفیظ جالندھری کے 'شاہنامۂ اسلام' سے لی گئی نظم ہے۔ اس نظم میں شاعر مدینہ منورہ کی اس بستی کی تصویر کھینچتا ہے جہاں حضور اکرم ﷺ کی قیادت میں مساوات، عدل، عبادت، سخاوت اور امن کا معاشرہ قائم ہوا، اور بتاتا ہے کہ آپ ﷺ کی برکت سے انسانیت کو آزادی، پاکیزگی اور فلاح نصیب ہوئی۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، نظم کا تعارف، آسان شعر وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ اور تراکیب کے معنی، شاہنامہ اور مثنوی کی صنف، سابقے اور لاحقے کے قواعد، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- نبی اکرم ﷺ کے بطور انسانِ کامل کے تصور سے روشناس ہونا۔
- حبِ رسول ﷺ اور دینِ اسلام سے وابستگی پیدا کرنا۔
- حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام کے پس منظر اور پیش منظر سے آگاہ ہونا۔
- شاہنامہ اور مثنوی کی صنف کو سمجھنا۔
- سابقوں اور لاحقوں کی پہچان اور استعمال سیکھنا۔

شاعر کا تعارف

حفیظ جالندھری (1900ء–1982ء) جالندھر کے ایک محنت کش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام محمد حفیظ اور والد کا نام حافظ شمس الدین تھا۔ ابتدائی تعلیم جالندھر میں حاصل کی، مگر نامساعد حالات کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ اردو ادب میں جو بلند مقام انھیں حاصل ہوا وہ ان کے فطری ذوق، ذاتی قابلیت، فنِ شاعری پر بھرپور توجہ اور مسلسل محنت کا نتیجہ ہے۔

انھوں نے اپنے مربی مولانا گرامی کی نگرانی میں رسالہ 'اعجاز' جاری کیا۔ اس کے بعد لاہور آکر 'ہونہار بک ڈپو' قائم کیا اور ادبی رسائل و کتب کی ادارت و اشاعت کو ذریعۂ معاش بنایا۔ دوسری جنگِ عظیم میں حکومتِ برطانیہ نے انھیں آل انڈیا ریڈیو (دہلی) میں 'سانگ پبلسٹی آرگنائزیشن' کا ڈائریکٹر جنرل مقرر کیا۔ وہ کئی سال نشر و اشاعت سے وابستہ رہے اور مختلف رسائل کی ادارت بھی کی۔ 21 دسمبر 1982ء کو لاہور میں وفات پائی۔

حفیظ جالندھری نے فردوسی کے 'شاہنامہ' کی طرز پر اردو میں 'شاہنامۂ اسلام' لکھا جو ان کا ایک اہم کارنامہ اور اردو شاعری میں گراں قدر اضافہ ہے۔ انھیں زبان پر کامل عبور حاصل تھا؛ ان کی شاعری کی زبان سادہ، صاف، رواں اور دل کش ہے اور اس میں موسیقیت کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ وہ نرم اور شیریں الفاظ، چھوٹی اور مترنم بحروں، ہندی لفظوں، فارسی تراکیب، تکرارِ الفاظ اور بول چال کے فطری انداز سے شاعری میں حسن اور تاثیر پیدا کرتے تھے۔

ان کی اہم تصانیف میں 'تلخابۂ شیریں'، 'شاہنامۂ اسلام'، 'سوز و ساز'، 'حفیظ کے گیت'، 'حفیظ کی نظمیں'، 'چیونٹی نامہ' اور 'بقلمِ خود' (آپ بیتی) شامل ہیں۔ پاکستان کا قومی ترانہ بھی حفیظ جالندھری نے لکھا۔

شاہنامہ، مثنوی اور سابقے لاحقے (قواعد)

شاہنامہ

ایسا طویل منظوم کلام جس میں کسی شاہی خاندان کے کارنامے بیان کیے جائیں۔ فارسی میں فردوسی کا 'شاہنامہ' بہت مشہور ہوا، جو ایران کے بادشاہوں کے کارناموں اور مدح میں لکھا گیا اور 'شاہنامۂ فردوسی' کہلاتا ہے۔

شاہنامۂ اسلام

'یادِ ایام' المعروف 'شاہنامۂ اسلام' ابو الاثر حفیظ جالندھری کی شعری تخلیق ہے جس میں حضور اکرم ﷺ، صحابۂ کرامؓ کے کارنامے اور دینِ اسلام کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے، اسی پر حفیظ کو 'ابو الاثر' پکارا جانے لگا۔ اس کے واقعات قرآن، احادیث اور تاریخ و تفسیر کی مستند کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں اور اس سے نوجوانوں میں ایمانی جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

مثنوی

مثنوی کا مطلب ہے 'دو دو والی'۔ یہ ایسی نظم ہے جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ہر شعر کا قافیہ الگ ہو سکتا ہے۔ یہ صنف طویل داستانوں، حکایتوں اور علم و حکمت کے مضامین کے لیے استعمال ہوتی ہے اور فارسی سے اردو میں آئی۔ شاہنامۂ فردوسی، مثنوی مولانا روم (چھے دفتر) اور شاہنامۂ اسلام مثنوی کی ہیئت میں ہیں؛ 'سحر البیان' اور 'گلزارِ نسیم' اردو کی مشہور مثنویاں ہیں۔

مشق 3: اقبال کی مثنوی کی ہیئت میں نظمیں

علامہ اقبال کی فارسی مثنویاں 'اسرارِ خودی' اور 'رموزِ بے خودی' مشہور ہیں؛ 'مسافر' بھی مثنوی ہے، اور اردو میں 'بالِ جبریل' کی نظم 'ساقی نامہ' مثنوی کی ہیئت میں ہے۔

سابقہ

وہ حرف یا لفظ جو کسی بامعنی لفظ سے پہلے لگا کر نیا لفظ بنایا جائے، جیسے اس نظم میں بے زر، بے زبان، نادار؛ یہاں 'بے' اور 'نا' سابقے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

لاحقہ

وہ حرف یا لفظ جو کسی بامعنی لفظ کے بعد لگا کر نیا لفظ بنایا جائے، جیسے اس نظم میں جلوہ آرا اور تاج دار؛ یہاں ‘آرا’ اور ‘دار’ لاحقے ہیں۔

مشق 9: مزید مثالیں (جملوں میں)

سابقے: بد (بدنام: جھوٹ انسان کو بدنام کر دیتا ہے)، غیر (غیر حاضر: وہ آج جماعت سے غیر حاضر تھا)، لا (لاعلم: میں اس خبر سے لاعلم تھا)، کم (کم ہمت: کم ہمت لوگ جلد ہار مان لیتے ہیں)۔ لاحقے: گار (مددگار: سچا دوست مددگار ہوتا ہے)، مند (دانش مند: دانش مند سوچ کر بولتا ہے)، ستان (گلستان: پاکستان ایک گلستان ہے)، گاہ (درس گاہ: درس گاہ علم کا مرکز ہے)۔

نظم کا تعارف

‘انسانِ کاملؐ کی برکات’ حفیظ جالندھری کے ‘شاہنامۂ اسلام’ کا ایک حصہ ہے اور مثنوی کی ہیئت میں ہے، یعنی ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہیں۔ ‘انسانِ کامل’ سے مراد حضور اکرم ﷺ ہیں، جن کی ذات میں بندگی، علم اور عرفان کے سارے کمالات جمع تھے۔

نظم میں ریاستِ مدینہ کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں: بادشاہی کا رعب نہیں بلکہ شریعت کی حکمرانی، مساوات، غریبوں اور بے زبانوں کی عزت، پاکیزہ کمائی سے غلاموں کی آزادی، مسجد اور قرآن کا فیض، اور انسان کی فکری و روحانی آزادی۔ زبان سادہ، رواں اور مترنم ہے۔

شعر وار تشریح

شعر 1–2: مدینہ، رحمت کی بستی

شاعر کہتا ہے کہ دنیا میں حضرت محمد ﷺ کا مدینہ ایک ایسی بستی تھی جس پر راحت کا سایہ تھا اور جہاں اللہ کی رحمت برستی تھی۔ آسمان والوں (فرشتوں) کی نگاہ میں یہ زمین جنت جیسا منظر پیش کرتی تھی، کیونکہ اللہ کے فضل سے یہاں ‘انسانِ کامل’ یعنی حضور اکرم ﷺ جلوہ افروز تھے۔

شعر 3–4: انسانی کمالات اور شریعت کی حکمرانی

مدینے میں دن رات انسان کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر ہو رہی تھیں: کمالِ بندگی، علم اور معرفت۔ یہاں نہ بادشاہوں جیسا رعب تھا اور نہ تاج و تخت کا غرور؛ حضور ﷺ کی قیادت میں صرف اللہ کی شریعت نافذ تھی۔

Free notes: freebooks.pk

شعر 5–6: مساوات اور غریبوں کی عزت

یہاں نادار اور بے زر لوگ نئی دنیا کی تعمیر کر رہے تھے اور تمام انسانوں کی برابری کے مناظر دکھا رہے تھے۔ مدینہ ہر رنگ کے پھولوں کا ایک باغ تھا، یعنی ہر نسل اور رنگ کے لوگ مل جل کر رہتے تھے، اور غریبوں اور بے زبانوں کو بھی بولنے کا حق اور حوصلہ ملا تھا۔

شعر 7–8: مجاہد، زاہد اور سخاوت

یہاں کے لوگ بہادر مجاہد تھے مگر اللہ کا نام سن کر کانپ جاتے تھے، اور زاہد ایسے تھے جو صرف سچائی اور یقین کے آگے سر جھکاتے تھے۔ پاکیزہ کمائی سے دی جانے والی زکوٰۃ، صدقہ اور خیرات یہاں غلاموں کی آزادی کا ذریعہ بنتی تھی۔

شعر 9–10: مسجد، قرآن اور کملی والا

یہاں وہ مسجد تھی جس سے نور کے فوارے پھوٹتے تھے اور وہ قرآن تھا جس سے فیض کے دریا بہتے تھے۔ یہیں وہ کملی والا تھا جس کا نام محمد ﷺ ہے اور جس کا پیغام ساری دنیا کے لیے صلح، امن اور آشتی تھا۔

شعر 11: سادگی اور معراج کا مرتبہ

آپ ﷺ کے پاس نہ ذاتی دولت و حشمت تھی اور نہ تخت و تاج، مگر آپ ﷺ دونوں جہانوں کے سردار اور معراج والے تھے؛ یعنی آپ ﷺ کی عظمت دنیاوی شان و شوکت کی محتاج نہیں تھی۔

شعر 12–13: حق نیوشی اور پاکیزگی

حضور ﷺ نے انسان کو حق بات سننے اور ماننے کا جوہر عطا کیا؛ جہالت کی رات ٹھٹھر رہی تھی کہ گرم جوشی کا سورج چمک اٹھا۔ آپ ﷺ نے دماغ اور فکر، علم اور عمل کو زندگی دی، اور خیال و روح اور جان و جسم کو پاکیزگی بخشی۔

شعر 14–15: آزادی، فلاح اور مسکراہٹ

آپ ﷺ کی برکت سے انسان آزادی کی راہوں پر چل پڑا اور دین و دنیا کی فلاح سب کی نگاہوں پر چھا گئی۔ پاؤں تلے روندے ہوئے سبزے کو لہلہانے کی اجازت ملی، یعنی کچلے ہوئے کمزور لوگوں کو ابھرنے کا موقع ملا، اور آنسوؤں بھری آنکھوں کو مسکرانے کی جرأت نصیب ہوئی۔

مرکزی خیال

نظم 'انسانِ کامل کی برکات' کا مرکزی خیال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ انسانِ کامل ہیں اور آپ ﷺ کی قیادت میں مدینہ ایک مثالی معاشرہ بنا جہاں بادشاہت کے بجائے اللہ کی شریعت، مساوات، عدل، سخاوت، تقویٰ اور امن تھا۔ آپ ﷺ نے انسان کو علم و عمل، فکر و روح کی پاکیزگی اور حقیقی آزادی عطا کی، اور معاشرے کے کچلے ہوئے اور مظلوم

Free notes: freebooks.pk

لوگوں کو عزت اور مسکرانے کا حق دیا۔ شاعر یہ پیغام دیتا ہے کہ انسانیت کی فلاح حضور ﷺ کی سیرت اور تعلیمات پر عمل میں ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

انسانِ کامل
مکمل انسان؛ یہاں مراد حضور اکرم ﷺ۔

نگاہِ عرشیاں
آسمان والوں یعنی فرشتوں کی نظر۔

فردوس نظارا
جنت جیسا منظر رکھنے والا۔

جلوہ آرا
جلوہ دکھانے والا، رونق افروز۔

جوہر
اصل خوبی، صلاحیت۔

کمالِ بندگی
اللہ کی عبادت اور فرماں برداری کا اعلیٰ درجہ۔

عرفان
اللہ کی معرفت، پہچان۔

فخرِ تاج داری
بادشاہت کا غرور۔

شرع
شریعت، اللہ کا قانون۔

بے زر
جس کے پاس دولت نہ ہو، غریب۔

مساواتِ بنی آدم
تمام انسانوں کی برابری۔

زاہد
پرہیزگار، دنیا سے بے رغبت۔

کملی والا
کمبل اوڑھنے والا؛ حضور ﷺ کا لقب۔

آشتی
صلح، امن۔

حشمت
شان و شوکت۔

سرورِ کونین
دونوں جہانوں کے سردار؛ حضور ﷺ۔

حق نیوشی
حق بات سننا اور قبول کرنا۔

پامال
پاؤں تلے روندا ہوا۔

خاکہ
ریاستِ مدینہ کی برکات: یہ خاکہ نظم 'انسانِ کاملؐ کی برکات' میں بیان کی گئی ریاستِ مدینہ کی اہم خصوصیات کو دکھاتا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

ریاستِ مدینہ کی برکات



freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

مدینے کے بارے میں پہلے دو اشعار میں کیا کہا گیا ہے؟

کہ حضور ﷺ کا مدینہ راحت اور رحمت کی بستی تھا، فرشتوں کی نگاہ میں جنت جیسا منظر تھا، کیونکہ وہاں انسانِ کامل ﷺ جلوہ افروز تھے۔

مدینے کی بستی میں بادشاہی کی کیا صورتِ حال تھی؟

وہاں نہ بادشاہی کا رعب تھا نہ تاج و تخت کا غرور؛ حضور ﷺ کی قیادت میں صرف اللہ کی شریعت نافذ تھی۔

بے زروں کی تعمیر کردہ نئی دنیا میں کون سے نظارے دکھائے گئے؟

تمام انسانوں کی برابری (مساواتِ بنی آدم) کے نظارے۔

کملی والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام کیا تھا؟

ساری دنیا کے لیے صلح، امن اور آشتی کا پیغام۔

Free notes: freebooks.pk

حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے انسان کن راہوں پر گامزن ہو گیا؟
آزادی کی راہوں پر، اور دین و دنیا کی فلاح سب کا مقصد بن گئی۔

'انسانِ کامل' سے کیا مراد ہے؟
حضور اکرم ﷺ، جن میں بندگی، علم اور عرفان کے سارے کمالات جمع تھے۔

مدینے میں زکوٰۃ، صدقہ اور خیرات کس کام آتی تھی؟
پاکیزہ کمائی سے دی جانے والی یہ رقم غلاموں کی آزادی کا ذریعہ بنتی تھی۔

'ہر رنگ کے پھولوں کا گلزار' سے کیا مراد ہے؟
ہر نسل، رنگ اور علاقے کے لوگ مدینے میں برابری اور محبت سے مل جل کر رہتے تھے۔

شاہنامہ کسے کہتے ہیں؟
ایسا طویل منظوم کلام جس میں کسی شاہی خاندان کے کارنامے بیان کیے جائیں۔

مثنوی کی پہچان کیا ہے؟
اس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں؛ یہ طویل قصوں اور حکمت کے مضامین کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

حفیظ جالندھری کو 'ابو الاثر' کیوں کہا جاتا ہے؟
شاہنامۂ اسلام لکھنے پر انھیں ابو الاثر پکارا جانے لگا۔

سابقہ اور لاحقہ میں کیا فرق ہے؟
سابقہ لفظ سے پہلے لگتا ہے (بے زبان، نادار)، لاحقہ لفظ کے بعد لگتا ہے (جلوہ آرا، تاج دار)۔

تفصیلی سوالات و جوابات

نظم 'انسانِ کاملؐ کی برکات' کا خلاصہ اور مرکزی خیال تحریر کریں۔
مدینہ کی بستی

شاعر مدینہ کو رحمت اور راحت کی بستی کہتا ہے جو فرشتوں کو بھی جنت جیسی لگتی تھی، کیونکہ وہاں حضور ﷺ جلوہ افروز تھے اور دن رات بندگی، علم اور عرفان کے جوہر ظاہر ہو رہے تھے۔

مثالی معاشرہ

وہاں بادشاہت کا رعب نہیں بلکہ اللہ کی شریعت تھی؛ غریب نئی دنیا تعمیر کر رہے تھے، سب انسان برابر تھے، مجاہد اور زاہد تقویٰ کے پیکر تھے اور زکوٰۃ و خیرات سے غلام آزاد ہوتے تھے۔

Free notes: freebooks.pk

حضور ﷺ کی شان

کملی والے ﷺ کا پیغام امن تھا؛ آپ ﷺ کے پاس تخت و تاج نہ تھا مگر آپ ﷺ سرورِ کونین اور صاحبِ معراج تھے۔

برکات کا نتیجہ

آپ ﷺ نے انسان کو حق شناسی، علم و عمل اور روح و جسم کی پاکیزگی دی؛ انسان آزادی کی راہ پر چلا اور کچلے ہوئے لوگوں کو عزت اور خوشی نصیب ہوئی۔ یہی نظم کا مرکزی خیال ہے کہ انسانیت کی فلاح سیرتِ نبوی ﷺ میں ہے۔

درج ذیل اشعار کی تشریح کریں: 'دماغ و فکر کو، علم و عمل کو...'، 'قدم زن ہو گیا انساں آزادی کی راہوں پر...' اور 'ملی پامال سبزے کو اجازت لہلہانے کی...'

حوالہ

یہ اشعار حفیظ جالندھری کے 'شاہنامۂ اسلام' کی نظم 'انسانِ کامل' کی برکات' سے ہیں جو مثنوی کی ہیئت میں ہے۔

'دماغ و فکر کو...' کی تشریح

شاعر کہتا ہے کہ حضور ﷺ کی تعلیمات نے انسانی دماغ اور سوچ کو بیدار کیا، علم کو عمل سے جوڑا اور دونوں کو زندگی بخشی۔ آپ ﷺ نے انسان کے خیالات اور روح کو برائیوں سے پاک کیا اور جسم کو بھی پاکیزگی کے اصول سکھائے؛ یوں اسلام نے ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کی۔

'قدم زن ہو گیا انساں...' کی تشریح

حضور ﷺ سے پہلے انسان جہالت، توہمات اور طاقتوروں کی غلامی میں جکڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کی بدولت وہ آزادی کی راہ پر چل پڑا، اور دین و دنیا دونوں کی بھلائی سب کا مقصد بن گئی؛ اسلام نے دین اور دنیا میں توازن سکھایا۔

'ملی پامال سبزے کو...' کی تشریح

پامال سبزہ معاشرے کے ان غریب، کمزور اور غلام لوگوں کی علامت ہے جنھیں ہمیشہ روندا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے انھیں عزت اور حقوق دیے، تو وہ سبزے کی طرح لہلہانے لگے، اور جن آنکھوں میں ہمیشہ آنسو رہتے تھے انھیں مسکرانے کا حوصلہ ملا۔ شاعر نے خوب صورت استعاروں سے سماجی انصاف کا تصور پیش کیا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

‘شاہنامۂ اسلام’ کا تعارف کرائیں اور مثنوی کی صنف کی خصوصیات بیان کریں۔

شاہنامہ کی روایت

شاہنامہ وہ طویل منظوم کلام ہے جس میں کسی شاہی خاندان کے کارنامے بیان ہوں؛ فارسی میں فردوسی کا شاہنامہ اس کی مشہور مثال ہے۔

شاہنامۂ اسلام

حفیظ جالندھری نے فردوسی کی طرز پر ‘یادِ ایام’ المعروف ‘شاہنامۂ اسلام’ لکھا، جس میں حضور ﷺ، صحابۂ کرامؓ اور اسلام کی تاریخ کے کارنامے ہیں۔ یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کے واقعات قرآن، حدیث اور مستند تاریخ سے لیے گئے ہیں۔

مثنوی کی خصوصیات

مثنوی میں ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، اس لیے شاعر طویل قصہ آزادی سے بیان کر سکتا ہے۔ یہ داستانوں، حکایتوں اور حکمت کے مضامین کے لیے موزوں ہے۔

مشہور مثنویاں

فارسی میں شاہنامۂ فردوسی اور مثنوی مولانا روم؛ اردو میں سحر البیان، گلزارِ نسیم اور شاہنامۂ اسلام۔

نظم کی روشنی میں ریاستِ مدینہ کی خصوصیات بیان کریں۔

شریعت کی حکمرانی

مدینے میں بادشاہی رعب اور تاج کا غرور نہیں تھا؛ حضور ﷺ کی قیادت میں اللہ کی شریعت جاری تھی۔

مساوات اور انصاف

بے زر اور بے زبان لوگ بھی معاشرے کی تعمیر میں شریک تھے؛ ہر رنگ و نسل کے لوگ برابر تھے۔

تقویٰ اور سخاوت

مجاہد اللہ کے خوف سے کانپتے، زاہد صرف سچائی کے آگے جھکتے، اور حلال کمائی کی زکوٰۃ و خیرات غلاموں کی آزادی پر خرچ ہوتی تھی۔

علم، امن اور آزادی

مسجدِ نبوی ﷺ اور قرآن علم و فیض کے سرچشمے تھے؛ حضور ﷺ کا پیغام امن تھا، اور آپ ﷺ کی برکت سے انسان کو آزادی اور فلاح ملی۔

Free notes: freebooks.pk

معروضی سوالات (MCQs)

مدینے میں کیا برستی تھی؟ (الف) محبت (ب) رحمت (ج) عبادت (د) برکت

درست جواب: (ب) رحمت۔ جہاں رحمت برستی تھی۔

انسانِ کامل جلوہ آرا تھا: (الف) مکے میں (ب) مدینے میں (ج) دنیا میں (د) آسمانوں میں

درست جواب: (ب) مدینے میں۔ نظم مدینے کی بستی کا ذکر کرتی ہے۔

حضور ﷺ کی قیادت میں جاری تھی خدا کی: (الف) شرع (ب) سخاوت (ج) نماز (د) عبادت

درست جواب: (الف) شرع۔ خدا کی شرع جاری تھی۔

نامِ خدا پر کانپ جاتے تھے: (الف) مسلمان (ب) مجاہد (ج) مومن (د) نمازی

درست جواب: (ب) مجاہد۔ مجاہد تھے مگر نامِ خدا پر کانپ جاتے تھے۔

حضور ﷺ نے انسان کو حق نیوشی کا دیا: (الف) حکم (ب) سلیقہ (ج) جوہر (د) گوہر

درست جواب: (ج) جوہر۔ جوہرِ حق نیوشی۔

نظم 'انسانِ کاملؐ کی برکات' ماخوذ ہے: (الف) سوز و ساز (ب) شاہنامۂ اسلام (ج) تلخابۂ شیریں (د) حفیظ کے کلیت

درست جواب: (ب) شاہنامۂ اسلام۔ درسی کتاب میں ماخذ درج ہے۔

یہ نظم کس ہیئت میں ہے؟ (الف) غزل (ب) مثنوی (ج) قصیدہ (د) مرثیہ

درست جواب: (ب) مثنوی۔ ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہیں۔

پاکستان کا قومی ترانہ کس نے لکھا؟ (الف) علامہ اقبال (ب) حفیظ جالندھری (ج) فیض احمد فیض (د) احمد ندیم قاسمی

درست جواب: (ب) حفیظ جالندھری۔ درسی کتاب کے تعارف کے مطابق۔

حفیظ جالندھری کی آپ بیتی کا نام ہے: (الف) چیونٹی نامہ (ب) بقلمِ خود (ج) سوز و ساز (د) یادِ ایام

درست جواب: (ب) بقلمِ خود۔ بقلمِ خود ان کی آپ بیتی ہے۔

'مثنوی' کا لفظی مطلب ہے: (الف) دو دو والی (ب) تین تین والی (ج) چار مصرعوں والی (د) طویل نظم

درست جواب: (الف) دو دو والی۔ ہر شعر کے دو ہم قافیہ مصرعے۔

'بے زبان' میں 'بے' ہے: (الف) لاحقہ (ب) سابقہ (ج) حرفِ جار (د) حرفِ عطف

درست جواب: (ب) سابقہ۔ لفظ سے پہلے لگا ہے۔

'تاج دار' میں 'دار' ہے: (الف) سابقہ (ب) لاحقہ (ج) حرفِ ندا (د) اسم

درست جواب: (ب) لاحقہ۔ لفظ کے بعد لگا ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: حفیظ جالندھری (1900ء–1982ء)، جالندھر؛ اصل نام محمد حفیظ؛ رسالہ اعجاز، ہونہار بک ڈپو؛ آل انڈیا ریڈیو؛ قومی ترانہ؛ وفات لاہور۔
- تصانیف: تلخابۂ شیریں، شاہنامۂ اسلام (یادِ ایام، چار جلدیں)، سوز و ساز، حفیظ کے گیت، حفیظ کی نظمیں، چیونٹی نامہ، بقلمِ خود۔
- نظم: مثنوی کی ہیئت؛ انسانِ کامل = حضور ﷺ؛ مدینہ رحمت کی بستی۔
- خصوصیات: شریعت کی حکمرانی، مساوات، مجاہد و زاہد، زکوٰۃ سے غلاموں کی آزادی، مسجد اور قرآن کا فیض، امن کا پیغام، آزادی اور فلاح۔
- MCQs: رحمت، مدینے میں، شرع، مجاہد، جوہر۔
- قواعد: شاہنامہ، مثنوی (دو دو والی)؛ سابقہ (بے، نا، بد، غیر، لا)؛ لاحقہ (آرا، دار، گار، مند، ستان، گاہ)۔

امتحانی نکات

- تشریح میں پہلے حوالہ (شاعر، نظم، ماخذ) لکھیں، پھر شعر کا مفہوم اور آخر میں فنی خوبی (استعارہ، تضاد) بتائیں۔
- 'پامال سبزہ' اور 'آنسو بھری آنکھیں' جیسے استعاروں کا مطلب ضرور واضح کریں۔
- مثنوی کی تعریف کے ساتھ دو اردو اور دو فارسی مثالیں یاد رکھیں۔
- سابقے اور لاحقے کی کم از کم چار چار مثالیں جملوں سمیت تیار کریں۔
- حضور ﷺ کے اسمِ گرامی کے ساتھ درود (ﷺ) لکھنے کا اہتمام کریں۔

حقائق کی وضاحت

حفیظ جالندھری کے سنِ پیدائش و وفات (1900ء–1982ء، وفات 21 دسمبر 1982ء لاہور) اور دیگر معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

نظم کا ماخذ 'شاہنامۂ اسلام' ہے؛ یہاں اشعار کا متن نقل کرنے کے بجائے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے، اصل اشعار کے لیے درسی کتاب دیکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 14: داستان تیاری میں باغ کی

Urdu Class 12 Lesson 14: Dastan Tayyari mein Bagh ki (Mir Hasan)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے چودھویں سبق 'داستان تیاری میں باغ کی' پر مبنی ہیں، جو میر حسن کی شہرۂ آفاق مثنوی 'سحر البیان' سے انتخاب ہے۔ اس حصے میں بادشاہ اپنے شہزادے کے لیے ایک عالی شان خانہ باغ تیار کرواتا ہے، اور شاعر اس کی عمارت، دروں، سائبانوں، آئینوں، فرش، نہر، روشوں اور پھولوں کا ایسا نقشہ کھینچتا ہے کہ پورا منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، مثنوی کا تعارف، آسان شعر وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، لغات کے معنی، واحد جمع، علمِ بیان و بدیع کے پہلو، باغ کی سیر کا نمونے کا منظر نامہ، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- مثنوی کی صنف اور اس کی نمایاں خصوصیات سے آگاہی حاصل کرنا۔
- زبان و بیان کی لطافت اور کلاسیکی اسلوب سے لطف اندوز ہونا۔
- منظر نگاری، تشبیہ اور استعارے جیسے فنی عناصر کو پہچاننا۔
- تنقیدی، تخلیقی اور جمالیاتی صلاحیتوں کو فروغ دینا۔

شاعر کا تعارف

میر حسن (1736ء–1786ء) کا نام میر غلام حسن اور تخلص بھی حسن تھا۔ وہ 1736ء میں دلی میں پیدا ہوئے اور ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ میر حسن مشہور ہجو گو میر ضاحک کے بیٹے، میر خلیق کے والد اور نام ور مرثیہ گو میر انیس کے دادا تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد میر ضاحک سے حاصل کی۔

دلی تاراج ہوئی تو میر حسن والد کے ہمراہ فیض آباد چلے گئے جو اس زمانے میں اودھ کا دارالحکومت تھا، اور وہاں نواب سالار جنگ کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ جب نواب آصف الدولہ نے دارالحکومت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کیا تو وہ بھی لکھنؤ آ گئے، جہاں 1786ء میں ان کا انتقال ہوا۔

شاعری کا ملکہ انھیں ورثے میں ملا تھا؛ ابتدا میں والد سے اصلاح لی، پھر خواجہ میر درد اور ضیاء الدین ضیا سے بھی اصلاحِ سخن لیتے رہے۔ وہ صاحبِ دیوان شاعر تھے، مگر ان کی شہرت غزلوں یا قصیدوں کی وجہ سے نہیں بلکہ مثنوی 'سحر

البیان' کی وجہ سے ہے۔ مثنوی نگاری میں انھیں کمال حاصل تھا؛ 'سحر البیان' ایک منظوم داستان ہے جو اپنے نام کی طرح زبان و بیان کا جادو ہے، اسی خوبی کی بنا پر مصحفی نے انھیں 'شاعرِ شیریں بیان' کہا۔

'سحر البیان' اگرچہ لکھنؤ میں لکھی گئی، مگر زبان کی سادگی و سلاست اور دلی کے روزمرہ محاورے کے اعتبار سے یہ دبستانِ دلی کی نمائندہ مثنوی ہے۔ یہ اپنے عہد کی آئینہ دار ہے جس میں اس زمانے کے رسوم و رواج، تہذیب و تمدن اور درباری شان و شوکت کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ دل کش زبان، روزمرہ، صفائی، سادگی، روانی، ربط و تسلسل، جزئیات نگاری، منظر نگاری، واقعہ نگاری اور جذبات نگاری اس کی نمایاں خوبیاں ہیں۔

علمِ بیان و بدیع، لغات اور واحد جمع

تشبیہ

ایک چیز کو کسی مشترک خوبی کی بنا پر دوسری چیز جیسا قرار دینا۔ نظم میں زمین کو صندل کا پارچہ اور ہر پھول کو سفیدی میں چاند جیسا کہا گیا ہے۔

استعارہ

تشبیہ کا ایسا استعمال جس میں حرفِ تشبیہ اور مشبہ ہٹا کر ایک چیز کو دوسری ہی کہہ دیا جائے؛ 'آتشِ گل' (پھولوں کی آگ) میں سرخ پھولوں کو آگ کہا گیا ہے۔

تجسیم (انسانی صفات دینا)

بہار کو دروں پر ہاتھ باندھے کھڑی دکھانا، گویا وہ خدمت گزار کنیز ہے۔

حسنِ تعلیل

کسی بات کی کوئی خیالی مگر خوب صورت وجہ بیان کرنا؛ روش کی صفائی پر گلِ اشرفی کا گویا سونا نچھاور کرنا۔

مبالغہ

کسی خوبی کو حد سے بڑھا کر بیان کرنا؛ باغ ایسا کہ لالہ کو بھی رشک ہو، فرش ایسا صاف کہ ہوس بھی آگے نہ بڑھ سکے۔

صنعتِ تعداد / مراعات النظیر

ایک ہی سلسلے کی کئی چیزوں کا ذکر: نرگس، گل اور یاسمن؛ در، دیوار، چھت، فرش۔

مشق 4: لغات

خانہ باغ: گھر سے ملحق باغ۔ دست بستہ: ہاتھ باندھے ہوئے، ادب سے۔ زربفت: سونے کے تاروں سے بنا ریشمی کپڑا۔ زرنگار: سنہری کام والا۔ گل کاریاں: پھول بوٹوں کا نقش و نگار۔ پارچہ: ٹکڑا، کپڑا۔ پائے ہوس: خواہش کا قدم۔ روش: باغ کی پگڈنڈی۔ گلِ اشرفی: زرد رنگ کا ایک پھول جو اشرفی جیسا ہوتا ہے۔ آتشِ گل: پھولوں کی آگ، یعنی سرخ پھولوں کی بہار۔

Free notes: freebooks.pk

مشق 6: واحد جمع

تعمیر ← تعمیرات؛ باغ ← باغات؛ ساریاں ← ساری (سارا)؛ گل کاریاں ← گل کاری؛ نہر ← نہریں / انہار؛ آئینہ ← آئینے؛ دروں ← در۔

مثنوی کا تعارف

'سحر البیان' شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدرِ منیر کی منظوم داستان ہے اور مثنوی کی ہیئت میں ہے، یعنی ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہیں۔ زیرِ مطالعہ حصے میں بادشاہ شہزادے کے لیے ایک خوب صورت خانہ باغ تیار کرواتا ہے۔

یہ حصہ منظر نگاری اور جزئیات نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔ شاعر پہلے عمارت (در، سائبان، چقیں، پردے، چھتیں، دیواریں، آئینے، فرش) اور پھر باغ (زمین، نہر، روشیں، پھول، چاندنی) کا ذکر کرتا ہے۔ زبان سادہ، رواں اور دلی کے روزمرہ سے آراستہ ہے۔

شعر وار تشریح

شعر 1–2: خانہ باغ اور عمارت

بادشاہ نے ایک ایسا خانہ باغ تیار کروایا جسے دیکھ کر لالہ کے پھول کو بھی رشک ہوا اور اس کے دل پر داغ پڑ گیا۔ باغ کی عمارت بہت خوب صورت تھی، اس کے دروں کی شان نرالی تھی اور ان پر زربفت (سونے کے تاروں والے کپڑے) کے سائبان لگے تھے۔

شعر 3–4: چقیں، پردے اور سنہری چھتیں

دروں پر چقیں اور سنہری کام والے پردے بندھے تھے، اور ایسا لگتا تھا کہ خود بہار ہاتھ باندھ کر خدمت کے لیے کھڑی ہے۔ ساری چھتیں سونے کے پانی سے مزین تھیں اور دیواروں اور دروں پر پھول بوٹوں کا نقش و نگار تھا۔

شعر 5–6: آئینے اور مخمل کا فرش

ہر طرف آئینے لگے تھے جن کی وجہ سے عمارت کا حسن چوگنا ہو گیا۔ مخمل کا فرش اتنا صاف ستھرا تھا کہ خواہش بھی اس پر قدم رکھتے ہوئے جھجکتی تھی اور آگے نہ بڑھ پاتی تھی۔

شعر 7–8: زمین اور سنگِ مرمر کی نہر

شاعر کہتا ہے کہ وہاں کی زمین کا کیا بیان کروں، وہ صندل کے ایک ٹکڑے جیسی خوشبودار اور ہموار تھی۔ سنگِ مرمر سے چوپڑ کی شکل کی نہر بنائی گئی تھی جس کے پانی کی لہریں چاروں طرف رواں تھیں۔

Free notes: freebooks.pk

شعر 9–10: روشیں اور پھولوں سے بھرا باغ

روشوں کی صفائی دیکھ کر گلِ اشرفی نے بے اختیار اپنا سونا نچھاور کر دیا، یعنی زرد پھول روشوں پر بکھرے تھے۔ باغ پودوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا؛ کہیں نرگس، کہیں گلاب اور کہیں یاسمن کھلے تھے۔

شعر 11–12: چاندنی اور آتشِ گل

چاندنی رات میں پھولوں کی بہار عجیب لگتی تھی؛ ہر پھول اپنی سفیدی سے چاند جیسا روشن تھا۔ سرخ پھولوں کی بہتات سے سارا چمن دہک رہا تھا جیسے آگ لگی ہو، اور ہوا کی وجہ سے پورا باغ خوشبو سے مہک رہا تھا۔

مرکزی خیال

اس حصے کا مرکزی خیال شاہی خانہ باغ کی شان و شوکت اور فطری حسن کی دل کش تصویر کشی ہے۔ میر حسن نے عمارت کی زیب و زینت (زربفت کے سائبان، سنہری چھتیں، آئینے، مخمل کا فرش) اور باغ کی فطری خوب صورتی (صندل جیسی زمین، مرمر کی نہر، پھولوں سے بھری روشیں، چاندنی اور خوشبو) کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا خود کو اس باغ میں محسوس کرتا ہے۔ یہ حصہ اس دور کی درباری تہذیب اور میر حسن کی منظر نگاری اور جزئیات نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

خانہ باغ

گھر یا محل سے ملحق باغ۔

رشک

کسی کی خوبی دیکھ کر ویسا بننے کی خواہش۔

لالہ کو داغ

لالہ کے پھول کے بیچ کا سیاہ نشان؛ یہاں حسد کا داغ۔

زربفت

سونے کے تاروں سے بنا ریشمی کپڑا۔

سائبان

چھاؤں کے لیے تانا گیا شامیانہ۔

Free notes: freebooks.pk

چق

بانس کی تیلیوں کا پردہ۔

زرنگار

سنہری کام والا۔

دست بستہ

ہاتھ باندھے ہوئے، ادب سے۔

مغرق

سونے یا چاندی کے پانی سے ڈھکا ہوا۔

گل کاری

پھول بوٹوں کا نقش و نگار۔

چوگنا

چار گنا۔

مخمل

نرم اور ملائم ریشمی کپڑا۔

صندل

خوشبودار لکڑی۔

چوپڑ

چوکور خانوں کی شکل۔

روش

باغ کی پگڈنڈی۔

یاسمن

چنبیلی کا پھول۔

مہتاب

چاند۔

آتشِ گل

پھولوں کی آگ؛ سرخ پھولوں کی بہار۔

خاکہ

خانہ باغ کا نقشہ: یہ خاکہ مثنوی 'سحر البیان' کے حصے 'داستان تیاری میں باغ کی' میں بیان کیے گئے خانہ باغ کے اہم حصوں کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

خانہ باغ کا نقشہ

در اور سائبان

زربفت کے سائبان، چقیں، زرنگار پردے، دست بستہ بہار۔

↓

چھتیں اور دیواریں

سنہری مغرق چھتیں، در و دیوار پر گل کاری، ہر طرف آئینے۔

↓

فرش اور زمین

صاف مخمل کا فرش؛ صندل کے پارچے جیسی زمین۔

↓

نہر اور روشیں

سنگِ مرمر کی چوڑی نہر؛ صاف روشوں پر گلِ اشرفی۔

↓

پھول اور چاندنی

نرگس، گلاب، یاسمن؛ مہتاب جیسے پھول؛ آتشِ گل اور خوشبو۔

freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

بادشاہ نے کس قسم کا باغ ترتیب دیا؟

ایک ایسا خانہ باغ جس کی خوب صورتی دیکھ کر لالہ کو بھی رشک ہوا۔

باغ کی عمارت کے در، سائبان اور پردے وغیرہ کیسے تھے؟

دروں کی شان نرالی تھی، ان پر زربفت کے سائبان تھے، اور چقیں اور سنہری کام والے پردے بندھے تھے۔

باغ کی عمارت کے حسن میں چوگنا لطف کیسے پیدا ہوا؟

ہر طرف آئینے لگانے سے، جن میں عمارت کا عکس دکھائی دیتا تھا۔

باغ کی نہر کس طرح کی تھی؟

سنگِ مرمر کی چوپڑ کی شکل کی نہر، جس کے پانی کی لہریں چاروں طرف رواں تھیں۔

باغ میں کون سے پھول کھلے تھے؟

نرگس، گلاب (گل)، یاسمن اور گلِ اشرفی وغیرہ۔

باغ کی زمین کو کس سے تشبیہ دی گئی ہے؟

صندل کے ایک پارچے (ٹکڑے) سے۔

مخمل کے فرش کی صفائی کس طرح بیان کی گئی ہے؟

فرش اتنا صاف تھا کہ ہوس (خواہش) کا قدم بھی اس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔

'آتشِ گل' سے کیا مراد ہے؟

سرخ پھولوں کی بہتات، جس سے سارا چمن آگ کی طرح دہکتا ہوا لگتا تھا۔

میر حسن کو 'شاعرِ شیریں بیان' کس نے کہا؟

مصحفی نے۔

میر حسن کا میر انیس سے کیا رشتہ تھا؟

میر حسن، میر انیس کے دادا تھے۔

'سحر البیان' کو دبستانِ دلی کی نمائندہ مثنوی کیوں کہا جاتا ہے؟

اگرچہ یہ لکھنؤ میں لکھی گئی، مگر اس کی زبان کی سادگی، سلاست اور دلی کا روزمرہ محاورہ اسے دبستانِ دلی کا نمائندہ بناتے ہیں۔

تشبیہ کی ایک مثال نظم سے دیں۔

ہر پھول اپنی سفیدی میں چاند (مہتاب) جیسا تھا۔

تفصیلی سوالات و جوابات

بادشاہ نے شہزادے کے لیے جو خانہ باغ تعمیر کروایا اس کے در و دیوار، چھتوں اور فرش وغیرہ کی تفصیل بیان کریں۔

در اور سائبان

عمارت کے دروں کی شان نرالی تھی؛ ان پر زربفت کے سائبان تنے تھے اور چقیں اور سنہری پردے بندھے تھے، گویا بہار ہاتھ باندھے خدمت میں کھڑی ہو۔

چھتیں اور دیواریں

ساری چھتیں سونے کے پانی سے مزین تھیں اور دیواروں اور دروں پر پھول بوٹوں کی گل کاری تھی۔

آئینے

ہر طرف آئینے لگے تھے جن سے عمارت کا حسن چوگنا ہو گیا۔

فرش اور زمین

مخمل کا فرش ایسا صاف ستھرا تھا کہ خواہش بھی آگے قدم نہ بڑھا سکے، اور باغ کی زمین صندل کے ٹکڑے جیسی ہموار اور خوشبودار تھی۔

نظم 'داستان تیاری میں باغ کی' کا خلاصہ تحریر کریں۔

آغاز

بادشاہ نے شہزادے کے لیے ایک ایسا خانہ باغ بنوایا جس کی خوب صورتی پر لالہ کو بھی رشک ہوا۔

عمارت کی سجاوٹ

دروں پر زربفت کے سائبان، چقیں اور زرنگار پردے، سنہری چھتیں، گل کاری والے در و دیوار، ہر طرف آئینے اور مخمل کا صاف فرش عمارت کی شان بڑھاتے تھے۔

باغ کا منظر

صندل جیسی زمین، سنگِ مرمر کی چوپڑ نہر، صاف روشیں جن پر گلِ اشرفی بکھرے تھے، اور نرگس، گلاب اور یاسمن سے بھرا چمن۔

چاندنی اور خوشبو

چاندنی رات میں سفید پھول چاند جیسے لگتے، سرخ پھولوں سے چمن دہکتا اور ہوا سے سارا باغ مہک اٹھتا تھا۔

Free notes: freebooks.pk

‘داستان تیاری میں باغ کی’ کے اشعار میں موجود علمِ بیان و بدیع کے پہلوؤں کی نشان دہی کریں۔

تشبیہ

زمین کو صندل کا پارچہ اور پھولوں کو سفیدی میں مہتاب جیسا کہا گیا ہے۔

استعارہ اور تجسیم

‘آتشِ گل’ میں سرخ پھولوں کو آگ کہا گیا ہے؛ بہار کو دروں پر دست بستہ کھڑی کنیز کی طرح دکھانا تجسیم ہے۔

حسنِ تعلیل اور مبالغہ

روش کی صفائی پر گلِ اشرفی کا سونا نچھاور کرنا حسنِ تعلیل ہے؛ لالہ کو رشک ہونا اور ہوس کا قدم آگے نہ بڑھنا مبالغہ ہے۔

مراعات النظیر اور تکرار

نرگس، گل اور یاسمن؛ در، دیوار، چھت اور فرش کا ایک ساتھ ذکر مراعات النظیر ہے؛ ‘چمن... چمن’ اور ‘کہیں... کہیں’ میں لفظوں کی تکرار سے موسیقیت پیدا ہوئی ہے۔

اپنے قریبی علاقے میں موجود کسی باغ کی سیر کریں اور اس کا منظر مؤثر انداز میں بیان کریں۔ (نمونہ)

آغاز

پچھلے اتوار ہم دوستوں کے ساتھ شہر کے بڑے باغ کی سیر کو گئے۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور دروازے سے داخل ہوتے ہی پھولوں کی خوشبو نے استقبال کیا۔

منظر

سیدھی صاف روشوں کے دونوں طرف رنگ برنگے پھول کھلے تھے؛ کہیں سرخ گلاب، کہیں زرد گیندے اور کہیں سفید چنبیلی۔ بیچ میں ایک فوارہ تھا جس کی پھوار دھوپ میں قوسِ قزح بنا رہی تھی۔

زندگی کی رونق

درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے، بچے جھولوں پر کھیل رہے تھے اور بزرگ بینچوں پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ گھاس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

تاثر

باغ کی سیر سے دل تازہ ہو گیا۔ ہم نے سوچا کہ ایسے باغ قدرت کا تحفہ ہیں، ان کی صفائی اور حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

Free notes: freebooks.pk

معروضی سوالات (MCQs)

خانہ باغ ترتیب دیا: (الف) شہزادے نے (ب) بادشاہ نے (ج) ملکہ نے (د) وزیر نے

درست جواب: (ب) بادشاہ نے۔ بادشاہ نے شہزادے کے لیے۔

باغ کی عمارت کے سائبان بنے ہوئے تھے: (الف) موتیوں کے (ب) زربفت کے (ج) زر و جواہر کے (د) لعل و جواہر کے

درست جواب: (ب) زربفت کے۔ زربفت کے سائبان۔

دروں پر دست بستہ کھڑی ہوئی تھی: (الف) پری (ب) کنیز (ج) بہار (د) خوشی

درست جواب: (ج) بہار۔ بہار ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔

باغ میں ہر طرف لگے ہوئے تھے: (الف) پتھر (ب) موتی (ج) ہیرے (د) آئینے

درست جواب: (د) آئینے۔ آئینوں سے لطف چوگنا ہوا۔

سارا چمن دہک رہا تھا: (الف) آگ سے (ب) آتش سے (ج) آتشِ گل سے (د) چنگاریوں سے

درست جواب: (ج) آتشِ گل سے۔ سرخ پھولوں کی آگ سے۔

زیرِ مطالعہ حصہ کس مثنوی سے لیا گیا ہے؟ (الف) گلزارِ نسیم (ب) سحر البیان (ج) زہرِ عشق (د) شاہنامۂ اسلام

درست جواب: (ب) سحر البیان۔ مثنوی سحر البیان سے انتخاب۔

میر حسن کو 'شاعرِ شیریں بیان' کہا: (الف) میر درد نے (ب) مصحفی نے (ج) میر تقی میر نے (د) سودا نے

درست جواب: (ب) مصحفی نے۔ مصحفی نے۔

میر حسن کے والد تھے: (الف) میر خلیق (ب) میر ضاحک (ج) میر انیس (د) میر درد

درست جواب: (ب) میر ضاحک۔ مشہور ہجو گو میر ضاحک۔

باغ کی زمین تھی جیسے: (الف) مخمل کا پارچہ (ب) صندل کا پارچہ (ج) ریشم کا پارچہ (د) زربفت کا پارچہ

درست جواب: (ب) صندل کا پارچہ۔ صندل کا ایک پارچہ۔

نہر بنی ہوئی تھی: (الف) سنگِ سرخ کی (ب) سنگِ مرمر کی (ج) اینٹوں کی (د) لکڑی کی

درست جواب: (ب) سنگِ مرمر کی۔ سنگِ مرمر کی چوپڑ کی نہر۔

روش کی صفائی پر زر نثار کیا: (الف) گلِ لالہ نے (ب) گلِ اشرفی نے (ج) نرگس نے (د) یاسمن نے

درست جواب: (ب) گلِ اشرفی نے۔ گلِ اشرفی نے۔

Free notes: freebooks.pk

'آتشِ گل' کس صنعت کی مثال ہے؟ (الف) تشبیہ (ب) استعارہ (ج) تلمیح (د) تضاد

درست جواب: (ب) استعارہ۔ سرخ پھولوں کو آگ کہا گیا۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: میر حسن (1736ء–1786ء)؛ میر غلام حسن؛ دلی → فیض آباد → لکھنؤ؛ میر ضاحک کے بیٹے، میر خلیق کے والد، میر انیس کے دادا؛ اساتذہ: والد، میر درد، ضیاء الدین ضیا۔
- سحر البیان: منظوم داستان؛ دبستانِ دلی کی نمائندہ؛ مصحفی: 'شاعرِ شیریں بیان'۔
- عمارت: زربفت کے سائبان، چقیں، زرنگار پردے، دست بستہ بہار، سنہری چھتیں، گل کاری، آئینے (چوگنا لطف)، مخمل کا فرش۔
- باغ: صندل جیسی زمین، سنگِ مرمر کی چوپڑ نہر، روشیں، گلِ اشرفی، نرگس، گل، یاسمن، چاندنی، آتشِ گل۔
- MCQs: بادشاہ، زربفت، بہار، آئینے، آتشِ گل۔
- بیان و بدیع: تشبیہ، استعارہ، تجسیم، حسنِ تعلیل، مبالغہ، مراعات النظیر۔

امتحانی نکات

- خلاصے میں پہلے عمارت اور پھر باغ کا ذکر کریں؛ یہی نظم کی ترتیب ہے۔
- MCQs کے پانچ جواب (بادشاہ، زربفت، بہار، آئینے، آتشِ گل) خاص طور پر یاد رکھیں۔
- بیان و بدیع کے سوال میں ہر صنعت کی تعریف ایک سطر میں اور نظم سے مثال ضرور دیں۔
- لغات کے معنی مختصر اور درست لکھیں؛ 'زربفت' اور 'زرنگار' کا فرق یاد رکھیں۔
- میر حسن کے خاندانی رشتے (میر ضاحک، میر خلیق، میر انیس) اکثر پوچھے جاتے ہیں۔

حقائق کی وضاحت

میر حسن کے سنِ پیدائش و وفات (1736ء–1786ء) اور سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

نظم 'مثنوی سحر البیان' سے انتخاب ہے؛ یہاں اشعار کا متن نقل کرنے کے بجائے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 15: نثار میں تری گلیوں کے

Urdu Class 12 Lesson 15: Nisar main teri galiyon ke (Faiz Ahmad Faiz)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے پندرہویں سبق "نثار میں تری گلیوں کے" پر مبنی ہیں، جو فیض احمد فیض کے مجموعے 'دستِ صبا' کی نظم ہے۔ اس نظم میں شاعر وطن سے بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے ظلم، جبر اور ناانصافی کے نظام پر احتجاج کرتا ہے اور قید و بند کی سختیوں میں بھی امید، وفا اور حوصلہ قائم رکھنے کا پیغام دیتا ہے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، نظم کا تعارف اور پس منظر، آسان بند وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ و مرکبات کے معنی، جمع، تقریر اور مضمون کے نکات، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- جذبۂ حب الوطنی اور ظلم کے خلاف مزاحمت کے مفہوم سے روشناس ہونا۔
- ترقی پسند تحریک کے بنیادی تصورات سے آگاہی حاصل کرنا۔
- فیض احمد فیض کے اسلوب (سادگی، اثر آفرینی اور انقلابی لہجہ) کا مطالعہ کرنا۔
- شاعری میں علامتوں اور استعاروں کی معنوی گہرائی سمجھنا۔

شاعر کا تعارف

فیض احمد فیض (1911ء–1984ء) سیالکوٹ کے ایک گاؤں کالا قادر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد چودھری سلطان محمد خان بار ایٹ لا، سیالکوٹ کے وکیل اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین تھے۔ فیض نے عربی، فارسی، اردو، حفظِ قرآن اور مذہبی تعلیم مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی کے مکتب سے حاصل کی۔

میٹرک فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا، مرے کالج سیالکوٹ سے انٹرمیڈیٹ کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے، جہاں سے انگریزی میں بی اے اور ایم اے کیا، اور بعد میں اورینٹل کالج سے عربی میں ایم اے کیا۔ تعلیم کے بعد ایم اے او کالج امرتسر میں انگریزی کے استاد رہے اور معروف ادبی مجلے 'ادبِ لطیف' کی ادارت بھی کی۔ اس کے بعد ہیلی کالج میں انگریزی پڑھاتے رہے۔ اسی دور میں ان کا پہلا شعری مجموعہ 'نقشِ فریادی' شائع ہوا۔ انھوں نے ایک برطانوی نژاد خاتون ایلس جارج سے شادی کی جنھوں نے زندگی کی مشکلات میں قدم قدم پر ان کا ساتھ دیا۔

دوسری جنگِ عظیم کے دوران فوج میں ملازم ہوئے اور پانچ سال بعد استعفیٰ دے کر لاہور آ گئے۔ روزنامہ 'امروز'، 'پاکستان ٹائمز' اور 'لیل و نہار' کے مدیر رہے، اور وزارتِ ثقافت و وزارتِ تعلیم کے مشیر بھی رہے۔ فلسطینی رہنما یاسر عرفات کی زیرِ نگرانی بیروت سے شائع ہونے والے افرو ایشیائی سہ ماہی مجلے 'لوٹس' کے مدیرِ اعلیٰ رہے۔ نومبر 1981ء میں پاکستان واپس آ گئے۔ جہاں اور جس عہدے پر بھی رہے، شعر و شاعری کا سلسلہ ساتھ ساتھ جاری رکھا۔

ان کی اہم تصانیف میں 'نقشِ فریادی'، 'دستِ صبا'، 'دستِ تہِ سنگ'، 'زنداں نامہ'، 'سرِ وادیٔ سینا'، 'شامِ شہرِ یاراں'، 'مرے دل مرے مسافر' اور 'غبارِ ایام' شامل ہیں؛ ان کی وفات کے بعد ان کا کلام 'نسخہ ہائے وفا' کے نام سے یکجا شائع ہوا۔ فیض کی شاعری کا امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے پرانی علامتوں کو نئے معنی دیے، سادہ الفاظ میں گہری فکر پیش کی اور تشبیہات و استعارات کو خوب صورتی سے برتا۔ سوز و گداز ان کی شاعری کا خاص پہلو ہے۔

مرکبات، علامتیں اور جمع

نظم کی علامتیں

وطن کی گلیاں: محبوب وطن۔ سر اٹھا کے چلنا: آزادی اور عزت سے جینا۔ سنگ و خشت مقید، سگ آزاد: بے گناہ قید اور ظالم آزاد۔ روزنِ زنداں: قید خانے کا روشن دان۔ سلاسل: زنجیریں۔ آگ میں پھول کھلانا: مصیبت میں بھی امید اور حسن پیدا کرنا۔ طالعِ رقیب: دشمن (ظالم) کا عروج۔ چار دن کی خدائی: عارضی اقتدار۔

مشق 5: مرکبات (جملوں میں)

اہلِ دل: اہلِ دل دوسروں کا دکھ محسوس کرتے ہیں۔ نظمِ بست و کشاد: نظمِ بست و کشاد عوام کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ دستِ بہانہ جو: ظالم کا دستِ بہانہ جو ہمیشہ کوئی بہانہ ڈھونڈ لیتا ہے۔ اہلِ جنوں: اہلِ جنوں حق کی خاطر سختیاں جھیلتے ہیں۔ اہلِ ہوس: اہلِ ہوس اپنے فائدے کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ روزنِ زنداں: روزنِ زنداں سے آنے والی کرن نے امید جگا دی۔ گردشِ لیل و نہار: گردشِ لیل و نہار سے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ عہدِ وفا: سچے دوست عہدِ وفا نبھاتے ہیں۔

مشق 7: جمع

رسم ← رسوم؛ جسم ← اجسام؛ سنگ ← سنگ ہا / سنگ ہائے؛ ظلم ← مظالم؛ مدعی ← مدعیان؛ وکیل ← وکلا؛ تصور ← تصورات؛ خلق ← خلائق؛ سبب ← اسباب؛ فلک ← افلاک۔

شیخ سعدی کا حوالہ

درسی کتاب کے حاشیے کے مطابق 'سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد' والا خیال شیخ سعدی کے ایک فارسی قول سے ماخوذ ہے کہ پتھر باندھ دیے گئے اور کتے کھول دیے گئے۔

Free notes: freebooks.pk

نظم کا تعارف

"نثار میں تری گلیوں کے" فیض احمد فیض کے مجموعے "دستِ صبا" میں شامل ہے، جو ان کی قید کے دنوں کی شاعری پر مشتمل ہے۔ نظم میں وطن سے خطاب ہے، اور محبوب کی جدائی کے روایتی انداز میں وطن سے جدائی اور جبر کے ماحول کا بیان ہے۔

نظم کا لہجہ مزاحمتی اور انقلابی ہے مگر مایوس نہیں؛ شاعر ظلم کا شکوہ کرتا ہے، اپنی اور اپنے ساتھیوں کی قربانیوں کا ذکر کرتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ ظلم کی رات عارضی ہے اور وفا کرنے والے ہی آخرکار کامیاب ہوں گے۔ فیض نے عشقیہ شاعری کی علامتیں (فراق، رقیب، محبوب کی مانگ اور رخ) سیاسی و سماجی معنی میں استعمال کی ہیں۔

بند وار تشریح

پہلا بند: وطن کی گلیوں میں جبر کی رسم

شاعر کہتا ہے: اے وطن! میں تیری گلیوں پر قربان جاؤں، مگر یہاں یہ رسم چل نکلی ہے کہ کوئی سر اٹھا کر نہ چلے۔ جو کوئی وطن سے محبت کرنے والا اس کے طواف (زیارت) کو نکلے، اسے نظریں جھکا کر اور جان و جسم بچا کر چلنا پڑتا ہے؛ یعنی آزادی سے بات کرنا اور عزت سے جینا جرم بن گیا ہے۔

دوسرا بند: اہلِ دل کے لیے الٹا نظام

اہلِ دل (حساس اور سچے لوگوں) کے لیے اب ایسا انتظام رائج ہے کہ پتھر اور اینٹیں تو قید ہیں مگر کتے آزاد ہیں۔ یعنی بے گناہ اور مظلوم لوگ قید میں ہیں اور ظالم اور شریر کھلے پھرتے ہیں۔ یہ خیال شیخ سعدی کے ایک قول سے لیا گیا ہے۔

تیسرا بند: ظالم کے بہانے اور انصاف کا فقدان

ظلم کے بہانہ ڈھونڈنے والے ہاتھ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ چند دیوانے (اہلِ جنوں) وطن کا نام لیتے ہیں؛ یعنی وطن سے محبت ہی ان کا جرم بن گئی۔ ہوس پرست لوگ خود ہی مدعی بھی بن گئے ہیں اور منصف بھی؛ ایسے میں کس کو وکیل بنایا جائے اور کس سے انصاف مانگا جائے؟

چوتھا بند: قید میں صبح و شام

پھر بھی وطن سے جدا قیدی تیرے فراق میں یوں صبح و شام گزارتے ہیں کہ جب قید خانے کے روشن دان کی روشنی بجھتی ہے تو دل سمجھتا ہے کہ تیری مانگ ستاروں سے بھر گئی ہوگی، اور جب زنجیریں چمکتی ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اب تیرے چہرے پر سحر بکھر گئی ہوگی۔ یعنی قید میں بھی وہ وطن کے تصور میں جیتے ہیں اور اندھیرے میں بھی روشنی کا تصور کرتے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

پانچواں بند: تصور میں جینا

غرض قیدی شام و سحر کا صرف تصور کرتے ہیں، کیونکہ وہ دیوار اور دروازے کے سائے میں قید ہیں؛ کھلی فضا ان کے نصیب میں نہیں، مگر ان کا تصور آزاد ہے۔

چھٹا بند: ظلم اور مزاحمت کی پرانی کہانی

دنیا ہمیشہ سے ظلم سے یوں ہی الجھتی رہی ہے؛ نہ ظالموں کا طریقہ نیا ہے نہ ہمارا مزاحمت کا انداز۔ ہم نے ہمیشہ آگ میں بھی پھول کھلائے ہیں، یعنی مصیبتوں میں بھی امید اور حسن پیدا کیا ہے؛ نہ ان کی ہار نئی ہے نہ ہماری جیت۔

ساتواں بند: شکوہ نہیں، یقین

اسی لیے ہم آسمان (تقدیر) سے شکوہ نہیں کرتے اور تیری جدائی میں دل برا نہیں کرتے۔ اگر آج ہم تجھ سے جدا ہیں تو کل ضرور ملیں گے؛ یہ ایک رات کی جدائی کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر آج دشمن (ظالم) کا ستارہ عروج پر ہے تو کیا ہوا، یہ چار دن کی خدائی ہے جو جلد ختم ہو جائے گی۔

آخری شعر: وفا ہی علاج ہے

جو لوگ تجھ سے وفا کا عہد مضبوطی سے قائم رکھتے ہیں، وہی زمانے کی گردش (لیل و نہار کے انقلابات) کا علاج اپنے پاس رکھتے ہیں؛ یعنی ثابت قدمی اور وفا ہی حالات کو بدل سکتی ہے۔

مرکزی خیال

نظم "نثار میں تری گلیوں کے" کا مرکزی خیال وطن سے والہانہ محبت، ظلم و جبر کے خلاف احتجاج اور مشکل حالات میں بھی امید کا دامن نہ چھوڑنا ہے۔ شاعر بتاتا ہے کہ جہاں سچ بولنے والے قید ہوں اور ظالم آزاد، جہاں ظالم ہی مدعی اور منصف ہوں، وہاں بھی وطن کے عاشق قید میں وطن کے تصور سے حوصلہ پاتے ہیں۔ ظلم اور مزاحمت کی کشمکش ہمیشہ سے جاری ہے؛ ظالم کا اقتدار چار دن کی خدائی ہے، اور وفا اور ثابت قدمی ہی آخرکار کامیاب ہوتی ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

نثار

قربان۔

طواف

کسی مقدس جگہ کے گرد چکر لگانا؛ یہاں عقیدت سے زیارت۔

اہلِ دل

حساس، دردمند لوگ۔

نظمِ بست و کشاد

باندھنے اور کھولنے کا انتظام؛ یعنی حکومت کا نظام۔

سنگ و خشت

پتھر اور اینٹ۔

مقید

قید۔

سگ

کتا۔

دستِ بہانہ جو

بہانہ ڈھونڈنے والا ہاتھ۔

اہلِ جنوں

دیوانے، عشق میں سرشار لوگ۔

اہلِ ہوس

لالچی، ہوس پرست لوگ۔

مدعی

دعویٰ کرنے والا، فریاد کرنے والا۔

منصف

انصاف کرنے والا، جج۔

فراق

جدائی۔

روزنِ زنداں

قید خانے کا روشن دان۔

سلاسل

زنجیریں (سلسلہ کی جمع)۔

گرفتِ سایۂ دیوار و در

دیوار اور دروازے کے سائے کی گرفت؛ قید۔

طالعِ رقیب

رقیب (دشمن) کی قسمت کا ستارہ۔

گردشِ لیل و نہار

رات اور دن کا چکر؛ زمانے کے انقلابات۔

استوار

مضبوط، پختہ۔

خاکہ

نظم کے فکری مراحل: یہ خاکہ فیض احمد فیض کی نظم "نثار میں تری گلیوں کے' کے فکری مراحل کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

نظم کے فکری مراحل



مختصر سوالات و جوابات

شاعر کے نزدیک وطن کی گلیوں میں کیا رسم چل نکلی ہے؟

یہ رسم کہ کوئی سر اٹھا کر نہ چلے، یعنی کوئی آزادی اور عزت سے بات نہ کر سکے۔

اہلِ دل کے لیے کون سا نظام رائج ہو چکا ہے؟

ایسا نظام جس میں سنگ و خشت (بے گناہ) قید ہیں اور سگ (ظالم) آزاد ہیں۔

اہلِ ہوس کیا بن گئے ہیں؟

مدعی بھی اور منصف بھی۔

روزنِ زنداں کے بجھنے پر شاعر نے کیا ردِ عمل دیا؟

دل نے سمجھا کہ اب (رات ہو گئی ہے اور) وطن کی مانگ ستاروں سے بھر گئی ہوگی۔

freebooks.pk

'طالعِ رقیب' سے کیا مراد ہے اور شاعر نے اس کے بارے میں کیا کہا ہے؟

دشمن (ظالم) کی قسمت کا عروج؛ شاعر کہتا ہے کہ اگر آج اس کا ستارہ بلند ہے تو کیا ہوا، یہ چار دن کی خدائی ہے۔

وطن کے چاہنے والے طواف کو کیسے نکلتے ہیں؟

نظر چرا کر اور جسم و جان بچا کر۔

ظلم کے دستِ بہانہ جو کے لیے کیا بات کافی ہے؟

یہ کہ چند اہلِ جنوں وطن کا نام لیتے ہیں۔

زنجیریں چمکنے پر شاعر کیا سمجھتا ہے؟

کہ اب وطن کے رخ پر سحر بکھر گئی ہوگی۔

شاعر فلک کا گلہ کیوں نہیں کرتا؟

کیونکہ ظلم اور مزاحمت کی کشمکش ہمیشہ سے جاری ہے اور اسے یقین ہے کہ جدائی عارضی ہے۔

'آگ میں پھول کھلانا' سے کیا مراد ہے؟

مصیبتوں اور سختیوں میں بھی امید، حسن اور حوصلہ پیدا کرنا۔

یہ نظم فیض کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

دستِ صبا۔

فیض کا کلام ان کی وفات کے بعد کس نام سے یکجا شائع ہوا؟

نسخہ ہائے وفا۔

تفصیلی سوالات و جوابات

درج ذیل بند کی تشریح کریں: 'بہت ہے ظلم کے دستِ بہانہ جو کے لیے... کس سے منصفی چاہیں'

حوالہ

یہ بند فیض احمد فیض کی نظم "نثار میں تری گلیوں کے' سے ہے جو مجموعہ 'دستِ صبا' میں شامل ہے۔

پہلے دو مصرعوں کی تشریح

ظالم کو ظلم کرنے کے لیے کسی بڑے جرم کی ضرورت نہیں؛ اس کے بہانہ جو ہاتھ کے لیے اتنا کافی ہے کہ چند دیوانے وطن کا نام لیتے ہیں۔ یعنی وطن سے محبت اور حق بات کہنا ہی جرم بنا دیا گیا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

آخری دو مصرعوں کی تشریح

ہوس پرست اقتدار والے خود ہی مدعی بن کر الزام لگاتے ہیں اور خود ہی منصف بن کر فیصلہ سناتے ہیں۔ جب الزام لگانے والا اور فیصلہ کرنے والا ایک ہو تو مظلوم کس کو اپنا وکیل بنائے اور کس سے انصاف مانگے؟ یہ ناانصافی کے نظام پر گہرا طنز ہے۔

فنی خوبیاں اور ملتا جلتا خیال

'دستِ بہانہ جو' اور 'اہلِ جنوں' و 'اہلِ ہوس' میں تضاد خوب صورت ہے۔یہی خیال اردو کے اس مشہور مضمون سے ملتا ہے کہ جب قاتل ہی منصف ہو تو انصاف کی امید فضول ہے؛ فیض نے اسے سیاسی جبر کے پس منظر میں نئی معنویت دی ہے۔

نظم 'نثار میں تری گلیوں کے' کا خلاصہ تحریر کریں۔

جبر کا ماحول

شاعر وطن پر قربان ہونے کا اعلان کرتا ہے مگر شکوہ کرتا ہے کہ یہاں سر اٹھا کر چلنا منع ہے، بے گناہ قید ہیں اور ظالم آزاد ہیں۔

ناانصافی

وطن کا نام لینا جرم ہے، اور ہوس پرست خود ہی مدعی اور منصف ہیں؛ انصاف کی کوئی امید نہیں۔

قید میں امید

قیدی قید خانے میں بھی وطن کے تصور میں جیتے ہیں؛ اندھیرے اور زنجیروں میں بھی ستاروں اور سحر کا خیال کرتے ہیں۔

یقین اور وفا

ظلم اور مزاحمت کی جنگ ہمیشہ سے ہے؛ ہم نے آگ میں پھول کھلائے ہیں۔ جدائی ایک رات کی ہے، ظالم کی خدائی چار دن کی ہے، اور وفا کا عہد نبھانے والے ہی زمانے کا رخ بدلتے ہیں۔

فیض کے اشعار کی روشنی میں 'معاشرے سے غربت اور معاشی عدم مساوات کا خاتمہ' کے موضوع پر تقریر تیار کریں۔

تمہید

صدرِ محترم! فیض احمد فیض حسن و عشق کے ساتھ احتجاج اور مزاحمت کے شاعر ہیں، جنھوں نے علامتی انداز میں مجبور اور محروم طبقے کی آواز بلند کی۔ آج میرا موضوع غربت اور معاشی ناہمواری کا خاتمہ ہے۔

Free notes: freebooks.pk

مسئلہ

ہمارے معاشرے میں ایک طرف دولت کی ریل پیل ہے اور دوسری طرف لاکھوں لوگ بنیادی ضرورتوں سے محروم ہیں۔ فیض کے الفاظ میں جب 'اہلِ ہوس' ہی منصف بن جائیں تو غریب کی فریاد کون سنے؟

حل

تعلیم اور ہنر سب کے لیے، روزگار کے مواقع، منصفانہ ٹیکس نظام، زکوٰۃ اور عُشر کا درست استعمال، اور قانون کی سب پر یکساں حکمرانی غربت کم کرنے کے راستے ہیں۔

اختتام

فیض ہمیں سکھاتے ہیں کہ ظلم کی رات ہمیشہ نہیں رہتی؛ اگر ہم مل کر جدوجہد کریں تو 'آگ میں پھول' کھلا سکتے ہیں اور ایک منصفانہ معاشرہ بنا سکتے ہیں۔

برصغیر میں آزادی و حریت کے نمایاں کرداروں کی روشنی میں آزادی کی عظمت و اہمیت پر مضمون تیار کریں۔ (نکات)

آزادی کی اہمیت

آزادی انسان کا بنیادی حق ہے؛ آزاد قوم ہی اپنے دین، تہذیب اور مستقبل کے فیصلے خود کر سکتی ہے۔

حریت کے کردار

ٹیپو سلطان کی بہادری، سید احمد شہیدؒ کی جدوجہد، 1857ء کے مجاہدین، سرسید کی تعلیمی تحریک، مولانا محمد علی جوہر کی تحریکِ خلافت، علامہ اقبال کا تصور اور قائدِ اعظم کی قیادت آزادی کی داستان کے روشن باب ہیں۔

قربانیاں

آزادی کے لیے لاکھوں لوگوں نے جان، مال اور گھر بار قربان کیے؛ فیض جیسے شاعروں نے قید کاٹ کر بھی حق کی آواز بلند رکھی۔

ہماری ذمہ داری

آزادی کی حفاظت اتحاد، انصاف، تعلیم اور محنت سے ہوتی ہے؛ ہمیں اپنے اسلاف کی قربانیوں کا حق ادا کرنا ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

وطن میں سر نہ اٹھا کر چلنے کی چلی ہے: (الف) ہوا (ب) لہر (ج) رسم (د) ادا

درست جواب: (ج) رسم۔ چلی ہے رسم کہ کوئی سر اٹھا کے نہ چلے۔

Free notes: freebooks.pk

وطن کے چاہنے والے طواف کو نکلتے ہیں تو چرا کر چلتے ہیں: (الف) دل (ب) نظر (ج) آنکھ (د) پہلو

درست جواب: (ب) نظر۔ نظر چرا کے چلے۔

سنگ و خشت مقید ہیں اور آزاد ہیں: (الف) بھیڑیے (ب) بیل (ج) سگ (د) اونٹ

درست جواب: (ج) سگ۔ سگ آزاد ہیں۔

گزارنے والوں کے گزرتے ہیں: (الف) قافلے (ب) ایام (ج) مہینے (د) دن

درست جواب: (د) دن۔ گزارنے والوں کے دن گزرتے ہیں۔

فیض احمد فیض کی یہ نظم شامل ہے: (الف) دستِ تہِ سنگ (ب) دستِ صبا (ج) سرِ وادیٔ سینا (د) نقشِ فریادی

درست جواب: (ب) دستِ صبا۔ درسی کتاب میں ماخذ دستِ صبا۔

اہلِ ہوس بن گئے ہیں: (الف) وکیل اور گواہ (ب) مدعی اور منصف (ج) قاضی اور مفتی (د) حاکم اور محکوم

درست جواب: (ب) مدعی اور منصف۔ مدعی بھی منصف بھی۔

شاعر ظالم کے اقتدار کو کہتا ہے: (الف) ہمیشہ کی بادشاہی (ب) چار دن کی خدائی (ج) ایک رات کی جدائی (د) قسمت کا لکھا

درست جواب: (ب) چار دن کی خدائی۔ چار دن کی خدائی۔

فیض کا پہلا شعری مجموعہ تھا: (الف) دستِ صبا (ب) نقشِ فریادی (ج) زنداں نامہ (د) شامِ شہرِیاراں

درست جواب: (ب) نقشِ فریادی۔ نقشِ فریادی۔

فیض احمد فیض کہاں پیدا ہوئے؟ (الف) لاہور (ب) کالا قادر، سیالکوٹ (ج) امرتسر (د) جالندھر

درست جواب: (ب) کالا قادر، سیالکوٹ۔ درسی کتاب کے مطابق۔

فیض بیروت سے شائع ہونے والے کس مجلے کے مدیر رہے؟ (الف) امروز (ب) لوٹس (ج) لیل و نہار (د) ادبِ لطیف

درست جواب: (ب) لوٹس۔ افرو ایشیائی مجلہ لوٹس۔

'سنگ و خشت مقید اور سگ آزاد' کا خیال کس سے ماخوذ ہے؟ (الف) حافظ (ب) شیخ سعدی (ج) رومی (د) غالب

درست جواب: (ب) شیخ سعدی۔ درسی کتاب کے حاشیے کے مطابق شیخ سعدی۔

'ظلم' کی جمع ہے: (الف) ظلمات (ب) مظالم (ج) ظالمین (د) ظلوم

درست جواب: (ب) مظالم۔ ظلم کی جمع مظالم۔

Free notes: freebooks.pk

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: فیض احمد فیض (1911ء–1984ء)، کالا قادر (سیالکوٹ)؛ گورنمنٹ کالج لاہور؛ ادبِ لطیف، امروز، پاکستان ٹائمز، لیل و نہار، لوٹس (بیروت)؛ اہلیہ ایلس جارج۔
- تصانیف: نقشِ فریادی، دستِ صبا، دستِ تہِ سنگ، زنداں نامہ، سرِ وادیٔ سینا، شامِ شہرِیاراں، مرے دل مرے مسافر، غبارِ ایام؛ کلیات: نسخہ ہائے وفا۔
- نظم: دستِ صبا؛ رسم (سر نہ اٹھانا)، نظر چرانا، سنگ و خشت مقید سگ آزاد (سعدی)، مدعی و منصف، روزنِ زنداں، سلاسل، آگ میں پھول، طالعِ رقیب، چار دن کی خدائی، عہدِ وفا۔
- MCQs: رسم، نظر، سگ، دن، دستِ صبا۔
- جمع: رسوم، اجسام، مظالم، مدعیان، وکلا، تصورات، خلائق، اسباب، افلاک۔

امتحانی نکات

- تشریح میں علامتوں کا سیاسی مفہوم ضرور واضح کریں (سگ = ظالم، سنگ و خشت = بے گناہ، رقیب = جابر)۔
- نظم کو مایوسی کی نہیں بلکہ امید اور مزاحمت کی نظم کے طور پر پیش کریں۔
- MCQs کے پانچ جواب (رسم، نظر، سگ، دن، دستِ صبا) یاد رکھیں۔
- عربی جمعیں (مظالم، وکلا، خلائق، اسباب، افلاک) الگ سے یاد کریں۔
- فیض کی تصانیف کی فہرست اور 'نسخہ ہائے وفا' اکثر پوچھی جاتی ہے۔

حقائق کی وضاحت

درسی کتاب کے تعارف میں فیض کا سنِ وفات 1985ء چھپا ہے، جبکہ فیض احمد فیض کا انتقال 20 نومبر 1984ء کو لاہور میں ہوا؛ یہاں درست سن 1984ء درج کیا گیا ہے۔ امتحان میں درسی کتاب کے مطابق جواب کے لیے اپنے استاد سے رہنمائی لیں۔ باقی سوانحی معلومات درسی کتاب کے مطابق ہیں۔

یہ نظم مجموعہ 'دستِ صبا' میں شامل ہے جو فیض کی قید (1951ء–1955ء) کے دنوں کی شاعری پر مشتمل ہے؛ اسی لیے نظم میں زنداں، سلاسل اور روزن کی علامتیں آئی ہیں۔

یہاں اشعار کا متن نقل کرنے کے بجائے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے؛ اصل نظم کے لیے درسی کتاب دیکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 16: نئی نسل کا نوحہ

Urdu Class 12 Lesson 16: Nai Nasl ka Nauha (Amjad Islam Amjad)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے سولہویں سبق 'نئی نسل کا نوحہ' پر مبنی ہیں، جو امجد اسلام امجد کے مجموعے 'برزخ' کی آزاد نظم ہے۔ اس نظم میں نئی نسل کا ایک فرد سوچتا ہے کہ اسے جو عقیدے، قدریں اور ہنر سکھائے گئے تھے وہ بدلتی دنیا میں کام نہیں آ رہے؛ وہ پرانی قدروں اور نئے تقاضوں کے بیچ الجھا ہوا ہے، جیسے کوئی ایسے بازار میں کھڑا ہو جہاں کرنسی بدل چکی ہو۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، نظم کا تعارف، آسان حصہ وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، آزاد نظم کی تعریف، خالی جگہوں کے جواب، اقبال کے شعر کی روشنی میں تجزیہ، ایک پرانے سکے کی آپ بیتی (نمونہ)، اور امتحان کے لیے سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- نظم کے معانی و مفاہیم کا ادراک حاصل کرنا۔
- نسلِ نو کے رویوں اور معاشرتی تبدیلیوں کا تنقیدی جائزہ لینا۔
- نظم کے شعری و ادبی محاسن سے روشناس ہونا۔
- آزاد نظم کی صنف اور اس کی خصوصیات کو سمجھنا۔

شاعر کا تعارف

امجد اسلام امجد (1944ء–2023ء) لاہور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان مسلم ماڈل ہائی سکول لاہور سے پاس کیا۔ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور سے بی اے اور اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے اردو امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔ وہ پنجاب یونیورسٹی لٹریری سوسائٹی کے چیئرمین اور جامعہ کے ادبی مجلے 'محور' کے مدیر بھی رہے۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھوں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز گورنمنٹ ایم اے او کالج لاہور سے کیا۔ چلڈرن لائبریری کمپلیکس لاہور اور اردو سائنس بورڈ لاہور سے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے وابستہ رہے، اور بعد ازاں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور (کالعدم) کے شعبۂ نصاب کے ڈائریکٹر بھی رہے۔

امجد اسلام امجد ایک صاحبِ اسلوب ادیب تھے۔ انھوں نے ڈراما نگاری، تنقید اور سفرنامہ نگاری سمیت مختلف اصنافِ ادب میں طبع آزمائی کی، تاہم ان کی بنیادی شناخت ایک صاحبِ اسلوب شاعر کی ہے۔ ان کی شاعری میں کلاسیکی روایت اور جدید رجحانات کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے؛ انھوں نے غزل اور نظم دونوں اصناف میں کامیابی سے طبع آزمائی کی۔

ان کی اہم شعری تصانیف میں 'برزخ'، 'ساتواں در'، 'فشار'، 'ذرا پھر سے کہنا'، 'محبت ایسا دریا ہے'، 'بارش کی آواز'، 'شام سرائے' اور 'اتنے خواب کہاں رکھوں گا' وغیرہ شامل ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے انھیں تمغۂ حسنِ کارکردگی اور ستارۂ امتیاز سے نوازا۔

آزاد نظم اور مشق کے جوابات

آزاد نظم

نظم کی ایک جدید قسم جو انگریزی ادب سے اردو میں آئی۔ اس میں کسی خاص بحر کی پابندی تو کی جاتی ہے، لیکن قافیہ و ردیف اور ارکان کی برابری کی پابندی نہیں ہوتی؛ مصرعوں کے ارکان کم یا زیادہ، یعنی مصرعے چھوٹے بڑے ہو سکتے ہیں۔ اس کے ذریعے شاعر آسانی سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔

آزاد نظم کے اہم شعرا

اردو میں ن م راشد، میرا جی اور مجید امجد آزاد نظم کے اہم شاعر ہیں؛ امجد اسلام امجد کی یہ نظم بھی آزاد نظم ہے۔

مشق 1: خالی جگہیں

(الف) لکھا ہے جو کچھ، پڑھا ہے جو کچھ۔ (ب) مجھے عقیدوں کے خواب دے کر کہا گیا، ان میں روشنی ہے۔ (ج) چمکتی قدروں کی چھب دکھا کر مجھے بتایا یہ زندگی ہے۔ (د) میں کہنہ آنکھوں کی دسترس میں نئے مناظر کہاں سے لاؤں۔ (ہ) کہاں پہ جنسِ کمال رکھوں، خیالِ تازہ کہاں سجاؤں۔

نوحہ

مرنے والے پر غم کا اظہار؛ یہاں نئی نسل کے کھوئے ہوئے یقین اور بے بسی پر دکھ کا اظہار مراد ہے۔

نظم کا تعارف

'نئی نسل کا نوحہ' امجد اسلام امجد کے مجموعے 'برزخ' کی آزاد نظم ہے۔ 'برزخ' کا مطلب ہے دو حالتوں کے درمیان کی جگہ؛ یہ نظم بھی نئی نسل کی اسی درمیانی کیفیت کو بیان کرتی ہے جو پرانی قدروں اور نئے زمانے کے درمیان معلق ہے۔

نظم واحد متکلم (میں) کے انداز میں ہے۔ بولنے والا نئی نسل کا نمائندہ ہے جو شکوہ کرتا ہے کہ اسے جو کچھ پڑھایا اور سکھایا گیا وہ عملی زندگی میں بے قیمت ہو گیا۔ کرنسی بدلے ہوئے بازار کی آخری علامت نظم کی جان ہے۔ لہجہ سنجیدہ، فکری اور

Free notes: freebooks.pk

دکھ بھرا ہے۔

حصہ وار تشریح

پہلا حصہ: پڑھائی کا مقصد کیا تھا؟

بولنے والا سوچتا ہے کہ جو کچھ اس نے لکھا اور پڑھا وہ آخر کس لیے تھا؟ وہ یہ سوال کس سے پوچھے اور اپنی الجھن کسے بتائے؟ یعنی تعلیم اور علم کا اس کی عملی زندگی سے کوئی ربط نظر نہیں آتا۔

دوسرا حصہ: عقیدوں کے خواب اور قدروں کی چمک

اسے عقیدوں کے خواب دیے گئے اور کہا گیا کہ ان میں روشنی ہے؛ چمکتی ہوئی قدروں کی جھلک دکھا کر بتایا گیا کہ یہی زندگی ہے، اور اسے کئی ہنر سکھائے گئے۔ یعنی بڑوں نے اسے ایک مثالی دنیا کا تصور دیا۔

تیسرا حصہ: پرانی آنکھیں، نئے مناظر

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے تجربات ان سکھانے والوں کو سنائے تو وہ یقین نہیں کریں گے۔ وہ پرانی (کہنہ) آنکھوں کی پہنچ میں نئے مناظر کہاں سے لائے؟ اپنے ہنر کی دولت کہاں رکھے اور تازہ خیالات کہاں سجائے؟ اس کے پاؤں تلے زمین نہیں، تو ستاروں کی طرف کیسے جائے؟

چوتھا حصہ: پرانی قدریں یا نئے عقیدے؟

وہ کشمکش میں ہے کہ جو پرانی قدریں محترم ہیں انھیں سنبھالے رکھے یا آنے والے نئے عقیدوں کا راز پائے؟ وہ دونوں کے درمیان معلق ہے۔

پانچواں حصہ: بدلی ہوئی کرنسی کا بازار

وہ سب عقیدے، قدریں اور خیالات جو اسے سکوں کی طرح بخشے گئے تھے اور جن کی قدر اس کے حواسِ خمسہ کے مطابق معتبر تھی، جب وہ انھیں رہبر بنا کر زندگی کے بازار میں نکلا تو دیکھا کہ اس کے ہاتھ خالی ہیں؛ وہ ایسے بازار میں کھڑا ہے جہاں کرنسی بدل چکی ہے۔ یعنی پرانے سکے اب نہیں چلتے اور وہ بے بس ہے۔

مرکزی خیال

نظم 'نئی نسل کا نوحہ' کا مرکزی خیال نسلوں کے درمیان فکری خلیج اور بدلتے زمانے میں نئی نسل کی بے یقینی ہے۔ پرانی نسل نے نئی نسل کو جو عقیدے، قدریں اور ہنر دیے، وہ تیزی سے بدلتی دنیا میں بے قیمت محسوس ہوتے ہیں، جیسے بدلی ہوئی کرنسی والے بازار میں پرانے سکے۔ نوجوان نہ پرانی قدروں کو چھوڑ سکتا ہے نہ نئے تقاضوں کو پوری طرح سمجھ پاتا

Free notes: freebooks.pk

ہے۔ شاعر اس کشمکش کو دکھ سے بیان کر کے یہ سوچنے پر آمادہ کرتا ہے کہ تعلیم اور تربیت کو زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔

اہم الفاظ کے معنی

نوحہ

مرنے والے یا کسی نقصان پر غم کا اظہار، ماتم۔

عقیدہ

پختہ یقین، ایمان۔

قدریں

اخلاقی اصول اور معیار (قدر کی جمع)۔

چھب

جھلک، خوب صورتی۔

کمال

ہنر، مہارت۔

کہنہ

پرانا۔

دسترس

پہنچ۔

مناظر

منظر کی جمع، نظارے۔

جنسِ کمال

ہنر کا سامان، ہنر کی دولت۔

خیالِ تازہ

نیا خیال۔

محترم

قابلِ احترام۔

بھید

راز۔

حواسِ خمسہ

پانچ حواس: دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا، چھونا۔

معتبر

قابلِ اعتبار۔

رہبر

رہنما۔

کرنسی

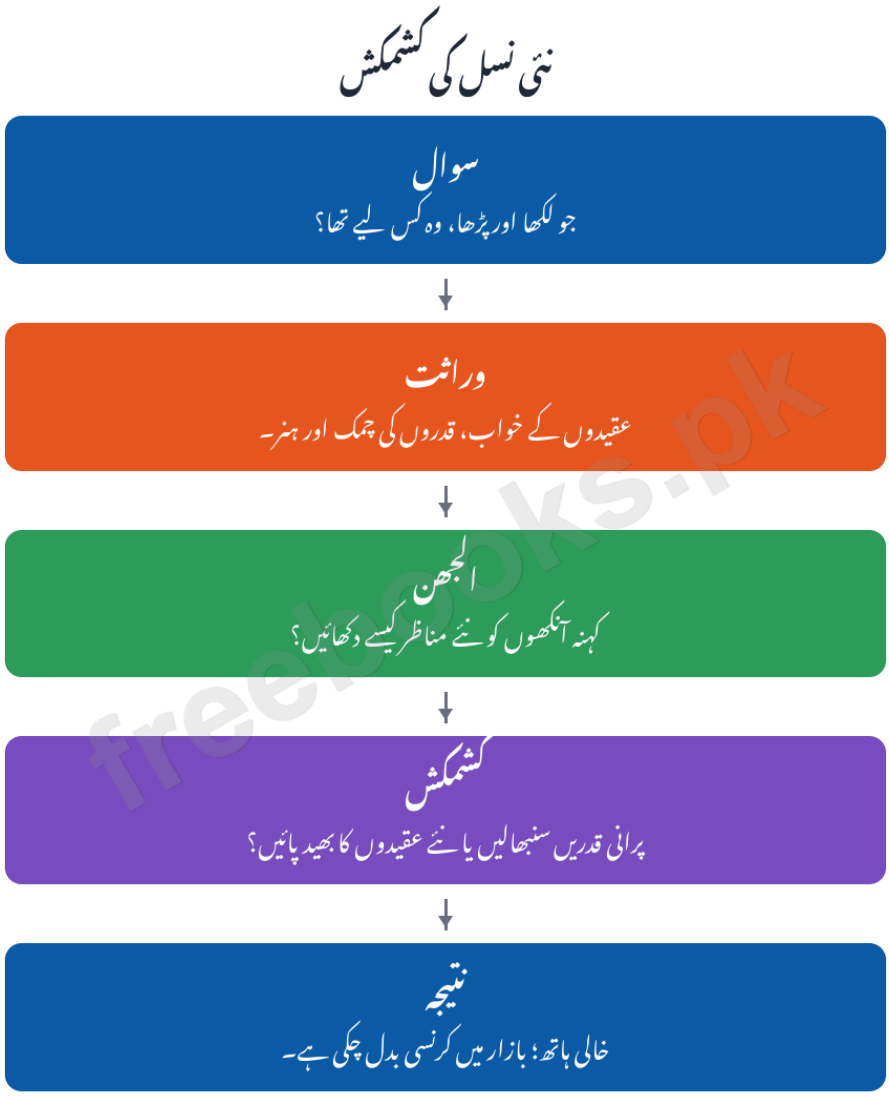
رائج سکہ، زر۔

برزخ

دو حالتوں کے درمیان کی جگہ۔

خاکہ

نئی نسل کی کشمکش: یہ خاکہ نظم 'نئی نسل کا نوحہ' میں نئی نسل کی فکری کشمکش کے مراحل کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔



freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

نظم میں بولنے والا کیا سوچتا ہے؟

کہ جو کچھ اس نے لکھا اور پڑھا وہ کس لیے تھا اور یہ سوال وہ کس سے پوچھے۔

نئی نسل کو کیا دے کر کہا گیا کہ ان میں روشنی ہے؟

عقیدوں کے خواب۔

چمکتی قدروں کی چھب دکھا کر کیا بتایا گیا؟

کہ یہی زندگی ہے۔

شاعر ستاروں کی طرف کیوں نہیں جا سکتا؟

کیونکہ اس کے پاؤں تلے زمین ہی نہیں، یعنی اس کی بنیاد مضبوط نہیں۔

نئی نسل کس کشمکش کا شکار ہے؟
پرانی محترم قدروں کو سنبھالنے اور نئے عقیدوں کا بھید پانے کی کشمکش۔

بازار میں جا کر شاعر نے کیا دیکھا؟
کہ اس کے ہاتھ خالی ہیں، کیونکہ بازار میں کرنسی بدل چکی ہے۔

'کرنسی بدل چکی ہے' سے کیا مراد ہے؟
پرانی قدریں اور ہنر نئے زمانے میں بے قیمت ہو گئے ہیں اور اب نئے معیار رائج ہیں۔

آزاد نظم کسے کہتے ہیں؟
ایسی نظم جس میں بحر کی پابندی ہو مگر قافیہ ردیف اور ارکان کی برابری کی پابندی نہ ہو؛ مصرعے چھوٹے بڑے ہوں۔

اردو میں آزاد نظم کے تین اہم شاعروں کے نام لکھیں۔
ن م راشد، میراجی اور مجید امجد۔

یہ نظم امجد اسلام امجد کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟
برزخ۔

امجد اسلام امجد کو کون سے سرکاری اعزازات ملے؟
تمغۂ حسنِ کارکردگی اور ستارۂ امتیاز۔

'حواسِ خمسہ' سے کیا مراد ہے؟
انسان کے پانچ حواس: دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا اور چھونا۔

تفصیلی سوالات و جوابات

زیرِ نظر نظم کے اہم نکات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خلاصہ تحریر کریں اور بتائیں کہ نئی نسل کس کشمکش کا شکار ہے۔

سوال اور الجھن

نظم کا بولنے والا نئی نسل کا نوجوان ہے جو سوچتا ہے کہ اس کی پڑھائی لکھائی کا مقصد کیا تھا؛ اسے کوئی جواب دینے والا نظر نہیں آتا۔

پرانی نسل کی وراثت

بڑوں نے اسے عقیدوں کے روشن خواب، قدروں کی چمک اور کئی ہنر دیے اور کہا کہ یہی زندگی ہے۔

Free notes: freebooks.pk

کشمکش

اب وہ نئے تجربات پرانی نسل کو سمجھا نہیں سکتا؛ وہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ پرانی قدروں کو سنبھالے یا نئے عقیدوں کا راز پائے۔ یہی اس کی بنیادی کشمکش ہے: روایت اور جدیدیت کے درمیان معلق ہونا۔

انجام

جب وہ انھی قدروں کو رہنما بنا کر زندگی میں نکلا تو خود کو خالی ہاتھ پایا، جیسے کسی ایسے بازار میں کھڑا ہو جہاں کرنسی بدل چکی ہو۔

علامہ اقبال کے شعر 'آئینِ نو سے ڈرنا... ' کی روشنی میں نظم 'نئی نسل کا نوحہ' کا تجزیہ کریں۔

اقبال کے شعر کا مفہوم

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ نئے طریقوں سے ڈرنا اور پرانے طرز پر اڑے رہنا قوموں کی زندگی کا سب سے کٹھن مرحلہ ہوتا ہے؛ یعنی جو قومیں تبدیلی کو قبول نہیں کرتیں وہ پیچھے رہ جاتی ہیں۔

نظم سے مماثلت

امجد اسلام امجد کی نظم میں بھی یہی کٹھن مرحلہ دکھایا گیا ہے: نئی نسل کو پرانی قدریں تو ملیں مگر نئے زمانے کے تقاضوں کے مطابق تیاری نہ ملی، اس لیے وہ بازار میں خالی ہاتھ ہے۔

فرق

اقبال کا لہجہ رہنمائی اور تحریک کا ہے، جبکہ امجد کا لہجہ دکھ اور نوحے کا ہے؛ امجد مسئلے کی تصویر کھینچتے ہیں اور اقبال اس کا حل بتاتے ہیں کہ نئے آئین سے ڈرنا نہیں چاہیے۔

نتیجہ

دونوں کا پیغام یہ ہے کہ قدروں کی روح کو محفوظ رکھتے ہوئے زمانے کے تقاضوں کو اپنانا ضروری ہے، ورنہ نسلیں بے یقینی کا شکار ہو جاتی ہیں۔

ایک پرانے سکے کی آپ بیتی تحریر کریں۔ (نمونہ)

میرا جنم

میں ایک پرانا سکہ ہوں۔ برسوں پہلے ٹکسال میں ڈھالا گیا تو میری چمک دیکھ کر سب خوش ہوتے تھے۔ بازار میں میری بڑی قدر تھی؛ میرے بدلے روٹی، دودھ اور بچوں کے کھلونے مل جاتے تھے۔

میرا سفر

میں نے سیکڑوں ہاتھ بدلے؛ کبھی کسی مزدور کی محنت کی کمائی بنا، کبھی کسی بچے کی عیدی اور کبھی کسی فقیر کی جھولی کی دعا۔

Free notes: freebooks.pk

میری بے قدری

پھر وقت بدلا، نئے سکے اور نوٹ آ گئے اور میرا رواج ختم ہو گیا۔ اب دکان دار مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیتا ہے؛ میں ایک صندوقچی میں پڑا رہتا ہوں۔

میرا پیغام

میری کہانی بتاتی ہے کہ ہر چیز کی قدر زمانے کے ساتھ بدلتی ہے؛ مگر جو سچائی اور محنت میری ذات میں چھپی تھی، اس کی قدر کبھی ختم نہیں ہوتی۔

'روایتی اقدار اور جدید طرزِ حیات' کے موضوع پر مضمون قلم بند کریں۔ (نکات)

تمہید

ہر معاشرہ اپنی روایات اور اقدار سے پہچانا جاتا ہے، مگر زمانہ ہر دور میں نئی ایجادات اور نئے طرزِ زندگی کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔

روایتی اقدار کی اہمیت

بڑوں کا احترام، خاندانی نظام، مہمان نوازی، دیانت اور دینی شعور ہماری تہذیب کی بنیاد ہیں۔

جدید طرزِ حیات کے فائدے اور نقصانات

ٹیکنالوجی، تعلیم اور سہولتوں نے زندگی آسان بنائی، مگر مصروفیت، مادہ پرستی اور تنہائی جیسے مسائل بھی پیدا کیے۔

توازن

بہترین راستہ یہ ہے کہ اپنی اچھی روایات کو قائم رکھتے ہوئے جدید علوم اور مفید ایجادات کو اپنایا جائے؛ نسلوں کے درمیان مکالمہ ہی 'نئی نسل کے نوحے' کا علاج ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

نئی نسل کو کس کے خواب دیے گئے؟ (الف) دولت کے (ب) عقیدوں کے (ج) شہرت کے (د) سفر کے

درست جواب: (ب) عقیدوں کے۔ عقیدوں کے خواب دے کر کہا گیا ان میں روشنی ہے۔

چمکتی قدروں کی چھب دکھا کر بتایا گیا کہ یہ ___ ہے: (الف) روشنی (ب) زندگی (ج) منزل (د) دولت

درست جواب: (ب) زندگی۔ یہ زندگی ہے۔

شاعر کہنہ آنکھوں کی دسترس میں کیا لانا چاہتا ہے؟ (الف) نئے مناظر (ب) نئے خواب (ج) نئے رنگ (د) نئی کتابیں

درست جواب: (الف) نئے مناظر۔ نئے مناظر کہاں سے لاؤں۔

Free notes: freebooks.pk

شاعر کس قسم کے بازار میں کھڑا ہے؟ (الف) جہاں قیمتیں بڑھ چکی ہیں (ب) جہاں کرنسی بدل چکی ہے (ج) جو بند ہو چکا ہے (د) جہاں کوئی خریدار نہیں

درست جواب: (ب) جہاں کرنسی بدل چکی ہے۔ جہاں کرنسی بدل چکی ہے۔

نظم 'نئی نسل کا نوحہ' کس مجموعے سے لی گئی ہے؟ (الف) ساتواں در (ب) برزخ (ج) فشار (د) شام سرائے

درست جواب: (ب) برزخ۔ درسی کتاب میں ماخذ برزخ۔

یہ نظم کس ہیئت میں ہے؟ (الف) پابند نظم (ب) آزاد نظم (ج) غزل (د) مثنوی

درست جواب: (ب) آزاد نظم۔ مصرعے چھوٹے بڑے ہیں۔

عقیدے اور قدریں کس طرح بخشے گئے تھے؟ (الف) تحفوں کی طرح (ب) سکوں کی طرح (ج) کتابوں کی طرح (د) خوابوں کی طرح

درست جواب: (ب) سکوں کی طرح۔ سکے بنا کے بخشے گئے تھے۔

آزاد نظم میں کس چیز کی پابندی ہوتی ہے؟ (الف) قافیہ (ب) ردیف (ج) بحر (د) ارکان کی برابری

درست جواب: (ج) بحر۔ صرف بحر کی پابندی ہوتی ہے۔

آزاد نظم کس ادب سے اردو میں آئی؟ (الف) فارسی (ب) عربی (ج) انگریزی (د) ہندی

درست جواب: (ج) انگریزی۔ انگریزی ادب سے۔

امجد اسلام امجد کس شہر میں پیدا ہوئے؟ (الف) کراچی (ب) لاہور (ج) سیالکوٹ (د) ملتان

درست جواب: (ب) لاہور۔ لاہور میں۔

امجد اسلام امجد جامعہ کے کس مجلے کے مدیر رہے؟ (الف) راوی (ب) محور (ج) فنون (د) اوراق

درست جواب: (ب) محور۔ پنجاب یونیورسٹی کا مجلہ محور۔

'کہنہ' کا مطلب ہے: (الف) نیا (ب) پرانا (ج) روشن (د) تاریک

درست جواب: (ب) پرانا۔ کہنہ یعنی پرانا۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: امجد اسلام امجد (1944ء–2023ء)، لاہور؛ اورینٹل کالج سے ایم اے اردو؛ مجلہ محور؛ ایم اے او کالج، چلڈرن لائبریری کمپلیکس، اردو سائنس بورڈ، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ؛ تمغۂ حسنِ کارکردگی، ستارۂ امتیاز۔
- تصانیف: برزخ، ساتواں در، فشار، ذرا پھر سے کہنا، محبت ایسا دریا ہے، بارش کی آواز، شام سرائے، اتنے خواب کہاں رکھوں گا۔

Free notes: freebooks.pk

- نظم: برزخ؛ آزاد نظم؛ عقیدوں کے خواب، قدروں کی چھب، کہنہ آنکھیں، نئے مناظر، جنسِ کمال، خیالِ تازہ، حواسِ خمسہ، کرنسی بدل چکی ہے۔
- خالی جگہیں: پڑھا، عقیدوں / روشنی، چھب / زندگی، کہنہ / مناظر، جنس / تازہ۔
- آزاد نظم: بحر کی پابندی، قافیہ ردیف اور ارکان کی برابری نہیں؛ شعرا: ن م راشد، میرا جی، مجید امجد۔

امتحانی نکات

- خالی جگہوں والے سوال کے لیے نظم کے پہلے حصے کے کلیدی الفاظ (پڑھا، عقیدوں، روشنی، چھب، زندگی، کہنہ، مناظر، جنس، تازہ) یاد کریں۔
- کشمکش والے سوال میں 'روایت بمقابلہ جدیدیت' کی اصطلاح استعمال کریں۔
- کرنسی بدلے ہوئے بازار کی علامت کو اچھی طرح سمجھائیں؛ یہی نظم کا مرکزی استعارہ ہے۔
- اقبال کے شعر والا سوال آئے تو شعر کا مفہوم پہلے لکھیں، پھر نظم سے مماثلت اور فرق بتائیں۔
- آزاد نظم کی تعریف کے ساتھ تین شاعروں کے نام ضرور لکھیں۔

حقائق کی وضاحت

امجد اسلام امجد کے سنِ پیدائش و وفات (1944ء–2023ء) اور سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

مشق کا سوال 7 (مجید امجد کی نظم 'آٹو گراف' تلاش کر کے اظہارِ خیال) ایک تحقیقی سرگرمی ہے؛ طلبہ یہ نظم خود پڑھ کر رائے لکھیں۔

یہاں نظم کا متن نقل کرنے کے بجائے اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے؛ اصل نظم کے لیے درسی کتاب دیکھیں۔

سمارٹ سلیبس 2027

PECTAA نے 14 نومبر 2026 کے نوٹیفکیشن (نمبر 1258) کے تحت یہ سبق 2027 کے بورڈ امتحان کے نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ 2027 کے پرچے میں اس سبق سے کوئی سوال نہیں آئے گا۔ یہ نوٹس عام مطالعے اور دوسرے سالوں کے طلبہ کے لیے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 17: میں روزے سے ہوں

Urdu Class 12 Lesson 17: Main Roze se Hoon (Syed Zameer Jafri)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے سترہویں سبق 'میں روزے سے ہوں' پر مبنی ہیں، جو سید ضمیر جعفری کے مجموعے 'مافی الضمیر' کی مزاحیہ نظم ہے۔ اس نظم میں شاعر ہلکے پھلکے انداز میں ایسے روزے دار کا خاکہ اڑاتا ہے جو روزے کو بہانہ بنا کر چڑچڑا ہو جاتا ہے، دفتر کا کام ٹال دیتا ہے، گھر والوں پر رعب جماتا ہے اور اپنے روزے کو لوگوں پر احسان سمجھتا ہے۔ مزاح کے پیچھے یہ سنجیدہ پیغام ہے کہ روزے کا اصل مقصد صبر، برداشت اور حسنِ اخلاق ہے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، نظم کا تعارف، آسان شعر وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، طنز و مزاح کے پہلو، تذکیر و تانیث کے جملے، قوافی و ردیف، روزے کے آداب پر خط (نمونہ)، اور امتحان کے لیے سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- ضمیر جعفری کے اسلوبِ نگارش سے تعارف حاصل کرنا۔
- نظم میں استعمال ہونے والے طنزیہ اور مزاحیہ اسلوب کی شناخت کرنا۔
- روزے کی حالت میں انسانی نفسیات اور رویوں کی عکاسی کا ادراک حاصل کرنا۔
- روزے کے اصل مقصد (صبر، برداشت، حسنِ اخلاق) کو اجاگر کرنا۔

شاعر کا تعارف

سید ضمیر جعفری (1916ء–1999ء) کا اصل نام سید ضمیر حسین شاہ تھا اور وہ ادبی دنیا میں ضمیر جعفری کے نام سے معروف ہوئے۔ وہ ضلع جہلم کے گاؤں چک عبدالخالق کے ایک معزز سادات گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقے جہلم میں حاصل کی اور اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ زمانۂ طالب علمی ہی سے ان کی ادبی صلاحیتیں نمایاں ہو چکی تھیں اور وہ بزمِ ادب کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔

انھوں نے لاہور سے روزنامہ 'احسان' کے ذریعے صحافتی و ادبی زندگی کا آغاز کیا اور چراغ حسن حسرت کے رسالے 'شیرازہ' کے مدیر بھی رہے۔ بعد ازاں فوج کے تعلقاتِ عامہ کے شعبے سے منسلک ہو گئے اور اکادمی ادبیاتِ پاکستان سے بھی وابستہ رہے۔

سید ضمیر جعفری کا شمار اردو کے ممتاز مزاح نگار شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ لفظوں کے ایسے پیکر تراشتے ہیں کہ متعلقہ موضوع اپنی پوری معنویت کے ساتھ سامنے آ جاتا ہے۔ ان کی شاعری میں شگفتگی، برجستگی اور ظرافت کے ساتھ گہرا سماجی شعور موجود ہے؛ وہ اپنے عہد کی سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی کمزوریوں کو دل نشین انداز میں بے نقاب کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیت تہ داری ہے: بظاہر ہلکے پھلکے اشعار میں گہرا فکری پیغام پوشیدہ ہوتا ہے، اور وہ قاری کو ہنسانے کے ساتھ سوچنے پر بھی مجبور کرتے ہیں۔

ان کی شان دار ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ پاکستان نے انھیں تمغۂ قائدِ اعظم اور صدارتی تمغا برائے حسنِ کارکردگی سے نوازا۔ ان کے اہم شعری مجموعوں میں ‘نافی الضمیر’، ‘ولایتی زعفران’ اور ‘ضمیریات’ وغیرہ شامل ہیں، جو بعد ازاں ‘نشاطِ تماشا’ کے نام سے کلیات کی صورت میں بھی شائع ہوئے۔

طنز و مزاح، قوافی و ردیف اور تذکیر و تانیث

مزاح

ایسی تحریر جو ہلکے پھلکے انداز میں ہنسائے اور دل خوش کرے۔

طنز

ہنسی کے پردے میں کسی خامی یا برائی پر چوٹ کرنا تاکہ اصلاح ہو۔

ردیف

شعر کے آخر میں بار بار آنے والا لفظ یا الفاظ؛ اس نظم کی ردیف ‘میں روزے سے ہوں’ ہے۔

قافیہ

ردیف سے پہلے آنے والے ہم آواز الفاظ؛ اس نظم کے قوافی: گفتار، تکرار، اظہار، تار، ہار، سرکار، ہشیار، دار، برخوردار۔

مشق 3: تذکیر و تانیث (جملوں میں)

گفتار (مؤنث): اس کی گفتار بہت میٹھی ہے۔ تکرار (مؤنث): دونوں میں ذرا سی بات پر تکرار ہو گئی۔ کرب (مذکر): جدائی کا کرب بہت گہرا تھا۔ اخبار (مذکر): آج کا اخبار دیر سے آیا۔ تار (مذکر): گاؤں سے تار آیا۔ اظہار (مذکر): اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ ہار (مذکر): دلہن کو سونے کا ہار دیا گیا۔ فائل (مؤنث): میز پر فائل پڑی ہے۔ دُمچی (مؤنث): فائل کی دمچی پھٹ گئی۔ سرکار (مؤنث): سرکار نے نئی پالیسی کا اعلان کیا۔ زیارت (مؤنث): ہم نے مزار کی زیارت کی، زیارت بہت پرسکون رہی۔

Free notes: freebooks.pk

نظم کا تعارف

'میں روزے سے ہوں' سید ضمیر جعفری کے مجموعے 'مافی الضمیر' سے لی گئی ہے۔ یہ غزل کی ہیئت میں ایک مسلسل مزاحیہ نظم ہے جس کا ہر شعر 'میں روزے سے ہوں' کی ردیف پر ختم ہوتا ہے۔

نظم کا مرکزی کردار ایک ایسا روزے دار ہے جو روزے کو صبر اور برداشت کا ذریعہ بنانے کے بجائے دوسروں پر رعب جمانے، کام سے بچنے اور احسان جتانے کا بہانہ بنا لیتا ہے۔ شاعر اس کردار کی زبانی ہمارے معاشرے کے ایک عام رویے پر لطیف طنز کرتا ہے۔

شعر وار تشریح

شعر 1: یار سے گفتگو نہیں

روزے دار اپنے دوست سے کہتا ہے کہ مجھ سے کوئی بات نہ کرو، میں روزے سے ہوں؛ کہیں تم سے بھی جھگڑا نہ ہو جائے۔ یعنی روزے کی وجہ سے وہ اتنا چڑچڑا ہو گیا ہے کہ ذرا سی بات پر لڑ پڑتا ہے۔ یہ اس رویے پر طنز ہے، کیونکہ روزہ تو صبر سکھاتا ہے۔

شعر 2: ہر ایک سے تکلیف کا اظہار

وہ ہر شخص کے سامنے اپنی تکلیف کا اظہار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی اخبار کو تار دے دیا جائے کہ میں روزے سے ہوں؛ یعنی وہ اپنے روزے کی تشہیر کرنا چاہتا ہے۔

شعر 3: روزہ گویا احسان

وہ کہتا ہے کہ میرا روزہ لوگوں پر بڑا احسان ہے، اس لیے مجھے موتیے کے ہار پہناؤ؛ یعنی وہ عبادت کو اللہ کے لیے نہیں بلکہ لوگوں سے داد لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

شعر 4: دفتر کا کام بند

دفتر کا یہ افسر ہر فائل کی دُمچی پر یہ مصرع لکھ دیتا ہے کہ سرکار! کام نہیں ہو سکتا، میں روزے سے ہوں۔ یعنی روزے کو کام چوری کا بہانہ بنا لیا گیا ہے۔

شعر 5: بیوی بچوں پر رعب

وہ بیوی سے کہتا ہے کہ میرے راستے سے بچ کر چلو اور بچوں کو خبردار کرتا ہے کہ ذرا ہوشیار رہو، میں روزے سے ہوں؛ یعنی گھر میں بھی خوف کا ماحول بنا دیا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

شعر 6: دوستوں اور رشتے داروں کو ہدایت

وہ دوستوں اور رشتے داروں سے کہتا ہے کہ شام کو (افطار کے وقت)ملنے آسکتے ہو، مگر نوٹ کر لو کہ میں روزے سے ہوں؛ یعنی دن میں کوئی اسے تنگ نہ کرے۔

شعر 7 (مقطع نما): تازہ غزل کی فرمائش

کوئی کہتا ہے کہ ترنم سے کوئی تازہ غزل سناؤ، تو وہ جواب دیتا ہے کہ برخوردار! میں روزے سے ہوں؛یعنی روزہ ہر چیز سے بچنے کا بہانہ بن گیا ہے۔

مرکزی خیال

نظم 'میں روزے سے ہوں' کا مرکزی خیال یہ ہے کہ روزہ صبر، برداشت، حسنِ اخلاق اور خلوص کی عبادت ہے، مگر بعض لوگ اسے چڑچڑے پن، کام چوری، دوسروں پر رعب جمانے اور دکھاوے کا بہانہ بنالیتے ہیں۔ شاعر نے ایسے روزے دار کی زبانی اس رویے پر لطیف طنز کیا ہے؛ وہ ہنساتے ہوئے یہ سمجھاتا ہے کہ روزہ دوسروں پر احسان نہیں بلکہ اللہ کے لیے ہے، اور اس کا اصل حاصل اپنے نفس پر قابو اور دوسروں کے ساتھ نرمی ہے۔

اہم الفاظ کے معنی

گفتار

بات چیت، گفتگو۔

تکرار

بحث، جھگڑا۔

کرب

تکلیف، بے چینی۔

اظہار

ظاہر کرنا، بتانا۔

تار

ٹیلی گرام؛ جلد خبر بھیجنے کا پرانا ذریعہ۔

احسان

کسی پر کی گئی مہربانی۔

موتیا

سفید خوشبودار پھول۔

فائل

دفتری کاغذات کا مجموعہ۔

دُمچی

فائل کے ساتھ لگا اضافی ورق یا پٹی جس پر ہدایات لکھی جاتی ہیں۔

سرکار

حکومت؛ یہاں افسر کے لیے احترام کا لفظ۔

کترا کے چلنا

بچ کر چلنا۔

ہشیار

ہوشیار، خبردار۔

بہرِ زیارت

ملاقات کے لیے۔

لحن

سُر، ترنم۔

برخوردار

بیٹا؛ چھوٹوں کے لیے پیار کا لفظ۔

مافی الضمیر

دل کی بات۔

خاکہ

روزے دار کے بہانے: یہ خاکہ نظم 'میں روزے سے ہوں' میں روزے دار کے مختلف بہانوں اور ان پر کیے گئے طنز کو دکھاتا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

روزے دار کے بہانے

دوست
مجھ سے بات نہ کرو، جھگڑا ہو جائے گا؛ چڑچڑا پن۔

↓

اخبار اور ہار
اخبار کو تار دو، موتیے کے ہار پہناؤ؛ دکھاوا۔

↓

دفتر
ہر فائل پر لکھ دیا: کام نہیں ہو سکتا؛ کام چوری۔

↓

گھر
بیوی کترا کے چلے، بچے ہوشیار رہیں؛ رعب۔

↓

پیغام
روزہ صبر، برداشت اور حسنِ اخلاق کا نام ہے۔

freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

شاعر اپنے یار سے گفتار کیوں نہیں کرنا چاہتا؟

اسے ڈر ہے کہ روزے کی حالت میں کہیں یار سے بھی تکرار (جھگڑا) نہ ہو جائے۔

شاعر اخبار کو کیا تار دینے کا آرزو مند ہے؟

یہ کہ میں روزے سے ہوں؛ یعنی وہ اپنے روزے کی خبر سب تک پہنچانا چاہتا ہے۔

شاعر روزہ رکھ کر کس پر احسان جتا رہا ہے؟

لوگوں پر؛ وہ کہتا ہے کہ میرا روزہ لوگوں کے سر پر بڑا احسان ہے۔

شاعر نے ہر فائل کی دُمچی پر کیا مصرع لکھ دیا ہے؟

کہ سرکار! کام نہیں ہو سکتا، میں روزے سے ہوں۔

شاعر کا روزہ رکھ کر بیوی بچوں کے ساتھ کیسا معاملہ ہے؟

وہ بیوی سے کہتا ہے کہ میرے راستے سے کترا کر چلو اور بچوں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کرتا ہے۔

شاعر چاہتا ہے کہ اسے کون سے ہار ڈالے جائیں؟

موتیے کے ہار۔

شاعر دوستوں اور رشتے داروں سے کیا کہتا ہے؟

کہ شام کو ملنے آسکتے ہو، مگر نوٹ کر لو کہ میں روزے سے ہوں۔

تازہ غزل کی فرمائش پر شاعر نے کیا جواب دیا؟

کہ برخوردار! میں روزے سے ہوں۔

نظم کی ردیف کیا ہے؟

'میں روزے سے ہوں'۔

یہ نظم ضمیر جعفری کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

مافی الضمیر۔

طنز اور مزاح میں کیا فرق ہے؟

مزاح صرف ہنساتا ہے، جبکہ طنز ہنسی کے پردے میں کسی خامی پر چوٹ کر کے اصلاح کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

ضمیر جعفری کا اصل نام کیا تھا؟

سید ضمیر حسین شاہ۔

تفصیلی سوالات و جوابات

نظم 'میں روزے سے ہوں' کا مرکزی خیال تحریر کریں اور شاعر نے جو طنز و مزاح کے پہلو اختیار کیے ہیں ان کی وضاحت کریں۔

مرکزی خیال

روزہ صبر، برداشت اور خلوص کی عبادت ہے، مگر نظم کا کردار اسے چڑچڑے پن، کام چوری، رعب اور دکھاوے کا بہانہ بنا لیتا ہے۔ شاعر اسی رویے پر چوٹ کرتا ہے۔

مزاح کے پہلو

اخبار کو تار دینا، موتیے کے ہار مانگنا، فائلوں پر ایک ہی مصرع لکھ دینا اور برخوردار کو غزل سے انکار جیسے مبالغہ آمیز مناظر قاری کو ہنساتے ہیں۔

طنز کے پہلو

روزے کو احسان سمجھنا، سرکاری دفتر میں کام ٹالنا، گھر والوں پر رعب جمانا اور دوستوں سے جھگڑے کا خوف ہمارے معاشرے کے حقیقی رویوں پر طنز ہے۔

پیغام

ہنسی کے بعد قاری سوچتا ہے کہ کہیں وہ بھی ایسا تو نہیں کرتا؛ یہی ضمیر جعفری کی تہ دار شاعری کا کمال ہے۔

اپنے دوست کے نام خط لکھ کر اسے قرآن و حدیث کی روشنی میں 'روزے کے آداب' سے روشناس کرائیں۔

آغاز

امتحان ہال، شہر الف — تاریخ: ...پیارے دوست! السلام علیکم۔ امید ہے خیریت سے ہو گے۔ رمضان کی آمد آمد ہے، اس لیے سوچا تمھیں روزے کے کچھ آداب یاد دلاؤں۔

روزے کا مقصد (قرآن)

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا کہ تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ یعنی روزے کا اصل مقصد تقویٰ ہے۔

زبان اور اخلاق کی حفاظت (حدیث)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے؛ روزے دار بے ہودہ بات اور جھگڑا نہ کرے، اور اگر کوئی اس سے لڑے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، اللہ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

عملی آداب اور اختتام

سحری اور افطار کا اہتمام، نماز اور تلاوت کی پابندی، غریبوں کی مدد، غصے پر قابو اور اپنے کام کو پوری دیانت سے انجام دینا روزے کے آداب ہیں۔ دعا ہے کہ ہم سب کے روزے قبول ہوں۔ تمھارا دوست، الف ب ج۔

زیرِ مطالعہ نظم کے قوافی اور ردیف کی نشان دہی کریں اور نظم کی ہیئت پر روشنی ڈالیں۔

ردیف

ہر شعر کے آخر میں 'میں روزے سے ہوں' دہرایا گیا ہے؛ یہی نظم کی ردیف ہے۔

قوافی

گفتار، تکرار، اظہار، تار، ہار، سرکار، ہشیار، دار (رشتہ دار) اور برخوردار نظم کے قوافی ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

ہیئت

یہ نظم غزل کی ہیئت میں ہے: پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ و ردیف ہیں اور باقی اشعار کے دوسرے مصرعے میں، مگر غزل کے برعکس اس کا موضوع ایک ہی ہے، اس لیے اسے مسلسل غزل یا غزل نما نظم کہا جا سکتا ہے۔

ردیف کا کمال

ردیف کی تکرار سے نظم میں مزاح بڑھتا ہے، کیونکہ ہر نئی صورتِ حال میں ایک ہی بہانہ سامنے آتا ہے۔

نظم 'میں روزے سے ہوں' میں انسانی نفسیات اور معاشرتی رویوں کی عکاسی پر تبصرہ کریں۔

چڑچڑاپن

بھوک پیاس میں انسان کا مزاج تیز ہو جاتا ہے؛ نظم کا کردار اسی کمزوری کو جواز بنا کر دوسروں سے بدتمیزی کا حق مانگتا ہے۔

دکھاوا

عبادت کو اللہ کے بجائے لوگوں کے لیے کرنا اور اس پر داد چاہنا ایک عام نفسیاتی کمزوری ہے جسے اخبار اور ہار کے ذکر سے نمایاں کیا گیا ہے۔

کام چوری

سرکاری دفتروں میں رمضان کے دوران کام ٹالنے کا رویہ فائل کی دمچی والے شعر میں خوب دکھایا گیا ہے۔

گھریلو رویہ

بیوی بچوں پر رعب اور رشتے داروں کو ہدایتیں ہمارے معاشرے کے مردانہ رویے کی جھلک ہیں؛ شاعر انھیں ہنسی میں بیان کر کے اصلاح کی دعوت دیتا ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

سید ضمیر جعفری کی شاعری ہے: (الف) سنجیدہ (ب) عوامی (ج) مزاحیہ (د) فلسفیانہ

درست جواب: (ج) مزاحیہ۔ وہ ممتاز مزاح نگار شاعر ہیں۔

تو یہ کہتا ہے بہ لحنِ تر ہو کوئی تازہ: (الف) قصیدہ (ب) غزل (ج) رباعی (د) قطعہ

درست جواب: (ب) غزل۔ تازہ غزل کی فرمائش۔

شاعر یار سے بات کرتے ہوئے ڈرتا ہے: (الف) تکرار سے (ب) بحث سے (ج) لڑائی سے (د) ناراضی سے

درست جواب: (الف) تکرار سے۔ ہو نہ جائے تجھ سے بھی تکرار۔

Free notes: freebooks.pk

شاعر اپنے روزے کے بارے میں تار دینا چاہتا ہے: (الف) سسرال کو (ب) دوستوں کو (ج) اخبار کو (د) یار کو

درست جواب: (ج) اخبار کو۔ کسی اخبار کو یہ تار۔

شاعر چاہتا ہے اسے ہار ڈالے جائیں: (الف) گلاب کے (ب) موتیے کے (ج) چنبیلی کے (د) نوٹوں کے

درست جواب: (ب) موتیے کے۔ موتیے کے ہار۔

شاعر نے ہر فائل کی دمچی پر لکھ دیا ہے: (الف) شعر (ب) مصرع (ج) فیصلہ (د) نوٹ

درست جواب: (ب) مصرع۔ یہ مصرع لکھ دیا۔

نظم 'میں روزے سے ہوں' ماخوذ ہے: (الف) ولایتی زعفران (ب) مافی الضمیر (ج) ضمیریات (د) نشاطِ تماشا

درست جواب: (ب) مافی الضمیر۔ درسی کتاب میں ماخذ مافی الضمیر۔

ضمیر جعفری کس ضلع میں پیدا ہوئے؟ (الف) راولپنڈی (ب) جہلم (ج) گجرات (د) چکوال

درست جواب: (ب) جہلم۔ چک عبدالخالق، ضلع جہلم۔

ضمیر جعفری کس کے رسالے 'شیرازہ' کے مدیر رہے؟ (الف) مولانا ظفر علی خان (ب) چراغ حسن حسرت (ج) حفیظ جالندھری (د) احمد ندیم قاسمی

درست جواب: (ب) چراغ حسن حسرت۔ چراغ حسن حسرت کے رسالے۔

ضمیر جعفری کی کلیات کا نام ہے: (الف) نسخہ ہائے وفا (ب) نشاطِ تماشا (ج) کلیاتِ ضمیر (د) شاہنامہ

درست جواب: (ب) نشاطِ تماشا۔ نشاطِ تماشا۔

'فائل' ہے: (الف) مذکر (ب) مؤنث (ج) دونوں (د) کوئی نہیں

درست جواب: (ب) مؤنث۔ فائل پڑی ہے۔

نظم کی ردیف ہے: (الف) روزے سے (ب) میں روزے سے ہوں (ج) ہوں (د) روزہ

درست جواب: (ب) میں روزے سے ہوں۔ ہر شعر اسی پر ختم ہوتا ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: سید ضمیر جعفری (1916ء–1999ء)؛ اصل نام سید ضمیر حسین شاہ؛ چک عبدالخالق، جہلم؛ اسلامیہ کالج لاہور؛ روزنامہ احسان، رسالہ شیرازہ (چراغ حسن حسرت)؛ فوج کا تعلقاتِ عامہ، اکادمی ادبیات؛ تمغۂ قائدِ اعظم، صدارتی تمغا حسنِ کارکردگی۔
- مجموعے: مافی الضمیر، ولایتی زعفران، ضمیریات وغیرہ؛ کلیات: نشاطِ تماشا۔

Free notes: freebooks.pk

- نظم: مافی الضمیر؛ ردیف ‘میں روزے سے ہوں’؛ قوافی: گفتار، تکرار، اظہار، تار، ہار، سرکار، ہشیار، دار، برخوردار۔
- MCQs: مزاحیہ، غزل، تکرار سے، اخبار کو، موتیے کے، مصرع۔
- تذکیر و تانیث: مؤنث: گفتار، تکرار، فائل، دمچی، سرکار، زیارت؛ مذکر: کرب، اخبار، تار، اظہار، ہار۔
- پیغام: روزہ صبر، برداشت اور حسنِ اخلاق کا نام ہے، دکھاوے اور بہانے کا نہیں۔

امتحانی نکات

- مرکزی خیال میں ‘ظاہری روزہ بمقابلہ روزے کی روح’ کا فرق واضح کریں۔
- طنز و مزاح کے سوال میں ہر پہلو کے ساتھ نظم کا متعلقہ شعر کا مفہوم مثال کے طور پر دیں۔
- MCQs کے چھے جواب (مزاحیہ، غزل، تکرار، اخبار، موتیا، مصرع) یاد رکھیں۔
- تذکیر و تانیث کے جملوں میں فعل سے جنس واضح کریں (فائل پڑی ہے، اخبار آیا)۔
- روزے کے آداب والے خط میں قرآن اور حدیث کا مفہوم درست اور مختصر لکھیں۔

حقائق کی وضاحت

سید ضمیر جعفری کے سنِ پیدائش و وفات (1916ء–1999ء) اور سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

روزے کے آداب والے خط میں قرآن کا حوالہ سورۃ البقرہ (آیت 183) کا مفہوم ہے، اور دونوں احادیث (روزہ ڈھال ہے؛ جھوٹ نہ چھوڑنے والے کا روزہ) صحیح بخاری میں موجود ہیں؛ یہاں ان کا مفہوم دیا گیا ہے۔

یہاں اشعار کا متن نقل کرنے کے بجائے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے؛ اصل نظم کے لیے درسی کتاب دیکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 18: غزل (خواجہ میر درد)

Urdu Class 12 Lesson 18: Ghazal (Khwaja Mir Dard)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے حصۂ غزل کے پہلے سبق، یعنی خواجہ میر درد کی غزل پر مبنی ہیں جو 'دیوانِ خواجہ میر درد' سے لی گئی ہے۔ اس مختصر غزل میں درد نے اپنے صوفیانہ رنگ میں یہ خیال پیش کیا ہے کہ کائنات کی ہر شے میں اسی ایک ذات کا جلوہ ہے، محبوب کی ایک نگاہ میں جان لینے کی طاقت ہے، اور عاشق ہر کوشش کے باوجود محبوب کی مسیحائی سے محروم رہتا ہے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، غزل کا تعارف، آسان شعر وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، قوافی و ردیف، رعایتِ لفظی، تذکیر و تانیث، کالم ملانے کے جواب، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- غزل کے حسنِ بیان، سادگی اور اثر آفرینی کو محسوس کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
- خواجہ میر درد کی صوفیانہ شاعری کی خوبیوں کے بارے میں جاننا۔
- تصوف کے بنیادی موضوعات سے روشناس ہونا۔
- شعری محاسن کی پہچان اور ان کے موزوں استعمال کا ادراک حاصل کرنا۔

شاعر کا تعارف

خواجہ میر درد (1720ء–1785ء) کا نام خواجہ میر اور تخلص درد تھا۔ وہ دلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد خواجہ محمد ناصر بھی صاحبِ دیوان شاعر تھے اور عندلیب تخلص کرتے تھے۔ درد کے آبا و اجداد کا تعلق بخارا سے تھا۔ ان کے والد شاہی منصب دار تھے، مگر اپنی درویشانہ طبیعت کی بنا پر دنیا داری ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔

درد کو شاعری اور تصوف کا رجحان ورثے میں ملا۔ صرف گیارہ برس کی عمر میں انھوں نے قرآن و حدیث کے علاوہ فقہ اور تصوف کی تعلیم بھی حاصل کر لی تھی۔ دلی میں ان کے خاندان کا ایک وسیع حلقۂ ارادت موجود تھا، اور والد کی وفات کے بعد خانقاہ کی مسند خواجہ میر درد کو سنبھالنی پڑی۔ زہد و تقویٰ اور توکل و استغنا ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جب دلی تاراج ہوئی تو اکثر شعرا لکھنؤ ہجرت کر گئے، مگر درد توکل علی اللہ کے سبب دلی سے باہر نہ نکلے؛ زندگی کے آخری لمحات تک دلی ہی میں مقیم رہے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔

درد کا سارا دیوان سراپا انتخاب ہے؛ انھوں نے جتنا بھی لکھا اس کا انتخاب نہایت احتیاط سے کیا اور تمام کم درجہ اشعار قلم زد کر دیے۔ ان کی شاعری صوفیانہ رنگ میں رچی ہوئی ہے۔ اخلاقیات، سلوک و معرفت کے حقائق، صبر، توکل، استقامت، فنا اور تصوف جیسے موضوعات ان کے کلام میں جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں عشقِ حقیقی کے ساتھ ساتھ عشقِ مجازی کے اشعار بھی موجود ہیں؛ گویا ان کا کلام تصوف اور تغزل کا بہترین امتزاج ہے۔ سادگی و سلاست، اثر آفرینی، سوز و گداز، نفاست و صفائی، صداقت و خلوص اور نغمگی و غنائیت ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

قوافی، ردیف، شعری محاسن اور مشق کے جوابات

ردیف اور قوافی (مشق 7)

اس غزل کی ردیف ‘دیکھا’ ہے، اور قوافی یہ ہیں: اِدھر، جدھر، بھر، کر، مر، مختصر۔

رعایتِ لفظی (مشق 5)

کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کا آپس میں کوئی تعلق ہو۔ چوتھے شعر میں ‘لب’، ‘مسیحائی’ اور ‘مرنا’ ایک دوسرے کی رعایت سے آئے ہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰؑ (مسیحا) اپنے لبوں سے ‘قُم باذن اللہ’ کہہ کر اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے؛ اس لیے لب، مسیحائی اور موت کا ایک ساتھ ذکر رعایتِ لفظی ہے۔

تذکیر و تانیث (مشق 6)

جان (مؤنث): اس کی جان بچ گئی۔ لب (مذکر): اس کے لب خاموش تھے۔ مسیحا (مذکر): مسیحا آ گیا۔ مسیحائی (مؤنث): طبیب کی مسیحائی کام آئی۔ مزاج (مذکر): آج ان کا مزاج اچھا ہے۔ قصہ (مذکر): یہ قصہ بہت پرانا ہے۔ درد (مذکر): سر کا درد کم ہو گیا۔ فریاد (مؤنث): مظلوم کی فریاد سنی گئی۔

کالم ملائیں (مشق 8)

اِدھر ← اُدھر؛ آنکھ ← بھر؛ لب ← مسیحائی؛ زور ← عاشق مزاج؛ درد ← قصہ مختصر۔

محاورہ ‘آنکھ بھر کر دیکھنا’

جی بھر کر، پوری توجہ سے دیکھنا۔ یہ محاورہ ہے (مشق 2 ج)۔

وحدت الوجود

تصوف کا وہ نظریہ جس کے مطابق حقیقی وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور کائنات کی ہر شے میں اسی کا جلوہ ہے۔ غزل کا مطلع اسی خیال کا ترجمان ہے۔

Free notes: freebooks.pk

غزل کا تعارف

یہ غزل 'دیوانِ خواجہ میر درد' سے لی گئی ہے اور صرف پانچ اشعار پر مشتمل ہے، جو درد کے سراپا انتخاب دیوان کی روایت کے عین مطابق ہے۔ غزل کی ردیف 'دیکھا' ہے اور ہر شعر میں دیکھنے، کوشش کرنے اور آزمانے کا مفہوم موجود ہے۔

غزل میں تصوف اور تغزل دونوں رنگ ملتے ہیں: مطلع میں وحدت الوجود کا صوفیانہ خیال ہے، دوسرے اور چوتھے شعر میں محبوب کی نگاہ اور لبوں کا روایتی عاشقانہ مضمون ہے، اور مقطع میں شاعر نے اپنے عاشقانہ مزاج کا اعتراف کیا ہے۔ زبان سادہ، الفاظ کم اور تاثیر بہت زیادہ ہے۔

شعر وار تشریح

شعر 1 (مطلع): ہر طرف تیرا ہی جلوہ

شاعر اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ دنیا میں آ کر میں نے ہر طرف نظر دوڑائی، مگر جدھر بھی دیکھا، تو ہی نظر آیا۔ یعنی کائنات کی ہر چیز میں خالق کا جلوہ ہے؛ پھول، چاند، ستارے، انسان سب اسی کی قدرت کے مظہر ہیں۔ یہ وحدت الوجود کا صوفیانہ تصور ہے، جو درد کی شاعری کا خاص رنگ ہے۔

شعر 2: محبوب کی نگاہ کا اثر

اے محبوب! تو نے جس طرف بھی آنکھ بھر کر (پوری توجہ سے) دیکھا، وہاں لوگ تیری نگاہ کی تاب نہ لا سکے اور ان کے جسم جان سے خالی ہو گئے۔ یعنی محبوب کی نگاہ اتنی پُر اثر ہے کہ عاشق اس پر جان نثار کر دیتے ہیں۔ صوفیانہ معنی میں یہ ذاتِ حق کے جلال کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تجلی کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔

شعر 3: ہر ممکن کوشش

عاشق کہتا ہے کہ محبوب کو متوجہ کرنے کے لیے میں نے نالہ و فریاد بھی کی، آہیں بھی بھریں اور رو رو کر زاری بھی کی؛ جو کچھ مجھ سے ہو سکا، وہ سب کر کے دیکھ لیا۔ یعنی اس نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر نتیجہ محبوب کے اختیار میں ہے۔

شعر 4: لبوں کی مسیحائی نہ ملی

محبوب کے لبوں نے ہماری مسیحائی (علاج اور زندگی بخشی) نہ کی، حالانکہ ہم نے سو سو طرح سے مر کر دیکھا، یعنی ہر طرح اپنی جان قربان کی اور دکھ اٹھائے۔ مسیحا (حضرت عیسیٰؑ) اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے؛ عاشق کو امید تھی کہ محبوب کے لب بھی اسے نئی زندگی دیں گے، مگر یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

Free notes: freebooks.pk

شعر 5 (مقطع): درد کا عاشقانہ مزاج

شاعر اپنے بارے میں کہتا ہے کہ قصہ مختصر، ہم نے درد کو بہت ہی (زور) عاشق مزاج پایا۔ یعنی ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ درد کی طبیعت سراپا عشق ہے؛ عشق ہی اس کی زندگی اور شاعری کا جوہر ہے۔ 'قصہ مختصر' کہہ کر شاعر نے گویا پوری غزل کا نچوڑ بیان کر دیا ہے۔

مرکزی خیال

اس غزل کا مرکزی خیال عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کا امتزاج ہے۔ شاعر کو کائنات کی ہر شے میں اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے (وحدت الوجود)؛ محبوب کی نگاہ میں ایسا جلال ہے کہ عاشق جان دے دیتے ہیں؛ عاشق نالہ، فریاد، آہ و زاری غرض ہر کوشش کر لیتا ہے، مگر محبوب کی مسیحائی نصیب نہیں ہوتی۔ آخر میں شاعر اعتراف کرتا ہے کہ اس کی پوری شخصیت عشق میں ڈھلی ہوئی ہے۔ سادہ الفاظ، کم اشعار اور گہرے صوفیانہ مفہوم اس غزل کی خوبی ہیں۔

اہم الفاظ کے معنی

جگ

دنیا، جہان۔

اِدھر اُدھر

ہر طرف، چاروں طرف۔

بدن

جسم۔

آنکھ بھر کر دیکھنا

جی بھر کر، پوری توجہ سے دیکھنا۔

نالہ

دکھ بھری آواز، رونا۔

فریاد

مدد کی پکار، شکایت۔

آہ

ٹھنڈی سانس جو دکھ میں نکلے۔

زاری
گریہ، رو رو کر التجا کرنا۔

لب
ہونٹ۔

مسیحا
حضرت عیسیٰؑ کا لقب؛ علاج کرنے والا۔

مسیحائی
مُردے کو زندہ کرنا؛ علاج، شفا دینا۔

سو سو طرح
طرح طرح سے، بے شمار طریقوں سے۔

زور
بہت، نہایت (قدیم استعمال)۔

عاشق مزاج
جس کی طبیعت میں عشق ہو۔

قصہ مختصر
مختصر یہ کہ، خلاصہ یہ کہ۔

تصوف
نفس کی پاکیزگی اور اللہ کی معرفت کا طریقہ۔

خاکہ
غزل کے اشعار کا خاکہ: یہ خاکہ خواجہ میر درد کی غزل کے پانچوں اشعار کے مرکزی مضامین کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

غزل کے اشعار کا خاکہ



freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

شاعر کو جگ میں ہر طرف کیا نظر آتا ہے؟

اسے ہر طرف اللہ تعالیٰ (محبوبِ حقیقی) ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔

جان سے بدن کیوں کر خالی ہو گئے؟

کیونکہ محبوب نے جس طرف آنکھ بھر کر دیکھا، وہاں کے لوگ اس کی نگاہ کی تاب نہ لا سکے اور جان دے بیٹھے۔

کیا آہ و زاری اور نالہ و فریاد سے شاعر کو اپنا مقصود حاصل ہوا؟

نہیں؛ اس نے جو کچھ ہو سکا کر کے دیکھا، مگر محبوب کی توجہ اور مسیحائی نصیب نہ ہوئی۔

مسیحائی سے کیا مراد ہے؟

مُردے کو زندہ کرنا یا بیمار کو شفا دینا؛ یہ حضرت عیسیٰؑ (مسیحا) کے معجزے کی طرف اشارہ ہے۔

خواجہ میر درد کی وجہ شہرت کیا ہے؟

ان کی صوفیانہ شاعری؛ وہ اردو کے سب سے بڑے صوفی شاعر مانے جاتے ہیں اور ان کا کلام تصوف اور تغزل کا امتزاج ہے۔

اس غزل کی ردیف کیا ہے؟

'دیکھا'۔

اس غزل کے قوافی لکھیں۔

اِدھر، جدھر، بھر، کر، مر، مختصر۔

درد کے والد کون تھے اور کیا تخلص کرتے تھے؟

خواجہ محمد ناصر؛ وہ صاحبِ دیوان شاعر تھے اور عندلیب تخلص کرتے تھے۔

دلی تاراج ہونے پر درد نے دلی کیوں نہ چھوڑی؟

توکل علی اللہ کے سبب؛ وہ آخری دم تک دلی ہی میں رہے۔

درد کے دیوان کو 'سراپا انتخاب' کیوں کہا جاتا ہے؟

کیونکہ انھوں نے اپنے اشعار کا انتخاب نہایت احتیاط سے کیا اور تمام کم درجہ اشعار قلم زد کر دیے۔

'قصہ مختصر' کا مطلب کیا ہے؟

مختصر یہ کہ، ساری بات کا خلاصہ یہ کہ۔

وحدت الوجود سے کیا مراد ہے؟

یہ صوفیانہ نظریہ کہ حقیقی وجود صرف اللہ کا ہے اور ہر شے میں اسی کا جلوہ ہے۔

تفصیلی سوالات و جوابات

درج ذیل شعر کی تشریح کریں: 'جان سے ہو گئے بدن خالی...' (غزل کا دوسرا شعر)

حوالہ

یہ شعر خواجہ میر درد کی غزل سے ہے جو 'دیوانِ خواجہ میر درد' میں شامل ہے۔

مفہوم

شاعر محبوب سے کہتا ہے کہ تو نے جس طرف بھی آنکھ بھر کر یعنی پوری توجہ سے دیکھا، وہاں کے لوگوں کے جسم جان سے خالی ہو گئے؛ وہ تیری نگاہ کی تاب نہ لا سکے۔

مجازی اور حقیقی معنی

مجازی معنی میں یہ محبوب کے حسن اور نگاہ کی تاثیر کا بیان ہے کہ عاشق ایک نظر پر جان نثار کر دیتے ہیں۔ صوفیانہ معنی میں یہ ذاتِ حق کی تجلی کی طرف اشارہ ہے، جس کے جلال کے آگے کوئی وجود قائم نہیں رہتا؛ جیسے کوہِ طور اللہ کی تجلی سے ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔

فنی خوبیاں

'آنکھ بھر کر دیکھنا' محاورہ ہے؛ 'جان' اور 'بدن' میں رعایت ہے؛ شعر میں مبالغہ اور سادگی دونوں ہیں، اور کم الفاظ میں بڑا مضمون بیان ہوا ہے۔

خواجہ میر درد کی غزل کا مرکزی خیال اور خلاصہ تحریر کریں۔

مطلع: وحدت الوجود

شاعر کو دنیا میں ہر طرف اللہ ہی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔

محبوب کی نگاہ

محبوب کی بھرپور نگاہ ایسی پُر اثر ہے کہ اس کے سامنے عاشقوں کے بدن جان سے خالی ہو جاتے ہیں۔

عاشق کی بے بسی

عاشق نے نالہ، فریاد، آہ اور زاری سب کر کے دیکھ لیا اور سو طرح مر کر بھی دیکھا، مگر محبوب کے لبوں سے مسیحائی نہ ملی۔

مقطع

آخر میں شاعر قصہ مختصر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ درد سراپا عاشق مزاج ہے؛ یہی اس کی پہچان ہے۔

خواجہ میر درد کی غزل گوئی کی نمایاں خصوصیات بیان کریں اور زیرِ مطالعہ غزل سے مثالیں دیں۔

تصوف

درد کی شاعری کا بنیادی رنگ تصوف ہے؛ مطلع میں ہر طرف اللہ کا جلوہ دیکھنا اس کی بہترین مثال ہے۔

تصوف اور تغزل کا امتزاج

وہ عشقِ حقیقی کے ساتھ عشقِ مجازی کا رنگ بھی رکھتے ہیں؛ محبوب کی نگاہ اور لبوں کی مسیحائی والے اشعار اس کی مثال ہیں۔

سادگی اور اختصار

ان کا دیوان مختصر اور سراپا انتخاب ہے؛ یہ غزل بھی صرف پانچ اشعار کی ہے اور ہر شعر سادہ مگر پُر اثر ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سوز و گداز اور نغمگی

نالہ، فریاد اور آہ و زاری کے ذکر میں سوز ہے، اور چھوٹی بحر اور 'دیکھا' کی ردیف سے غزل میں نغمگی پیدا ہوئی ہے۔

زیرِ مطالعہ غزل میں شعری محاسن (محاورہ، رعایتِ لفظی، تلمیح، مبالغہ) کی نشان دہی کریں۔

محاورہ

'آنکھ بھر کر دیکھنا' (توجہ سے دیکھنا) اور 'قصہ مختصر' (خلاصہ یہ کہ) اردو کے محاورے ہیں۔

رعایتِ لفظی

چوتھے شعر میں لب، مسیحائی اور مرنا ایک دوسرے کی رعایت سے آئے ہیں؛ اسی طرح 'جان' اور 'بدن'، اور 'اِدھر اُدھر' اور 'جدھر' میں بھی رعایت ہے۔

تلمیح

'مسیحائی' میں حضرت عیسیٰؑ کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔

مبالغہ اور تکرار

نگاہ سے بدنوں کا جان سے خالی ہونا اور 'سو سو طرح' مرنا مبالغہ ہے؛ 'سو سو' اور 'اِدھر اُدھر' میں لفظی تکرار سے تاثیر بڑھی ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

شاعر نے جگ میں آ کر دیکھا: (الف) اِدھر (ب) اُدھر (ج) جدھر کدھر (د) اِدھر اُدھر

درست جواب: (د) اِدھر اُدھر۔ جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا۔

جان سے خالی ہو گئے: (الف) تن (ب) بدن (ج) جسم (د) وجود

درست جواب: (ب) بدن۔ جان سے ہو گئے بدن خالی۔

'آنکھ بھر دیکھنا' قواعد کی رو سے ہے: (الف) استعارہ (ب) محاورہ (ج) ضرب المثل (د) کنایہ

درست جواب: (ب) محاورہ۔ یہ محاورہ ہے۔

ان لبوں نے نہ کی: (الف) بات (ب) شاعری (ج) مسیحائی (د) گفتگو

درست جواب: (ج) مسیحائی۔ لبوں نے مسیحائی نہ کی۔

شاعر سے صرف ہو سکا: (الف) حوصلہ (ب) مبالغہ (ج) عمل (د) نالہ، فریاد، آہ اور زاری

درست جواب: (د) نالہ، فریاد، آہ اور زاری۔ جو ہو سکا وہ کر کے دیکھا۔

Free notes: freebooks.pk

اس غزل کی ردیف ہے: (الف) دیکھا (ب) اِدھر (ج) کر (د) مختصر

درست جواب: (الف) دیکھا۔ ہر شعر 'دیکھا' پر ختم ہوتا ہے۔

خواجہ میر درد کے والد کا تخلص تھا: (الف) ناصر (ب) عندلیب (ج) اثر (د) بلبل

درست جواب: (ب) عندلیب۔ خواجہ محمد ناصر عندلیب۔

درد کے آبا و اجداد کا تعلق تھا: (الف) سمرقند سے (ب) بخارا سے (ج) ایران سے (د) ترکی سے

درست جواب: (ب) بخارا سے۔ درسی کتاب کے مطابق بخارا سے۔

خواجہ میر درد کی شاعری کا بنیادی رنگ ہے: (الف) مزاحیہ (ب) صوفیانہ (ج) رزمیہ (د) سیاسی

درست جواب: (ب) صوفیانہ۔ تصوف ان کی شاعری کا خاص رنگ ہے۔

'مسیحائی' میں تلمیح ہے: (الف) حضرت موسیٰؑ کی (ب) حضرت عیسیٰؑ کی (ج) حضرت یوسفؑ کی (د) حضرت سلیمانؑ کی

درست جواب: (ب) حضرت عیسیٰؑ کی۔ حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔

'زاری' کا مطلب ہے: (الف) خوشی (ب) گریہ و التجا (ج) غصہ (د) خاموشی

درست جواب: (ب) گریہ و التجا۔ رو رو کر التجا کرنا۔

دلی تاراج ہونے پر درد: (الف) لکھنؤ چلے گئے (ب) دلی ہی میں رہے (ج) فیض آباد چلے گئے (د) حیدرآباد چلے گئے

درست جواب: (ب) دلی ہی میں رہے۔ توکل کے سبب دلی ہی میں رہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: خواجہ میر درد (1720ء–1785ء)، دلی؛ والد خواجہ محمد ناصر عندلیب؛ آبا بخارا سے؛ گیارہ برس میں قرآن، حدیث، فقہ، تصوف؛ خانقاہ کی مسند؛ دلی نہ چھوڑی؛ دیوان سراپا انتخاب۔
- خصوصیات: تصوف و تغزل کا امتزاج، سادگی، سلاست، سوز و گداز، نغمگی۔
- غزل: ردیف 'دیکھا'؛ قوافی: اِدھر، جدھر، بھر، کر، مر، مختصر۔
- MCQs: اِدھر اُدھر، بدن، محاورہ، مسیحائی، نالہ فریاد آہ اور زاری۔
- رعایتِ لفظی: لب، مسیحائی، مرنا (چوتھا شعر)۔
- کالم: اِدھر-اُدھر، آنکھ-بھر، لب-مسیحائی، زور-عاشق مزاج، درد-قصہ مختصر۔

Free notes: freebooks.pk

امتحانی نکات

- مطلع کی تشریح میں وحدت الوجود کی اصطلاح ضرور استعمال کریں۔
- ہر شعر کی تشریح میں مجازی اور صوفیانہ دونوں مفہوم مختصراً بیان کریں۔
- MCQs کے پانچ جواب (اِدھر اُدھر، بدن، محاورہ، مسیحائی، نالہ فریاد آہ زاری) یاد رکھیں۔
- رعایت لفظی کے سوال میں مسیحا کے معجزے کا حوالہ دیں۔
- اشعار مکمل کرنے والے سوال (مشق 3) کے لیے غزل درسی کتاب سے زبانی یاد کریں۔

حقائق کی وضاحت

خواجہ میر درد کے سنِ پیدائش و وفات (1720ء–1785ء) اور سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

مشق 3 (اشعار مکمل کریں) کا جواب یہاں نہیں دیا گیا کیونکہ اس کے لیے غزل کا متن نقل کرنا پڑتا؛ اصل اشعار درسی کتاب سے دیکھیں۔

یہاں اشعار کا متن نقل کرنے کے بجائے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 19: غزل (مرزا غالب)

Urdu Class 12 Lesson 19: Ghazal (Mirza Ghalib)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے انیسویں سبق، یعنی مرزا اسد اللہ خاں غالب کی غزل پر مبنی ہیں جو 'دیوانِ غالب' سے لی گئی ہے۔ اس غزل میں غالب نے زندگی کی ناپائیداری، ماضی کی یادوں کے مٹ جانے، حضرت یعقوبؑ و یوسفؑ اور زلیخا کی تلمیحات، فراق کے غم اور اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ انسان جب رنج کا عادی ہو جائے تو رنج کا احساس مٹ جاتا ہے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، غزل کا تعارف، آسان شعر وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ و تراکیب کے معنی، قوافی و ردیف، حسنِ تعلیل، تلمیحات، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- زندگی کی حقیقت، انسانی خواہشات کی نارسائی اور کائناتی نظام کا شعور حاصل کرنا۔
- غزل کے اسلوب، خیال آفرینی اور مرزا غالب کے منفرد اندازِ بیان کو سمجھنا۔
- غزل پڑھ کر حوالوں کے ساتھ اشعار کی تشریح اور تنقیدی تبصرہ کرنا۔

شاعر کا تعارف

مرزا غالب (1797ء–1869ء) کا نام مرزا اسد اللہ بیگ اور تخلص غالب تھا؛ آغاز میں وہ 'اسد' تخلص کرتے تھے۔ غالب اکبر آباد (آگرہ) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مرزا عبداللہ بیگ تھا۔ ان کے آبا و اجداد ایک قوم کے ترک تھے جو سمرقند سے ہجرت کر کے برصغیر پاک و ہند میں آباد ہو گئے۔

غالب ابھی پانچ برس کے تھے کہ ان کے والد ایک جنگ میں مارے گئے۔ پھر ان کی پرورش کی ذمہ داری ان کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ پر آن پڑی۔ چار سال بعد چچا بھی وفات پا گئے اور یوں غالب کی کفالت کی ذمہ داری ان کے ننھیال نے لے لی۔ تیرہ برس کی عمر میں ان کی شادی نواب الٰہی بخش معروف کی بیٹی امراؤ بیگم سے ہوئی۔

غالب اپنے کثیر اخراجات کی بنا پر ہمیشہ تنگ دست اور مقروض رہے؛ ان کا کوئی مستقل ذریعۂ معاش نہ تھا، بلکہ چچا کی جو پنشن انھیں ملا کرتی تھی وہ بھی بوجوہ بند ہو گئی۔ البتہ غالب آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے استاد بھی مقرر ہوئے اور یوں ان کی معاشی حالت کچھ حد تک بہتر ہو گئی۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد کے بدترین حالات کو غالب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؛ ذاتی پریشانیوں کے ساتھ دلی کی تباہی اور سیاسی و معاشرتی زبوں حالی نے انھیں بہت متاثر کیا، اور ان کی زندگی کا آخری حصہ دکھوں اور تکلیفوں میں گزرا۔ 15 فروری 1869ء کو غالب کا دلی ہی میں انتقال ہوا۔

غالب ہر دور کے اہم شاعر ہیں اور ان کی فنی عظمت کو ہر ایک نے سراہا ہے۔ وہ اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی ہمہ گیر شخصیت کی طرح ان کی شاعری میں بڑا تنوع اور بوقلمونی پائی جاتی ہے؛ ان کے یہاں موضوعات کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ انفرادیت، جدتِ ادا، معنی آفرینی، پہلو داری، نادر تشبیہات و استعارات، نئے نئے الفاظ و تراکیب، طنز و ظرافت اور آفاقیت ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اہم تصانیف: دیوانِ غالب (اردو)، کلیاتِ غالب (فارسی)، عودِ ہندی اور اردوئے معلیٰ (خطوط)، پنج آہنگ (فارسی نثر)، مہرِ نیم روز (فارسی) اور دستنبو (فارسی) وغیرہ۔

قوافی، ردیف، تراکیب، تلمیحات اور حسنِ تعلیل

ردیف اور قوافی (مشق 3)

ردیف: 'ہو گئیں'۔ قوافی: نمایاں، پنہاں، نسیاں، زنداں، کنعاں، فروزاں، آساں، ویراں۔

تراکیب کا مفہوم (مشق 4)

نقش و نگار: تصویریں اور بیل بوٹے؛ یہاں یادوں کے نقوش۔ طاقِ نسیاں: بھول کا طاق، یعنی ایسی جگہ جہاں رکھی چیز بھول جائے۔ دیوارِ زنداں: قید خانے کی دیوار۔ جوئے خوں: خون کی ندی، یعنی خون کے آنسو۔ ماہِ کنعاں: کنعان کا چاند، یعنی حضرت یوسفؑ۔

حسنِ تعلیل

جب کلام میں کسی امر کی حقیقی وجہ اور علت کو چھوڑ کر شاعر کوئی خیالی یا شاعرانہ وجہ بیان کرے تو اسے صنعتِ حسنِ تعلیل کہتے ہیں۔ غالب کے مطلع میں لالہ و گل کے کھلنے کی حقیقی وجہ (موسم، بیج، پانی) چھوڑ کر یہ خیالی وجہ بتائی گئی ہے کہ مٹی میں دفن حسین چہرے پھولوں کی صورت میں ظاہر ہو گئے ہیں۔

تلمیحات

تیسرے شعر میں حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے قصے کی طرف اشارہ ہے: حضرت یوسفؑ بھائیوں کی سازش سے جدا ہوئے، پھر مصر میں قید رہے، اور حضرت یعقوبؑ ان کی جدائی میں روتے روتے بینائی کھو بیٹھے۔ چوتھے شعر میں زلیخا اور زنانِ مصر کا قصہ ہے کہ مصر کی عورتیں حضرت یوسفؑ کے حسن کو دیکھ کر ایسی محو ہوئیں کہ انھوں نے پھل کی جگہ اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

مقطع

غزل کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلص ہو، مقطع کہلاتا ہے (مشق 2 د)۔

Free notes: freebooks.pk

غزل کا تعارف

یہ غزل 'دیوانِ غالب' سے لی گئی ہے اور سات اشعار پر مشتمل ہے۔ ہر شعر کا مضمون الگ ہے، جو غزل کی روایت ہے، مگر سب پر غالب کی فکری گہرائی اور غم کی ایک لہر چھائی ہوئی ہے۔

غزل میں فلسفۂ حیات (فنا اور ناپائیداری)، یادوں کا مٹنا، تلمیحات (یعقوبؑ، یوسفؑ، زلیخا)، فراق کی شام، رنج کا عادی ہو جانا اور شاعر کے گریے کا مبالغہ آمیز بیان ملتا ہے۔ نادر تشبیہات، حسنِ تعلیل اور معنی آفرینی غالب کے خاص انداز کو نمایاں کرتی ہیں۔

شعر وار تشریح

شعر 1 (مطلع): مٹی میں چھپے چہرے

شاعر کہتا ہے کہ دنیا کے سب حسین لوگ نہیں، ان میں سے کچھ ہی لالہ اور گلاب کے پھولوں کی صورت میں دوبارہ ظاہر ہوئے ہیں؛ خدا جانے مٹی میں کیسی کیسی خوب صورت صورتیں ہوں گی جو ہمیشہ کے لیے چھپ گئیں۔ یعنی زندگی فانی ہے؛ بے شمار حسین لوگ خاک میں مل گئے۔ پھولوں کو دفن شدہ چہروں کا ظہور کہنا حسنِ تعلیل ہے۔

شعر 2: یادوں کا طاقِ نسیاں

مجھے بھی کبھی رنگا رنگ محفلیں یاد تھیں، مگر اب ان کے نقش و نگار بھول کے طاق پر رکھ دیے گئے ہیں، یعنی وقت کے ساتھ وہ یادیں مٹ گئیں۔ یہاں زندگی کی رونقوں کے ختم ہونے اور حافظے کی کمزوری پر افسوس ہے۔

شعر 3: یعقوبؑ کی آنکھیں

حضرت یعقوبؑ نے قید میں حضرت یوسفؑ کی خبر نہ لی، لیکن ان کی آنکھیں قید خانے کی دیوار کے روشن دان بن گئیں۔ یعنی جدائی میں رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور ہر وقت یوسفؑ کے تصور میں کھوئی رہیں؛ گویا وہ آنکھیں قید خانے کے روشن دان کی طرح یوسفؑ کو دیکھ رہی تھیں۔ غالب نے بظاہر شکوہ کر کے دراصل حضرت یعقوبؑ کی محبت کی گہرائی بیان کی ہے۔

شعر 4: زلیخا کی خوشی

رقیب عام طور پر ایک دوسرے سے ناخوش ہوتے ہیں، مگر زلیخا مصر کی عورتوں سے خوش تھی کہ وہ بھی حضرت یوسفؑ (ماہِ کنعاں) کے حسن میں محو ہو گئیں۔ وجہ یہ تھی کہ وہ زلیخا کو یوسفؑ سے محبت پر طعنے دیتی تھیں؛ جب خود انھوں نے یوسفؑ کو دیکھ کر ہاتھ کاٹ لیے تو زلیخا کی محبت کا جواز ثابت ہو گیا۔ یوں غالب نے رقابت کی روایت سے ہٹ کر نیا پہلو نکالا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

شعر 5: فراق کی شام اور خون کے آنسو

شاعر کہتا ہے کہ آنکھوں سے خون کی ندی بہنے دو، کیونکہ یہ جدائی کی شام ہے؛ میں یہ سمجھوں گا کہ دو شمعیں روشن ہو گئی ہیں۔ یعنی شامِ فراق کے اندھیرے میں خون کے آنسوؤں سے سرخ آنکھیں جلتی ہوئی دو شمعوں جیسی لگیں گی۔ یہ نادر تشبیہ اور غم کا دل کش بیان ہے۔

شعر 6: رنج کا عادی ہونا

جب انسان رنج کا عادی (خوگر) ہو جائے تو رنج کا احساس مٹ جاتا ہے۔ مجھ پر اتنی زیادہ مشکلیں پڑیں کہ وہ آسان ہو گئیں۔ یہ زندگی کی ایک گہری نفسیاتی حقیقت ہے کہ مسلسل تکلیف انسان کو برداشت کا عادی بنا دیتی ہے۔

شعر 7 (مقطع): غالب کا گریہ

اے دنیا والو! اگر غالب اسی طرح روتا رہا تو دیکھنا، یہ بستیاں ویران ہو جائیں گی۔ یعنی اس کے آنسوؤں کا سیلاب بستیوں کو بہا لے جائے گا، یا اس کا غم سارے ماحول کو اداس کر دے گا۔ یہ مبالغے کی خوب صورت مثال ہے۔

مرکزی خیال

اس غزل کا مرکزی خیال زندگی کی ناپائیداری، غم اور فراق کی کیفیات اور ان سے نمٹنے کی انسانی صلاحیت ہے۔ غالب بتاتے ہیں کہ بے شمار حسین چہرے خاک میں چھپ گئے، رنگین محفلوں کی یادیں بھی مٹ جاتی ہیں، محبت (یعقوبؑ اور زلیخا) انسان کو انوکھے رویوں پر آمادہ کرتی ہے، فراق کی شام میں آنسو بھی شمعیں بن جاتے ہیں، اور جب انسان رنج کا عادی ہو جائے تو مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ تلمیح، حسنِ تعلیل، نادر تشبیہ اور مبالغہ غزل کی فنی خوبیاں ہیں۔

اہم الفاظ کے معنی

لالہ و گل

لالہ اور گلاب کے پھول۔

نمایاں

ظاہر۔

پنہاں

چھپا ہوا۔

بزم آرائیاں

محفلیں سجانا، رونقیں۔

نقش و نگار
تصویریں، بیل بوٹے؛ یادوں کے نشان۔

طاقِ نسیاں
بھول کا طاق۔

روزن
روشن دان، سوراخ۔

دیوارِ زنداں
قید خانے کی دیوار۔

رقیب
محبت میں حریف۔

زنانِ مصر
مصر کی عورتیں۔

محو
گم، کھویا ہوا۔

ماہِ کنعاں
کنعان کا چاند؛ حضرت یوسفؑ۔

جوئے خوں
خون کی ندی۔

شامِ فراق
جدائی کی شام۔

فروزاں
روشن۔

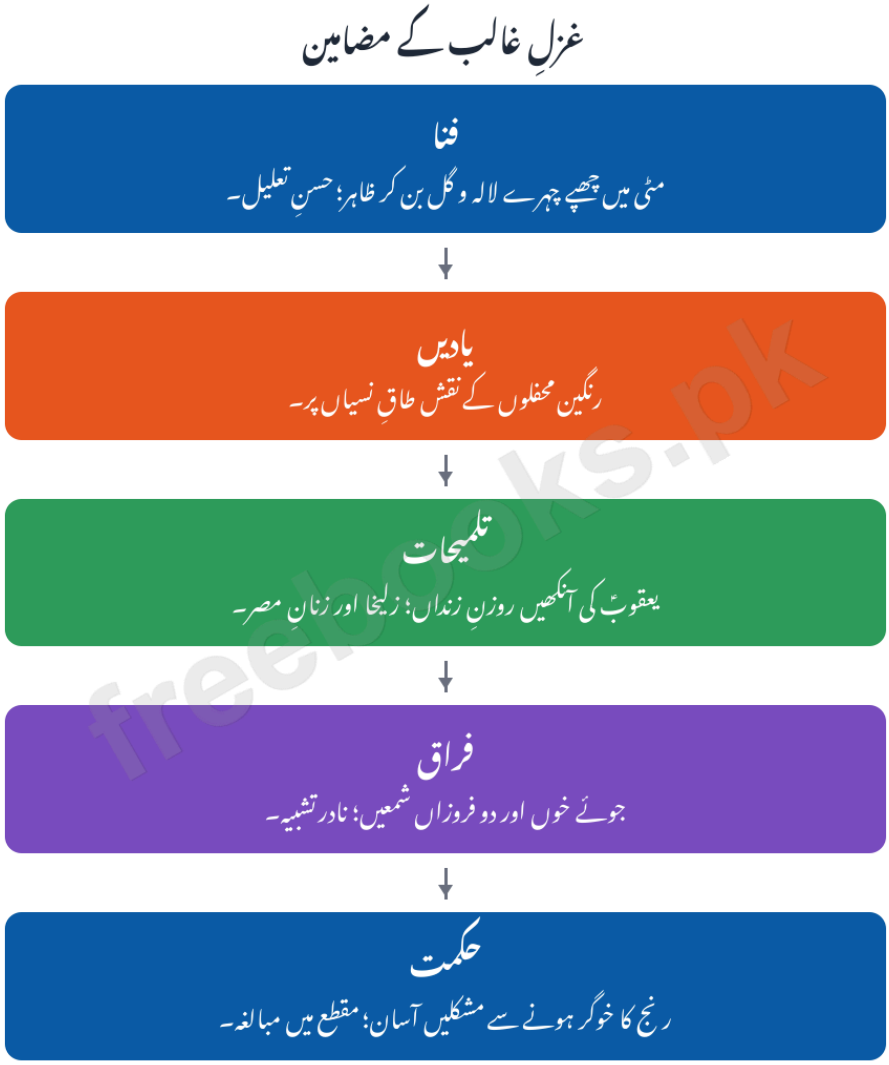
خوگر
عادی۔

Free notes: freebooks.pk

اہلِ جہاں
دنیا والے۔

ویراں
اجڑا ہوا۔

خاکہ
غزلِ غالب کے مضامین: یہ خاکہ مرزا غالب کی غزل کے اہم مضامین اور ان میں استعمال ہونے والی صنعتوں کو دکھاتا ہے۔



freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

لالہ و گل سے کیا مراد ہے؟

لالہ اور گلاب کے پھول؛ شاعر کے خیال میں یہ مٹی میں دفن حسین چہروں کا ظہور ہیں۔

غالب کن چیزوں کے بھول جانے کا افسوس کر رہا ہے؟

رنگا رنگ بزم آرائیوں (محفلوں اور رونقوں) کی یادوں کا، جو اب طاقِ نسیاں پر رکھی گئی ہیں۔

جوئے خوں، شامِ فراق اور شمع میں کیا باہمی تعلق ہے؟

شامِ فراق کے اندھیرے میں آنکھوں سے بہنے والے خون کے آنسو آنکھوں کو سرخ کر دیتے ہیں، جو دو روشن شمعوں کی طرح لگتی ہیں۔

رقابت کی روایت سے ہٹ کر زلیخا زنانِ مصر سے کیوں خوش تھی؟

کیونکہ وہ عورتیں بھی حضرت یوسفؑ کے حسن میں محو ہو گئیں، جس سے زلیخا کی محبت کا جواز ثابت ہو گیا اور ان کے طعنے ختم ہو گئے۔

غالب کے نزدیک رنج کو مٹانے کا کیا طریقہ ہے؟

رنج کا عادی ہو جانا؛ جب انسان رنج کا خوگر ہو جائے تو رنج مٹ جاتا ہے۔

اس غزل کی ردیف کیا ہے؟

'ہو گئیں'۔

'ماہِ کنعاں' سے کون مراد ہے؟

حضرت یوسفؑ۔

حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں کیا بن گئیں؟

قید خانے کی دیوار کے روشن دان۔

غالب کا ابتدائی تخلص کیا تھا؟

اسد۔

غالب کس بادشاہ کے استاد مقرر ہوئے؟

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے۔

غالب کے خطوط کے مجموعوں کے نام لکھیں۔

عودِ ہندی اور اردوئے معلیٰ۔

Free notes: freebooks.pk

حسنِ تعلیل کی تعریف کریں۔

کسی بات کی حقیقی وجہ چھوڑ کر کوئی خیالی یا شاعرانہ وجہ بیان کرنا۔

تفصیلی سوالات و جوابات

زیرِ مطالعہ غزل کے مطلع کی تشریح صنعتِ حسنِ تعلیل کی روشنی میں کریں۔

حوالہ

یہ مطلع مرزا غالب کی غزل سے ہے جو 'دیوانِ غالب' میں شامل ہے۔

مفہوم

شاعر کہتا ہے کہ سب نہیں، کچھ ہی حسین چہرے لالہ و گل کی صورت میں نمایاں ہوئے ہیں؛ نہ جانے خاک میں کیسی کیسی صورتیں ہوں گی جو ہمیشہ کے لیے پنہاں ہو گئیں۔ یہ زندگی کی ناپائیداری کا اعتراف ہے۔

حسنِ تعلیل

پھول کھلنے کی حقیقی وجہ تو بیج، پانی، مٹی اور موسم ہے، مگر غالب نے اس کی شاعرانہ وجہ یہ بتائی ہے کہ مٹی میں دفن حسین لوگوں کے چہرے پھول بن کر نکل آئے ہیں۔ یہی خیالی علت حسنِ تعلیل ہے۔

ملتا جلتا خیال

غلام ہمدانی مصحفی نے بھی ایک شعر میں لالے کے پھول کو شہیدِ عشق کے خون کا ظہور کہا ہے؛ دونوں شعروں میں پھول کی خیالی وجہ بیان کی گئی ہے، مگر غالب کے یہاں فنا کا فلسفیانہ رنگ زیادہ گہرا ہے۔

غزل کے 'رنج سے خوگر...' والے شعر کی تشریح کریں جو زندگی کی حکمتوں اور صداقتوں کو سمیٹے ہوئے ہے، اور غالب کے شعر 'عشرتِ قطرہ...' کو بھی شامل کریں۔

مفہوم

غالب کہتے ہیں کہ جب انسان رنج کا عادی ہو جائے تو رنج کا احساس ختم ہو جاتا ہے؛ مجھ پر اتنی مشکلیں پڑیں کہ وہ آسان ہو گئیں۔

زندگی کی حقیقت

یہ ایک نفسیاتی سچائی ہے کہ پہلی مصیبت سب سے بھاری لگتی ہے، مگر مسلسل آزمائشیں انسان کو مضبوط اور صابر بنا دیتی ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

‘عشرتِ قطرہ’ والا شعر

اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ قطرے کی اصل خوشی دریا میں مل کر فنا ہو جانا ہے، اور درد کا حد سے بڑھ جانا ہی اس کی دوا بن جاتا ہے۔ یعنی جب تکلیف انتہا کو پہنچ جائے تو وہ خود اپنا علاج بن جاتی ہے۔

دونوں کا مشترک پیغام

دونوں اشعار بتاتے ہیں کہ غم سے بھاگنے کے بجائے اسے قبول کرنے سے انسان کو سکون ملتا ہے؛ یہی غالب کا حوصلہ مند فلسفۂ حیات ہے۔

مرزا غالب کی بلند خیالی اور شاعرانہ اسلوب پر اپنی رائے کا اظہار کریں اور بتائیں کہ خاص و عام میں ان کی مقبولیت کا راز کیا ہے؟

بلند خیالی اور معنی آفرینی

غالب عام مضمون کو نئے زاویے سے دیکھتے ہیں؛ پھولوں میں دفن چہرے دیکھنا اور زلیخا کا رقیبوں سے خوش ہونا اس کی مثالیں ہیں۔

فلسفیانہ گہرائی

فنا، غم، صبر اور انسانی نفسیات جیسے موضوعات کو وہ گہرے فلسفیانہ انداز میں بیان کرتے ہیں، جیسے رنج کا خوگر ہونے والا شعر۔

اسلوب

نادر تشبیہات و استعارات، نئی تراکیب (طاقِ نسیاں، جوئے خوں، ماہِ کنعاں)، تلمیحات اور پہلو داری ان کے اسلوب کی پہچان ہیں؛ ساتھ ہی طنز و ظرافت بھی ملتی ہے۔

مقبولیت کا راز

ان کے اشعار میں آفاقیت ہے؛ ہر دور اور ہر طبقے کا انسان ان میں اپنے دل کی بات پاتا ہے۔ ان کے کئی مصرعے ضرب المثل بن چکے ہیں، اسی لیے وہ خاص و عام دونوں میں مقبول ہیں۔

غالب کی غزل میں موجود تلمیحات کی وضاحت کریں اور مقطع کا تقابل غالب کے شعر ‘وفورِ اشک...’ سے کریں۔

یعقوبؑ اور یوسفؑ

تیسرے شعر میں حضرت یعقوبؑ کا ذکر ہے جو حضرت یوسفؑ کی جدائی میں روتے روتے بینائی کھو بیٹھے؛ غالب نے ان کی آنکھوں کو قید خانے کی دیوار کے روشن دان کہا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

زلیخا اور زنانِ مصر

چوتھے شعر میں زلیخا اور مصر کی ان عورتوں کا ذکر ہے جو یوسفؑ کے حسن میں محو ہو کر ہاتھ کاٹ بیٹھیں؛ زلیخا اس پر خوش تھی کہ اس کی محبت کا جواز ثابت ہو گیا۔

مقطع کا مفہوم

مقطع میں غالب کہتے ہیں کہ اگر وہ یوں ہی روتا رہا تو بستیاں ویران ہو جائیں گی؛ یہ آنسوؤں کی کثرت کا مبالغہ ہے۔

'وفورِ اشک' سے مماثلت

غالب کے دوسرے شعر میں آنسوؤں کی کثرت سے گھر کے در و دیوار کے بہہ جانے (صرف در و دیوار رہ جانے) کا ذکر ہے۔ دونوں اشعار میں آنسوؤں کو سیلاب کی طرح تباہ کن دکھایا گیا ہے؛ ایک میں گھر اجڑتا ہے اور دوسرے میں بستیاں۔ دونوں میں مبالغہ مشترک ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں: (الف) نکہتیں (ب) صورتیں (ج) مورتیں (د) حیرتیں

درست جواب: (ب) صورتیں۔ کچھ صورتیں لالہ و گل میں نمایاں ہوئیں۔

طاقِ نسیاں کا نقش و نگار بنیں رنگا رنگ: (الف) حسن آرائیاں (ب) جمال آرائیاں (ج) بزم آرائیاں (د) خیال آرائیاں

درست جواب: (ج) بزم آرائیاں۔ رنگا رنگ بزم آرائیاں۔

قواعد کی رو سے 'نقش و نگار' ہے: (الف) مرکبِ عطفی (ب) مرکبِ توصیفی (ج) مرکبِ اضافی (د) مرکبِ عددی

درست جواب: (الف) مرکبِ عطفی۔ 'و' سے جڑا مرکب عطفی ہے۔

غزل کا آخری شعر جس میں تخلص موجود ہو کہلاتا ہے: (الف) مطلع (ب) مقطع (ج) حسنِ مطلع (د) مطلعِ ثانی

درست جواب: (ب) مقطع۔ مقطع۔

'جوئے خوں' کا مطلب ہے: (الف) خون کا دریا (ب) خون کی ندی (ج) خون کا رنگ (د) فشارِ خون

درست جواب: (ب) خون کی ندی۔ جو یعنی ندی۔

اس غزل کی ردیف ہے: (الف) نمایاں (ب) ہو گئیں (ج) گئیں (د) ویراں

درست جواب: (ب) ہو گئیں۔ ہر شعر 'ہو گئیں' پر ختم۔

'ماہِ کنعاں' سے مراد ہیں: (الف) حضرت یعقوبؑ (ب) حضرت یوسفؑ (ج) حضرت موسیٰؑ (د) حضرت ابراہیمؑ

درست جواب: (ب) حضرت یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ۔

Free notes: freebooks.pk

یعقوبؑ کی آنکھیں بن گئیں: (الف) چراغ (ب) روزنِ دیوارِ زنداں (ج) شمعیں (د) دریا

درست جواب: (ب) روزنِ دیوارِ زنداں۔ قید خانے کی دیوار کے روشن دان۔

غالب کس شہر میں پیدا ہوئے؟ (الف) دلی (ب) اکبر آباد (آگرہ) (ج) لکھنؤ (د) رام پور

درست جواب: (ب) اکبر آباد (آگرہ)۔ اکبر آباد (آگرہ)۔

غالب کے آبا و اجداد ہجرت کر کے آئے: (الف) بخارا سے (ب) سمرقند سے (ج) ایران سے (د) عرب سے

درست جواب: (ب) سمرقند سے۔ سمرقند سے۔

غالب کا انتقال ہوا: (الف) 15 فروری 1869ء (ب) 15 فروری 1857ء (ج) 27 دسمبر 1869ء (د) 15 مارچ 1869ء

درست جواب: (الف) 15 فروری 1869ء۔ درسی کتاب کے مطابق 15 فروری 1869ء۔

مطلع میں پھولوں کو دفن چہروں کا ظہور کہنا کون سی صنعت ہے؟ (الف) تلمیح (ب) حسنِ تعلیل (ج) تضاد (د) تکرار

درست جواب: (ب) حسنِ تعلیل۔ خیالی وجہ بیان کرنا حسنِ تعلیل ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: مرزا اسد اللہ بیگ غالب (1797ء–1869ء)، اکبر آباد؛ ابتدائی تخلص اسد؛ والد مرزا عبداللہ بیگ؛ چچا مرزا نصر اللہ بیگ؛ شادی نواب الٰہی بخش معروف کی بیٹی امراؤ بیگم سے؛ استادِ بہادر شاہ ظفر؛ وفات 15 فروری 1869ء دلی۔
- تصانیف: دیوانِ غالب، کلیاتِ غالب، عودِ ہندی، اردوئے معلیٰ، پنج آہنگ، مہرِ نیم روز، دستنبو۔
- ردیف: ہو گئیں؛ قوافی: نمایاں، پنہاں، نسیاں، زنداں، کنعاں، فروزاں، آساں، ویراں۔
- MCQs: صورتیں، بزم آرائیاں، مرکبِ عطفی، مقطع، خون کی ندی۔
- صنعتیں: حسنِ تعلیل (مطلع)، تلمیح (یعقوبؑ، یوسفؑ، زلیخا)، تشبیہ (آنکھیں = شمعیں)، مبالغہ (مقطع)۔

امتحانی نکات

- تلمیحات کی تشریح میں قصے کا خلاصہ دو تین جملوں میں ضرور لکھیں۔
- حسنِ تعلیل کی تعریف اور مطلع سے مثال یاد رکھیں؛ یہ اکثر پوچھی جاتی ہے۔
- تراکیب (نقش و نگار، طاقِ نسیاں، دیوارِ زنداں، جوئے خوں، ماہِ کنعاں) کے معنی الگ سے یاد کریں۔
- MCQs کے پانچ جواب (صورتیں، بزم آرائیاں، مرکبِ عطفی، مقطع، خون کی ندی) یاد رکھیں۔
- غالب کی تصانیف کو اردو اور فارسی، نظم اور نثر میں بانٹ کر یاد کریں۔

Free notes: freebooks.pk

حقائق کی وضاحت

مرزا غالب کے سنِ پیدائش و وفات (1797ء–1869ء)، تاریخِ وفات 15 فروری 1869ء اور سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔ غالب کی اہلیہ کا نام امراؤ بیگم مشہور تاریخی حقیقت ہے۔

مشق 8 میں ‘پانچواں شعر’ کہا گیا ہے؛ اس سے مراد زندگی کی حکمت والا شعر ہے جس میں رنج کے خوگر ہونے کا ذکر ہے۔ اگر آپ کے استاد کسی اور شعر کو پانچواں مانیں تو ان کی رہنمائی لیں۔

یہاں اشعار کا متن نقل کرنے کے بجائے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے؛ اصل غزل کے لیے درسی کتاب دیکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 20: غزل (علامہ محمد اقبال)

Urdu Class 12 Lesson 20: Ghazal (Allama Muhammad Iqbal)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے بیسویں سبق، یعنی علامہ محمد اقبال کی غزل پر مبنی ہیں جو 'بالِ جبریل' سے لی گئی ہے۔ اس غزل میں اقبال نوجوانوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ زندگی ایک مسلسل سفر ہے؛ ستاروں سے آگے بھی جہان ہیں، عشق کے امتحان ابھی باقی ہیں، اس لیے موجودہ حالات پر قناعت کرنے کے بجائے شاہین کی طرح بلند پرواز جاری رکھنی چاہیے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، غزل کا تعارف، آسان شعر وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، تذکیر و تانیث، فلسفۂ خودی اور حرکت و عمل، اقبال کے دیگر اشعار کے سوالات کے جواب، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- اعلیٰ مقاصد، مسلسل جدوجہد اور زندگی میں آگے بڑھنے کے تصور سے روشناس ہونا۔
- فلسفۂ خودی کو سمجھنا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔
- خود اعتمادی، عالی حوصلگی اور مثبت سوچ پیدا کرنا۔
- زیرِ مطالعہ غزل کے معانی، مفاہیم اور مطالب سے روشناس ہونا۔

شاعر کا تعارف

علامہ محمد اقبال (1877ء–1938ء) کا نام محمد اقبال اور تخلص بھی اقبال ہی تھا۔ وہ 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام نور محمد تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم کا آغاز قدیم طرز پر ایک دینی مکتب میں ہوا۔ میٹرک کا امتحان نمایاں حیثیت میں پاس کرنے کے بعد وہ مرے کالج سیالکوٹ میں داخل ہوئے، جہاں انھوں نے مولوی میر حسن جیسے فاضل استاد سے فیض حاصل کیا۔

ایف اے کرنے کے بعد وہ مزید تعلیم کے لیے لاہور آ گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ یہاں انھیں سر تھامس آرنلڈ جیسے شفیق استاد سے رہنمائی حاصل کرنے کا بھرپور موقع ملا۔ یہیں سے انھوں نے فلسفے میں ایم اے کیا اور کچھ عرصے کے لیے اورینٹل کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

1905ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے۔ قیامِ یورپ کے دوران انھوں نے کیمبرج یونیورسٹی، انگلستان سے بار ایٹ لا کی ڈگری حاصل کی اور جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے 'فلسفۂ ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقا' کے موضوع پر مقالہ لکھ

کرپی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ 1908ء میں وطن لوٹ آئے اور اپنی شاعری کے ذریعے سے ملک و قوم کی اصلاح کا کام لینے لگے۔ 1922ء میں حکومتِ برطانیہ کی طرف سے 'سر' کا خطاب ملا۔ 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ 21 اپریل 1938ء کو قوم کے یہ عظیم شاعر اور فلسفی دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

علامہ اقبال قومی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ قومی رہنما اور عظیم مفکر بھی تھے۔ انھوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں پُرسوز اور دل گداز شاعری کی۔ انھوں نے شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا تھا، مگر جلد ہی ان کی طبیعت نظم گوئی کی طرف مائل ہو گئی۔ انھوں نے متعدد نظمیں لکھ کر قوم کو اصلاح کے ساتھ ساتھ جہانِ تازہ کی جستجو کا جذبہ بھی ابھارا۔ اردو نظم کو فن اور موضوع کے اعتبار سے جو وسعت عطا کی وہ انھی کا حصہ ہے؛ انھوں نے اپنی فکر اور مشاہدے سے اردو شاعری کو لازوال عظمت اور رفعت سے ہم کنار کیا۔ ان کی شعری تصانیف میں بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، پیامِ مشرق اور ارمغانِ حجاز بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔

ردیف، قوافی، تذکیر و تانیث اور شاہین کی علامت

ردیف اور قوافی

ردیف: 'اور بھی ہیں' (مشق 2 د)۔ قوافی: جہاں، امتحاں، کارواں، آشیاں، فغاں، آسماں، مکاں، رازداں۔

مطلع

غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوں (مشق 2 ج: الف اور ب دونوں)۔

تذکیر و تانیث (مشق 5)

عشق (مذکر): اس کا عشق سچا تھا۔ امتحان (مذکر): امتحان سخت تھا۔ کارواں (مذکر): کارواں منزل کی طرف روانہ ہوا۔ قناعت (مؤنث): قناعت بڑی دولت ہے۔ چمن (مذکر): چمن پھولوں سے بھرا ہے۔ آشیاں (مذکر): پرندے کا آشیاں اجڑ گیا۔ نشیمن (مذکر): بلبل کا نشیمن شاخ پر تھا۔ فغاں (مؤنث): مظلوم کی فغاں عرش تک پہنچی۔ شاہیں (مذکر): شاہیں بلندی پر اڑ رہا ہے۔ پرواز (مؤنث): شاہین کی پرواز بلند ہوتی ہے۔ انجمن (مؤنث): ادبی انجمن کا اجلاس ہوا۔ تہی (صفت؛ خالی): یہ صفت ہے، اس کی اپنی جنس نہیں ہوتی؛ جیسے 'اس کا دامن تہی ہے'۔

شاہین کی علامت

اقبال کے یہاں شاہین بلند پرواز، خود دار، آزاد، محنتی اور قناعت پسندی سے دور مردِ مومن اور باہمت نوجوان کی علامت ہے؛ وہ آشیانہ نہیں بناتا اور دوسروں کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔

فلسفۂ خودی

خودی سے مراد اپنی ذات کی پہچان، خود داری اور اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی کی تربیت سے انسان اللہ کی رضا اور کائنات کی تسخیر تک پہنچتا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

غزل کا تعارف

یہ غزل علامہ اقبال کے مجموعے 'بالِ جبریل' سے لی گئی ہے اور سات اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی ردیف 'اور بھی ہیں' پوری غزل کو ایک مسلسل پیغام میں باندھ دیتی ہے: ہر منزل کے بعد ایک اور منزل ہے۔

غزل میں اقبال کا فلسفۂ خودی، حرکت و عمل اور جہدِ مسلسل کا پیغام نمایاں ہے۔ شاہین، آشیاں، نشیمن، چمن اور آسماں جیسی علامتوں کے ذریعے شاعر نوجوانوں کو بلند حوصلہ، پُر امید اور مسلسل کوشاں رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

شعر وار تشریح

شعر 1 (مطلع): ستاروں سے آگے

اقبال کہتے ہیں کہ ستاروں سے آگے بھی جہان موجود ہیں اور عشق کے امتحان ابھی باقی ہیں۔ یعنی انسان کی منزل یہ دنیا ہی نہیں؛ اس کے سامنے بے شمار نئے جہان دریافت کرنے کو ہیں، اور عشق (سچی لگن) کو ابھی کئی آزمائشوں سے گزرنا ہے۔ اس لیے کسی ایک کامیابی پر رک جانا درست نہیں۔

شعر 2: فضائیں خالی نہیں

یہ فضائیں زندگی سے خالی نہیں؛ یہاں سیکڑوں اور قافلے بھی ہیں۔ یعنی تم اس کائنات میں اکیلے نہیں، بے شمار قافلے سفر میں ہیں؛ ہر جگہ زندگی اور حرکت ہے، اس لیے مایوس نہ ہو۔

شعر 3: عالمِ رنگ و بو پر قناعت نہ کر

اے انسان! رنگ و بو کی اس دنیا (مادی حسن) پر قناعت نہ کر؛ اور بھی چمن ہیں اور اور بھی آشیانے ہیں۔ یعنی جو کچھ حاصل ہے اس پر مطمئن ہو کر بیٹھ نہ جاؤ، بلکہ نئی منزلوں اور بلند مقاصد کی جستجو جاری رکھو۔

شعر 4: نشیمن کھو جائے تو غم کیا

اگر ایک نشیمن (آشیانہ) کھو گیا تو کیا غم ہے؛ آہ و فغاں کے اور بھی مقامات ہیں۔ یعنی کسی ایک ناکامی یا نقصان پر ہمت نہیں ہارنی چاہیے؛ زندگی میں اور بہت سے مواقع اور مقامات ہیں جہاں انسان اپنی آرزوؤں کا اظہار اور جدوجہد کر سکتا ہے۔

شعر 5: تو شاہین ہے

اے نوجوان! تو شاہین ہے اور پرواز تیرا کام ہے؛ تیرے سامنے اور بھی آسمان ہیں۔ یعنی تجھے بلند حوصلے سے اڑتے رہنا ہے؛ ایک بلندی حاصل کر کے رک نہ جا، کیونکہ اس سے آگے اور بلندیاں تیری منتظر ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

شعر 6: روز و شب میں نہ الجھ

ان دن رات (وقت کے محدود پیمانوں) میں الجھ کر نہ رہ جا، کیونکہ تیرے لیے اور زمان و مکان بھی ہیں۔ یعنی انسان کی خودی وقت اور جگہ کی قید سے بلند ہے؛ اسے روزمرہ کے معمولات میں کھو جانے کے بجائے ابدی مقاصد پر نظر رکھنی چاہیے۔

شعر 7: تنہائی ختم ہوئی

وہ دن گئے جب میں محفل میں تنہا تھا؛ اب یہاں میرے اور بھی رازدان (ہم خیال) ہیں۔ یعنی اقبال کا پیغام اب قوم میں پھیل چکا ہے اور بہت سے لوگ ان کے ہم خیال بن گئے ہیں؛ اب ان کی فکری تنہائی ختم ہو گئی ہے۔

مرکزی خیال

اس غزل کا مرکزی خیال جہدِ مسلسل، بلند حوصلگی اور حرکت و عمل ہے۔ اقبال کے نزدیک زندگی کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا؛ ستاروں سے آگے بھی جہان ہیں اور عشق کے امتحان باقی ہیں۔ انسان کو مادی دنیا پر قناعت نہیں کرنی چاہیے، کسی نقصان پر مایوس نہیں ہونا چاہیے، اور روز و شب کی قید میں الجھنے کے بجائے شاہین کی طرح نئی بلندیوں کی طرف پرواز جاری رکھنی چاہیے۔ آخر میں اقبال خوش ہیں کہ ان کا پیغام قبول ہو رہا ہے اور ان کے رازدان بڑھ رہے ہیں۔

اہم الفاظ کے معنی

جہاں

دنیا، عالم۔

امتحاں

آزمائش۔

تہی

خالی۔

فضائیں

کھلی ہوائیں، کائنات کی وسعتیں۔

کارواں

قافلہ۔

قناعت

جو مل جائے اس پر راضی رہنا۔

عالمِ رنگ و بو

رنگ اور خوشبو کی دنیا؛ مادی دنیا۔

چمن

باغ۔

آشیاں

گھونسلا۔

نشیمن

آشیانہ، ٹھکانا۔

مقامات

مقام کی جمع؛ منزلیں۔

فغاں

فریاد، آہ و زاری۔

شاہیں

شاہین، بلند پرواز شکاری پرندہ۔

پرواز

اڑان۔

روز و شب

دن اور رات۔

زمان و مکاں

وقت اور جگہ۔

انجمن

محفل۔

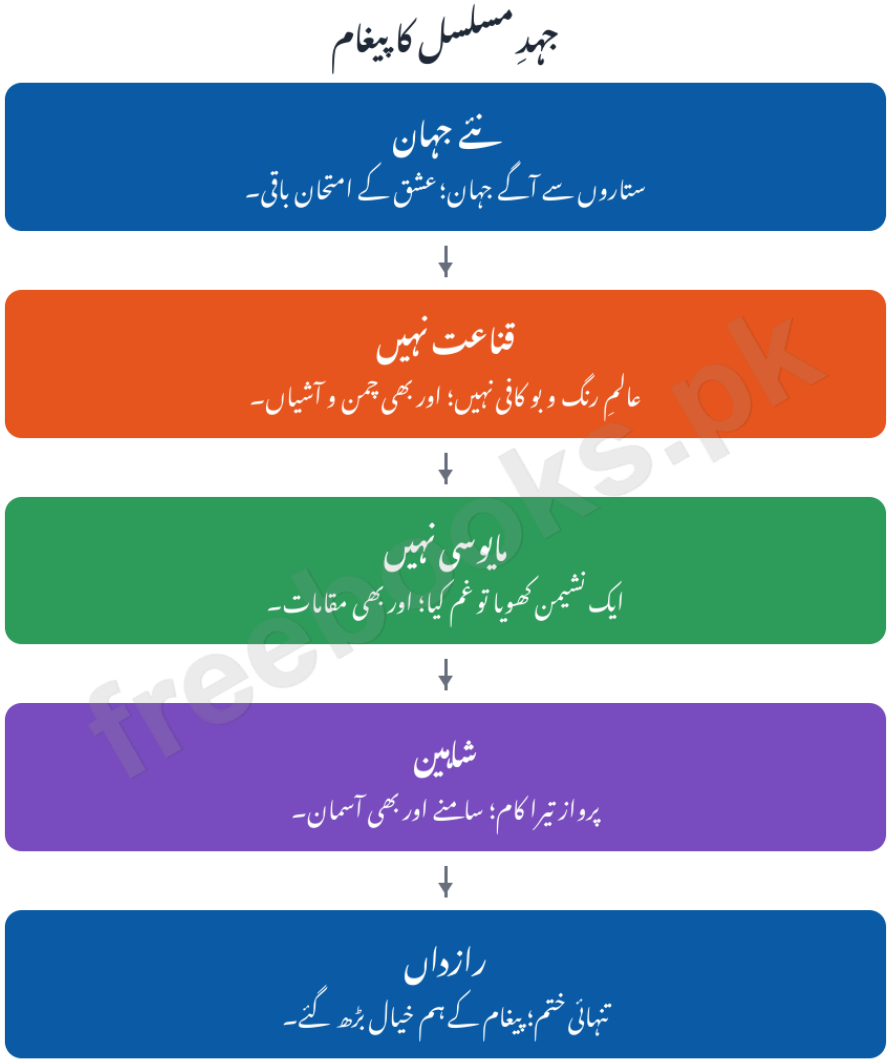
Free notes: freebooks.pk

رازداں

راز جاننے والا، ہم خیال دوست۔

خاکہ

جہدِ مسلسل کا پیغام: یہ خاکہ علامہ اقبال کی غزل میں جہدِ مسلسل اور بلند حوصلگی کے پیغام کے مراحل دکھاتا ہے۔



مختصر سوالات و جوابات

علامہ اقبال نے عشق کی رسائی اور اس کے سفر کے بارے میں کیا کہا ہے؟

کہ ستاروں سے آگے بھی جہان ہیں اور عشق کے امتحان ابھی باقی ہیں؛ عشق کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔

شاہین کا کام کیا ہے اور اس کی منزل کون سی ہے؟

شاہین کا کام پرواز ہے اور اس کی منزل ایک آسمان نہیں بلکہ اس کے سامنے اور بھی آسمان ہیں، یعنی مسلسل بلندی۔

freebooks.pk

Free notes: freebooks.pk

کیا عالمِ رنگ و بو پر قناعت کر لینا ٹھیک ہے؟

نہیں؛ اقبال کے نزدیک اور بھی چمن اور آشیانے ہیں، اس لیے مادی دنیا پر قناعت کرنے کے بجائے آگے بڑھنا چاہیے۔

ایک نشیمن کے کھو جانے پر کیا ردِ عمل ہونا چاہیے؟

غم نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ آہ و فغاں کے اور بھی مقامات ہیں؛ ہمت سے نئی منزل تلاش کرنی چاہیے۔

روز و شب اور زمان و مکاں کے بارے میں اقبال کا کیا خیال ہے؟

کہ انسان کو دن رات کے چکر میں الجھ کر نہیں رہنا چاہیے، کیونکہ اس کے لیے اور بھی زمان و مکاں ہیں؛ اس کی خودی وقت اور جگہ کی قید سے بلند ہے۔

علامہ اقبال نے اپنی فکری تنہائی کے بارے میں کیا کہا ہے؟

کہ وہ دن گئے جب وہ محفل میں تنہا تھے؛ اب ان کے اور بھی رازدان (ہم خیال) موجود ہیں۔

اس غزل کی ردیف کیا ہے؟

'اور بھی ہیں'۔

یہ غزل اقبال کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

بالِ جبریل۔

اقبال نے پی ایچ ڈی کس یونیورسٹی سے کی؟

جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے۔

اقبال کو 'سر' کا خطاب کب ملا؟

1922ء میں۔

مرے کالج سیالکوٹ میں اقبال کے استاد کون تھے؟

مولوی میر حسن۔

'تہی' کا مطلب کیا ہے؟

خالی۔

تفصیلی سوالات و جوابات

اس غزل کی روشنی میں اقبال کے تصورِ حرکت و عمل اور فلسفۂ جہدِ مسلسل پر اظہارِ رائے کریں۔

حرکت ہی زندگی ہے

اقبال کے نزدیک زندگی جمود کا نہیں، حرکت کا نام ہے؛ ردیف 'اور بھی ہیں' بتاتی ہے کہ ہر منزل کے بعد ایک نئی منزل ہے۔

قناعت کی نفی

وہ عالمِ رنگ و بو پر قناعت سے روکتے ہیں، کیونکہ مطمئن ہو کر بیٹھ جانا ترقی کا خاتمہ ہے؛ اور بھی چمن اور آشیاں تلاش کرنے ہیں۔

ناکامی پر حوصلہ

ایک نشیمن کھو جانا بھی انسان کو مایوس نہ کرے؛ نقصان کو نئی جدوجہد کا آغاز بنانا چاہیے۔

شاہین کی مثال

شاہین کی طرح مسلسل پرواز اور نئے آسمانوں کی جستجو اقبال کا مثالی نوجوان ہے؛ یہی جہدِ مسلسل کا فلسفہ ہے۔

زیرِ مطالعہ غزل کے پہلے دو اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اقبال کے 'دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر' اور 'ستاروں پہ کمند' والے اشعار پیشِ نظر رکھیں۔

مطلع کی تشریح

ستاروں سے آگے بھی جہان ہیں اور عشق کے امتحان باقی ہیں؛ یعنی انسان کی منزل لامحدود ہے اور سچی لگن کو مزید آزمائشوں سے گزرنا ہے۔

دوسرے شعر کی تشریح

یہ فضائیں زندگی سے خالی نہیں، یہاں سیکڑوں کارواں ہیں؛ یعنی کائنات حرکت اور زندگی سے بھری ہے اور انسان اس سفر میں اکیلا نہیں۔

'دیارِ عشق' والا شعر

اس شعر میں اقبال کہتے ہیں کہ عشق کی دنیا میں اپنا الگ مقام بنا، اور نیا زمانہ اور نئے صبح و شام پیدا کر؛ یعنی دوسروں کی تقلید کے بجائے اپنی تخلیقی صلاحیت سے نیا دور شروع کر۔

Free notes: freebooks.pk

'ستاروں پہ کمند' والا شعر

اس میں اقبال ان نوجوانوں سے محبت کا اظہار کرتے ہیں جو ستاروں پر کمند ڈالتے ہیں، یعنی بلند مقاصد رکھتے ہیں۔ یہ دونوں اشعار غزل کے مطلع کے پیغام کی تائید کرتے ہیں کہ نوجوان کی نظر ہمیشہ ستاروں سے آگے ہونی چاہیے۔

فنی اور فکری پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے 'اگر کھو گیا اک نشیمن...' اور 'تو شاہیں ہے...' والے اشعار کی تشریح کریں۔

نشیمن والا شعر: فکری پہلو

اگر ایک آشیانہ کھو گیا تو غم کی بات نہیں، آہ و فغاں کے اور بھی مقامات ہیں؛ یعنی کسی ایک نقصان پر ہمت ہارنے کے بجائے نئی منزل کی طرف بڑھنا چاہیے۔

نشیمن والا شعر: فنی پہلو

نشیمن ٹھکانے اور مادی سہارے کی علامت ہے؛ 'آہ و فغاں' مرکبِ عطفی ہے؛ شعر میں امید اور حوصلے کا لہجہ ہے۔

شاہین والا شعر: فکری پہلو

تو شاہین ہے، پرواز تیرا کام ہے، اور تیرے سامنے اور بھی آسمان ہیں؛ یعنی باہمت نوجوان کو ہمیشہ آگے بڑھنا ہے۔

شاہین والا شعر: فنی پہلو

'شاہیں' استعارہ ہے بلند حوصلہ نوجوان کا؛ 'پرواز' اور 'آسماں' میں رعایتِ لفظی ہے؛ خطابیہ انداز شعر کو پُر جوش بناتا ہے۔

علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی پر اظہارِ رائے کریں، ان کی غزل گوئی کے نمایاں پہلو بیان کریں، اور 'لوح بھی تو، قلم بھی تو...' والے اشعار کے سوالات کے جواب دیں۔

فلسفۂ خودی

خودی سے مراد اپنی ذات کی پہچان، خود داری اور اللہ پر بھروسے کے ساتھ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔ اس غزل میں شاہین کی پرواز اور قناعت سے انکار خودی ہی کی علامتیں ہیں۔

غزل گوئی کے پہلو

اقبال نے غزل کو حسن و عشق کے روایتی موضوعات سے نکال کر فلسفے، پیغام اور قومی بیداری کا ذریعہ بنایا؛ علامتیں (شاہین، چمن، آشیاں) اور پُر جوش لہجہ ان کی غزل کی پہچان ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

لوح و قلم والے اشعار: (i) اور (ii)

یہ اشعار حضور اکرم ﷺ کی شان میں کہے گئے ہیں۔ مذہبی روایت کے مطابق قلم نے اللہ کے حکم سے کائنات کی تقدیر لوحِ محفوظ پر لکھی؛ اقبال کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا وجود ہی گویا کائنات کی کتاب ہے۔

لوح و قلم والے اشعار: (iii) اور (iv)

عبادت کے لیے عشق و محبت کا جذبہ ضروری ہے؛ اس کے بغیر قیام و سجود بھی حجاب بن جاتے ہیں۔ عقل جستجو اور غیاب (دوری) کی حالت میں رہتی ہے جبکہ عشق حضوری اور اضطراب (تڑپ) عطا کرتا ہے؛ زندگی میں دونوں کی ضرورت ہے اور آپ ﷺ کی نگاہ سے دونوں کو اپنی مراد ملی۔

معروضی سوالات (MCQs)

عشق میں بہت سے ہوتے ہیں: (الف) مرحلے (ب) موڑ (ج) امتحان (د) دشمن

درست جواب: (ج) امتحان۔ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔

'تہی' کا مطلب ہے: (الف) بھرا ہوا (ب) خالی (ج) بھرپور (د) خوب صورت

درست جواب: (ب) خالی۔ تہی یعنی خالی۔

مطلع کے دونوں مصرعے لازمی ہوتے ہیں: (الف) ہم قافیہ (ب) ہم ردیف (ج) ہم معنی (د) الف اور ب دونوں

درست جواب: (د) الف اور ب دونوں۔ ہم قافیہ بھی اور ہم ردیف بھی۔

'اور بھی ہیں' اس غزل میں ہے: (الف) قافیہ (ب) مطلع (ج) ردیف (د) مقطع

درست جواب: (ج) ردیف۔ ہر شعر کے آخر میں دہرایا گیا ہے۔

'عالمِ رنگ و بو' پر نہیں ہونی چاہیے: (الف) ہمت (ب) جرأت (ج) قناعت (د) راحت

درست جواب: (ج) قناعت۔ قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر۔

یہ غزل ماخوذ ہے: (الف) بانگِ درا (ب) بالِ جبریل (ج) ضربِ کلیم (د) ارمغانِ حجاز

درست جواب: (ب) بالِ جبریل۔ درسی کتاب کے مطابق بالِ جبریل۔

اقبال کے نزدیک شاہین کا کام ہے: (الف) آشیانہ بنانا (ب) پرواز (ج) آرام (د) شکار جمع کرنا

درست جواب: (ب) پرواز۔ تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا۔

Free notes: freebooks.pk

علامہ اقبال کب پیدا ہوئے؟ (الف) 9 نومبر 1877ء (ب) 21 اپریل 1877ء (ج) 9 نومبر 1878ء (د) 25 دسمبر 1877ء

درست جواب: (الف) 9 نومبر 1877ء۔ 9 نومبر 1877ء سیالکوٹ۔

اقبال آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے: (الف) 1922ء (ب) 1930ء (ج) 1935ء (د) 1938ء

درست جواب: (ب) 1930ء۔ 1930ء میں۔

گورنمنٹ کالج لاہور میں اقبال کے استاد تھے: (الف) مولوی میر حسن (ب) سر تھامس آرنلڈ (ج) سرسید احمد خان (د) شبلی نعمانی

درست جواب: (ب) سر تھامس آرنلڈ۔ سر تھامس آرنلڈ۔

'کارواں' کا مطلب ہے: (الف) قافلہ (ب) منزل (ج) راستہ (د) مسافر

درست جواب: (الف) قافلہ۔ کارواں یعنی قافلہ۔

'پرواز' ہے: (الف) مذکر (ب) مؤنث (ج) دونوں (د) کوئی نہیں

درست جواب: (ب) مؤنث۔ شاہین کی پرواز بلند ہوتی ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: علامہ محمد اقبال (9 نومبر 1877ء–21 اپریل 1938ء)، سیالکوٹ؛ والد نور محمد؛ مولوی میر حسن (مرے کالج)، سر تھامس آرنلڈ (گورنمنٹ کالج)؛ ایم اے فلسفہ؛ 1905ء یورپ؛ کیمبرج (بار ایٹ لا)، میونخ (پی ایچ ڈی)؛ 1908ء واپسی؛ 1922ء 'سر'؛ 1930ء صدر مسلم لیگ۔
- تصانیف: بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، پیامِ مشرق، ارمغانِ حجاز۔
- غزل: بالِ جبریل؛ ردیف 'اور بھی ہیں'؛ قوافی: جہاں، امتحاں، کارواں، آشیاں، فغاں، آسماں، مکاں، رازداں۔
- MCQs: امتحان، خالی، الف اور ب دونوں، ردیف، قناعت۔
- پیغام: جہدِ مسلسل، قناعت سے انکار، ناکامی پر حوصلہ، شاہین کی پرواز، خودی۔

امتحانی نکات

- ہر شعر کی تشریح میں 'جہدِ مسلسل' اور 'خودی' کی اصطلاحیں استعمال کریں۔
- شاہین کی علامت کی خصوصیات (بلند پروازی، خود داری، آزادی) ضرور لکھیں۔
- MCQs کے پانچ جواب (امتحان، خالی، الف و ب دونوں، ردیف، قناعت) یاد رکھیں۔
- تذکیر و تانیث میں فعل کے ذریعے جنس واضح کریں؛ 'تہی' صفت ہے، یہ بات بھی لکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

- اقبال کی زندگی کی اہم تاریخیں (1877، 1905، 1908، 1922، 1930، 1938) ترتیب سے یاد کریں۔

حقائق کی وضاحت

علامہ اقبال کی تاریخِ پیدائش (9 نومبر 1877ء)، تاریخِ وفات (21 اپریل 1938ء) اور سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

مشق 5 میں 'تہی' صفت ہے، اس کی اپنی جنس نہیں ہوتی؛ اسے موصوف کے ساتھ جملے میں استعمال کیا گیا ہے۔

مشق 9 (اتحادِ امت اور مسئلۂ کشمیر) ایک مضمون نما سوال ہے جس کا جواب طلبہ اقبال کے اشعار کی روشنی میں خود تیار کریں۔

یہاں اشعار کا متن نقل کرنے کے بجائے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے؛ اصل غزل کے لیے درسی کتاب دیکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 21: غزل (ادا جعفری)

Urdu Class 12 Lesson 21: Ghazal (Ada Jafri)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے اکیسویں سبق، یعنی ادا جعفری کی غزل پر مبنی ہیں جو مجموعہ 'شہرِ درد' سے لی گئی ہے۔ اس غزل میں شاعرہ نے محبت کی رفاقت پر فخر، دل کی ثابت قدمی، آداب میں ڈھلے نازک جذبات، زندگی کے نشیب و فراز اور گردشِ دوراں کے مقابلے میں امید اور حوصلے کو اپنے نرم اور باوقار لہجے میں بیان کیا ہے۔

ان نوٹس میں شاعرہ کا تعارف، غزل کا تعارف، آسان شعر وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ کے معنی، قوافی و ردیف، صنعتِ تضاد، رعایتِ لفظی و مراعات النظیر، محاورات کے جملے، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- غزل کے سادہ، شگفتہ اور اثر انگیز اسلوب کی تحسین کرنا۔
- سماجیات، تنقید اور لوگوں کے رویوں کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
- ادا جعفری کی غزل کے نسائی لب ولہجے سے آشنا ہونا۔
- شعری خوبیوں اور شعری حسن سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

شاعرہ کا تعارف

ادا جعفری (1924ء–2015ء) کا اصل نام عزیز جہاں ہے۔ وہ بدایوں (ہندوستان) میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد کا نام مولوی بدر الحسن تھا، جو ان کی کم سنی ہی میں وفات پا گئے۔ ادا جعفری کی تعلیم و تربیت ننھیال میں ہوئی، جہاں علمی و تہذیبی ماحول نے ان کی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے رسمی تعلیم کے ساتھ دیگر کتب کے مطالعے اور تحقیقی مشاغل میں بھی گہری دل چسپی لی۔

ادا جعفری نے محض تیرہ برس کی عمر میں شاعری کا آغاز کیا۔ ابتدا میں وہ 'ادا بدایونی' کے نام سے شعر کہتی رہیں۔ 1947ء میں نور الحسن جعفری سے شادی کے بعد 'ادا جعفری' کے نام سے شناخت حاصل کی۔ ان کی شاعری میں غزل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سادگی، لطافت، فکری سنجیدگی اور نسائی وقار ان کی شاعری میں نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کی غزلیں ان کی زندگی ہی میں قبولیتِ عامہ کا درجہ حاصل کر چکی تھیں؛ ان کی ایک غزل کو استاد امانت علی خان نے اپنی دل کش آواز میں گا کر امر کر دیا، اور زیرِ مطالعہ غزل نے بھی انھیں عوامی سطح پر بے پناہ مقبولیت عطا کی۔

ان کے نمایاں شعری مجموعوں میں 'میں ساز ڈھونڈتی رہی'، 'شہرِ درد'، 'حرفِ شناسائی'، 'غزالاں تم تو واقف ہو'، 'سفر باقی ہے' اور 'سازِ سخن بہانہ ہے' شامل ہیں۔ ان کی کلیات 'موسم موسم' کے عنوان سے منصۂ شہود پر آئی۔ ان کی خود نوشت سوانح عمری 'جو رہی سو بے خبری رہی' کے نام سے شائع ہوئی جو ادب و نثر کی اہم خود نوشت تصور کی جاتی ہے۔ حکومتِ پاکستان کی طرف سے ادا جعفری کو تمغۂ امتیاز، ہلالِ امتیاز اور دیگر ادبی اعزازات حاصل ہوئے، اور ان کے مجموعے 'شہرِ درد' پر انھیں آدم جی ادبی ایوارڈ بھی دیا گیا۔

ردیف، قوافی، صنائع اور محاورات

ردیف اور قوافی (مشق 3)

ردیف: 'ہیں'۔ قوافی: بھلے، چلے، جلے، ڈھلے، کھلے اور (مقطع میں) چلے؛ سب کا آخری حصہ '-لے' ہم آواز ہے۔

صنعتِ تضاد

کلام میں ایک دوسرے کے الٹ معنی والے الفاظ لانا: برے / بھلے، بجھے / جلے، شام / سحر، کڑی دھوپ / خنک چھاؤں، بجھائی / جلا لیں۔ مطلع کے پہلے مصرعے میں 'برے' اور 'بھلے' تضاد کی مثال ہے (مشق 2 ب)۔

رعایتِ لفظی اور مراعات النظیر

چراغ، جلنا، بجھنا، شمع؛ ستارے، شام، سحر، خورشید؛ رنگِ گل، بوئے سمن؛ دھوپ، چھاؤں، تارے — یہ ایک ہی سلسلے کے الفاظ ہیں جو غزل میں ایک ساتھ آئے ہیں۔

کنایہ

'دل کے کنول' سے مراد سچے اور پاکیزہ جذبات، اور 'گردشِ دوراں' سے مراد زمانے کی سختیاں ہیں؛ یہ الفاظ اپنے ظاہری معنی سے ہٹ کر دوسرے مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

'کُھلنا' اور 'کِھلنا' (مشق 4)

کِھلنا: پھول کا کھلنا، شگفتہ ہونا۔ کُھلنا: ظاہر ہونا، عیاں ہونا، کسی چیز کا کھل جانا۔ چھٹے شعر میں 'کُھلے' یعنی ظاہر ہونا / راز آشکار ہونا کے معنی میں استعمال ہوا ہے: وہی لمحے دل و جاں پر عیاں ہوئے۔

Free notes: freebooks.pk

محاورات کے جملے (مشق 7)

دل بجھنا: بری خبر سن کر اس کا دل بجھ گیا۔ دام میں آنا: لالچی شخص جلد دھوکے باز کے دام میں آ گیا۔ دکان بڑھانا: شام ہوتے ہی دکان دار نے دکان بڑھائی۔ طوطی بولنا: آج کل شہر میں اس کے نام کا طوطی بولتا ہے۔ لوہا ماننا: سب نے اس کی ذہانت کا لوہا مانا۔ آنکھ لگنا: تھکن کی وجہ سے جلد آنکھ لگ گئی۔ ہاتھ ملنا: وقت گزرنے کے بعد وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ آسمان گرنا: یہ خبر اس پر آسمان بن کر گری۔ گل کھلنا: دیکھیے اب یہ نیا گل کیا کھلتا ہے۔ آنکھیں کھلنا: نقصان اٹھا کر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ہوا دینا: افواہوں نے جھگڑے کو ہوا دی۔ ہاتھ کاٹنا: اس نے تحریری وعدہ کر کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

غزل کا تعارف

یہ غزل ادا جعفری کے مجموعے ‘شہرِ درد’ سے لی گئی ہے اور سات اشعار پر مشتمل ہے۔ ردیف ‘ہیں’ اور ‘-لے’ کے قوافی غزل کو نغمگی اور روانی عطا کرتے ہیں۔

غزل میں نسائی لب و لہجہ نمایاں ہے: جذبات میں شدت کے باوجود آداب اور وقار کا دامن نہیں چھوٹتا۔ چراغ، شمع، ستارے، خورشید، دھوپ اور چھاؤں جیسی علامتوں کے ذریعے شاعرہ نے محبت کی وفا، زندگی کے نشیب و فراز اور گردشِ دوراں کے مقابلے میں امید کا پیغام دیا ہے۔

شعر وار تشریح

شعر 1 (مطلع): ساتھ چلنے کا فخر

شاعرہ محبوب سے کہتی ہے کہ ہم برے ہوں یا بھلے، ہمیں یہ فخر تو حاصل ہے کہ ہم بھی دو چار قدم تیرے ساتھ چلے ہیں۔ یعنی محبت میں تھوڑی سی رفاقت بھی زندگی کا سرمایہ ہے؛ اپنی خوبیوں اور خامیوں سے قطع نظر یہ ساتھ ہی باعثِ فخر ہے۔

شعر 2: دل کے کنول

چراغوں کا مقدر تو ازل سے جلنا ہے، مگر یہ دل کے کنول ایسے ہیں کہ نہ بجھے ہیں نہ جلے ہیں۔ یعنی دل کے جذبات چراغ کی طرح جل کر ختم نہیں ہوتے، بلکہ کنول کے پھول کی طرح ہر حال میں تازہ اور قائم رہتے ہیں؛ سچی محبت نہ بجھتی ہے نہ راکھ ہوتی ہے۔

شعر 3: آداب میں ڈھلے جذبات

ہمارے جذبات کبھی پھول کے رنگ اور چنبیلی (سمن) کی خوشبو سے بھی زیادہ نازک تھے، کیونکہ وہ آداب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یعنی شدتِ احساس کے باوجود ان کا اظہار شائستگی اور وقار کے ساتھ ہوا ہے؛ یہی نسائی وقار شاعرہ کی

Free notes: freebooks.pk

پہچان ہے۔

شعر 4: ستارے اور خورشید

کتنے ہی ستارے ایسے تھے جو شام ہوتے ہی ڈوب گئے، اور کتنے ہی سورج صبح کے وقت ابھرے (ڈھلے)۔ یعنی زندگی میں بہت سی امیدیں اور لوگ آغاز ہی میں ختم ہو جاتے ہیں، جبکہ کئی نئے امکانات اور روشنیاں نئے دن کے ساتھ جنم لیتی ہیں؛ یہ زندگی کے نشیب و فراز کا بیان ہے۔

شعر 5: دھوپ سہنے والے چھاؤں میں جلے

جو لوگ کڑی دھوپ کی سختیاں ہنس کر جھیل گئے، وہی لوگ تاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں جل گئے۔ یعنی جو مشکلات کا بہادری سے مقابلہ کرتے ہیں، وہ بھی بعض اوقات سکون اور تنہائی کے لمحوں میں یادوں اور غم سے بے چین ہو جاتے ہیں۔ دھوپ اور چھاؤں، جلنے اور ٹھنڈک کا تضاد شعر کو پُر اثر بناتا ہے۔

شعر 6: تصور کے بغیر لمحات

جب تیرے تصور نے شمعیں نہیں جلائیں، یعنی جب تیری یاد نے روشنی نہیں بخشی، تو وہی لمحے ہمارے دل و جاں پر اپنی پوری حقیقت کے ساتھ عیاں ہوئے۔ یعنی محبوب کی یاد سے خالی لمحوں میں انسان کو اپنی اصل تنہائی اور زندگی کی سچائی کا احساس ہوتا ہے۔

شعر 7: گردشِ دوراں سے بڑی چال

زمانے نے ایک شمع بجھائی تو ہم نے کئی اور جلا لیں؛ یوں ہم نے گردشِ دوراں سے بڑی چال چلی ہے۔ یعنی حالات نے ایک امید چھینی تو ہم نے کئی نئی امیدیں روشن کر لیں؛ مایوسی کا جواب حوصلے اور امید سے دینا ہی زمانے کو شکست دینا ہے۔

مرکزی خیال

اس غزل کا مرکزی خیال محبت کی وفا، جذبات کی پاکیزگی اور زمانے کی سختیوں کے مقابلے میں امید اور حوصلہ ہے۔ شاعرہ محبوب کے ساتھ تھوڑی سی رفاقت کو بھی فخر سمجھتی ہے، دل کے جذبات کو کنول کی طرح سدا بہار قرار دیتی ہے، جذبات کے اظہار میں آداب کا لحاظ رکھتی ہے، زندگی کے عروج و زوال کو ستاروں اور سورج کی مثال سے سمجھاتی ہے، اور آخر میں یہ پیغام دیتی ہے کہ اگر زمانہ ایک چراغ بجھائے تو کئی اور جلا لینے چاہئیں۔ سادگی، نسائی وقار اور علامتی انداز اس غزل کی خوبیاں ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

اہم الفاظ کے معنی

فخر
ناز، بڑائی کا احساس۔

مقدر
قسمت۔

ازل
وہ زمانہ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو؛ ہمیشہ سے۔

کنول
پانی میں کھلنے والا ایک خوب صورت پھول۔

رنگِ گل
پھول کا رنگ۔

بوئے سمن
چنبیلی کی خوشبو۔

آداب
ادب کی جمع؛ شائستگی کے اصول۔

سانچا
ڈھانچا جس میں کوئی چیز ڈھالی جائے۔

سرِ شام
شام ہوتے ہی۔

ہنگامِ سحر
صبح کا وقت۔

خورشید
سورج۔

ڈھلنا
سانچے میں بننا؛ یہاں ابھرنا، طلوع ہونا۔

Free notes: freebooks.pk

کڑی دھوپ
سخت دھوپ؛ زندگی کی سختیاں۔

تیور
انداز، غصے کے آثار۔

خنک
ٹھنڈا۔

تصور
خیال، یاد۔

گردشِ دوراں
زمانے کی گردش؛ حالات کی سختیاں۔

چال چلنا
تدبیر کرنا (محاورہ)۔

خاکہ
غزل کی علامتیں: یہ خاکہ ادا جعفری کی غزل میں استعمال ہونے والی اہم علامتوں اور ان کے مفہوم کو دکھاتا ہے۔

غزل کی علامتیں



freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

شاعرہ نے مطلع میں کس بات پر فخر کا اظہار کیا ہے؟

اس بات پر کہ وہ برے ہوں یا بھلے، دو چار قدم ہی سہی، محبوب کے ساتھ چلے ہیں۔

دل کے کنول اور چراغوں میں کیا تعلق ہے؟

چراغوں کا مقدر جلنا ہے، مگر دل کے کنول ایسے ہیں جو نہ بجھتے ہیں نہ جلتے ہیں؛ یعنی دل کے جذبات چراغوں سے بھی زیادہ پائیدار ہیں۔

‘ہنگامِ سحر’ سے کیا مراد ہے؟

صبح کا وقت، طلوعِ آفتاب کا وقت۔

لڑی دھوپ برداشت کرنے والوں کے ساتھ کیا ہوا؟

جو لڑی دھوپ ہنس کر جھیل گئے، وہ تاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں جل گئے۔

Free notes: freebooks.pk

شاعرہ نے گردشِ دوراں سے کیا چال چلی ہے؟
زمانے نے ایک شمع بجھائی تو انھوں نے کئی اور جلا لیں؛یعنی ایک امید ٹوٹی تو کئی نئی امیدیں روشن کر لیں۔

اس غزل کی ردیف کیا ہے؟
'ہیں'۔

جذبات کس کے سانچے میں ڈھلے ہیں؟
آداب کے سانچے میں۔

ادا جعفری کا اصل نام کیا تھا؟
عزیز جہاں۔

ادا جعفری ابتدا میں کس نام سے شعر کہتی تھیں؟
ادا بدایونی۔

ادا جعفری کی کلیات اور خود نوشت کے نام لکھیں۔
کلیات: موسم موسم؛ خود نوشت: جو رہی سو بے خبری رہی۔

'شہرِ درد' پر ادا جعفری کو کون سا ایوارڈ ملا؟
آدم جی ادبی ایوارڈ۔

صنعتِ تضاد کسے کہتے ہیں؟
کلام میں ایک دوسرے کے الٹ معنی رکھنے والے الفاظ لانا، جیسے برے/بھلے، شام/سحر۔

تفصیلی سوالات و جوابات

ادا جعفری کی غزل کا مرکزی خیال اور خلاصہ تحریر کریں۔
رفاقت پر فخر

شاعرہ کو فخر ہے کہ وہ برے ہوں یا بھلے، چند قدم ہی سہی، محبوب کے ساتھ چلی ہیں۔

پائیدار اور باوقار جذبات

دل کے کنول چراغوں کی طرح بجھتے یا جلتے نہیں، اور ان کے نازک جذبات آداب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔

زندگی کے نشیب و فراز

کئی ستارے شام ہی کو ڈوب گئے اور کئی سورج صبح کو ابھرے؛ کڑی دھوپ سہنے والے بھی ٹھنڈی چھاؤں میں جل گئے۔

امید کا پیغام

جب زمانے نے ایک شمع بجھائی تو شاعرہ نے کئی اور جلا لیں؛ یوں انھوں نے گردشِ دوراں کو مات دی۔

زیرِ مطالعہ غزل میں صنعتِ تضاد، کنایہ، رعایتِ لفظی اور مراعات النظیر کی نشان دہی کریں۔

صنعتِ تضاد

برے / بھلے (مطلع)، بجھے / جلے، شام / سحر، کڑی دھوپ / خنک چھاؤں، بجھائی / جلا لیں۔

کنایہ

'دل کے کنول' سے سچے جذبات، 'کڑی دھوپ' سے زندگی کی سختیاں اور 'گردشِ دوراں' سے زمانے کے مصائب مراد ہیں۔

رعایتِ لفظی

چراغ، جلنا، بجھنا اور شمع؛ ستارے، شام، سحر اور خورشید آپس میں رعایت رکھتے ہیں۔

مراعات النظیر

رنگِ گل اور بوئے سمن؛ دھوپ، چھاؤں اور تارے؛ یہ ایک ہی سلسلے کی چیزیں ہیں جن کا ایک ساتھ ذکر مراعات النظیر ہے۔

ادا جعفری کے شعر 'نازک تھے کہیں رنگِ گل...' کا میر تقی میر اور میر انیس کے دیے گئے اشعار سے فکری اور معنوی تعلق واضح کریں۔

ادا جعفری کا شعر

شاعرہ کہتی ہیں کہ ان کے جذبات پھول کے رنگ اور چنبیلی کی خوشبو سے بھی نازک تھے، کیونکہ وہ آداب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں؛ یعنی محبت میں بھی ادب اور شائستگی لازم ہے۔

میر تقی میر کا شعر

میر کے شعر میں عاشق محبوب کی محفل سے دور غبار بن کر بیٹھا ہے، کیونکہ عشق ادب سکھاتا ہے اور بے ادبی گوارا نہیں کرتا؛ یعنی سچا عاشق محبوب کا احترام کرتا ہے۔

Free notes: freebooks.pk

میر انیس کا شعر

میر انیس کہتے ہیں کہ دوستوں کے دل کا خیال ہر دم رکھنا چاہیے، کیونکہ دل آبگینے (شیشے) کی طرح نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتا ہے۔

فکری تعلق

تینوں اشعار میں جذبات کی نزاکت، ادب اور دوسروں کے احساسات کا خیال رکھنے کا پیغام مشترک ہے؛ ادا کے یہاں نسائی وقار، میر کے یہاں عشق کا ادب اور انیس کے یہاں دوستی کی نزاکت نمایاں ہے۔

‘شمع’ کے حوالے سے ادا جعفری کے مقطع کا احمد فراز کے شعر ‘شکوۂ ظلمتِ شب...’ سے تقابل کریں۔

ادا جعفری کا شعر

زمانے نے ایک شمع بجھائی تو ہم نے کئی اور جلا لیں؛ یعنی مایوسی کے بجائے امید کے نئے چراغ روشن کرنا۔

احمد فراز کا شعر

فراز کہتے ہیں کہ رات کے اندھیرے کا شکوہ کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ انسان اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتا جائے؛ یعنی شکایت کے بجائے عمل۔

مماثلت

دونوں اشعار میں شمع امید اور مثبت عمل کی علامت ہے؛ دونوں شاعر اندھیرے (مصائب) کا جواب روشنی (کوشش) سے دینے کا پیغام دیتے ہیں۔

شمع پر دیگر خیالات

اردو شاعری میں شمع کبھی محفل کی رونق، کبھی پروانے کی محبوب، کبھی جلنے اور قربانی کی علامت رہی ہے؛ طلبہ مختلف شاعروں کے ایسے اشعار جمع کر کے ان پر تبصرہ کر سکتے ہیں۔

معروضی سوالات (MCQs)

ازل سے چراغوں کا مقدر ہے: (الف) بجھنا (ب) جلنا (ج) گھلنا (د) چمکنا

درست جواب: (ب) جلنا۔ جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے ازل سے۔

غزل کے پہلے مصرعے میں صنعت استعمال ہوئی ہے: (الف) تضاد (ب) تکرار (ج) رعایتِ لفظی (د) مبالغہ

درست جواب: (الف) تضاد۔ برے اور بھلے میں تضاد۔

رنگِ گل و بوئے سمن سے زیادہ نازک تھے: (الف) آداب (ب) خیالات (ج) جذبات (د) احساسات

درست جواب: (ج) جذبات۔ جذبات آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

سرِ شام ڈوب گئے: (الف) ستارے (ب) خورشید (ج) چراغ (د) چاند

درست جواب: (الف) ستارے۔ کتنے ستارے سرِ شام ہی ڈوبے۔

'چال چلنا' قواعد کی رو سے ہے: (الف) مبالغہ (ب) تشبیہ (ج) محاورہ (د) استعارہ

درست جواب: (ج) محاورہ۔ چال چلنا محاورہ ہے۔

اس غزل کی ردیف ہے: (الف) چلے (ب) ہیں (ج) جلے ہیں (د) ڈھلے

درست جواب: (ب) ہیں۔ ہر شعر 'ہیں' پر ختم ہوتا ہے۔

یہ غزل ادا جعفری کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟ (الف) سفر باقی ہے (ب) شہرِ درد (ج) حرفِ شناسائی (د) موسم موسم

درست جواب: (ب) شہرِ درد۔ درسی کتاب کے مطابق شہرِ درد۔

ادا جعفری کا اصل نام تھا: (الف) عزیز جہاں (ب) نور جہاں (ج) عزیزہ بیگم (د) جہاں آرا

درست جواب: (الف) عزیز جہاں۔ عزیز جہاں۔

ادا جعفری کہاں پیدا ہوئیں؟ (الف) لکھنؤ (ب) بدایوں (ج) دلی (د) آگرہ

درست جواب: (ب) بدایوں۔ بدایوں (ہندوستان)۔

ادا جعفری کی ایک غزل کو گا کر امر کر دیا: (الف) مہدی حسن نے (ب) استاد امانت علی خان نے (ج) نور جہاں نے (د) غلام علی نے

درست جواب: (ب) استاد امانت علی خان نے۔ استاد امانت علی خان نے۔

ادا جعفری کی کلیات کا نام ہے: (الف) شہرِ درد (ب) موسم موسم (ج) سازِ سخن بہانہ ہے (د) غزالاں تم تو واقف ہو

درست جواب: (ب) موسم موسم۔ موسم موسم۔

'خورشید' کا مطلب ہے: (الف) چاند (ب) سورج (ج) ستارہ (د) چراغ

درست جواب: (ب) سورج۔ خورشید یعنی سورج۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعرہ: ادا جعفری (1924ء–2015ء)؛ اصل نام عزیز جہاں؛ بدایوں؛ والد مولوی بدر الحسن؛ تیرہ برس میں شاعری؛ ادا بدایونی؛ 1947ء نور الحسن جعفری سے شادی؛ استاد امانت علی خان۔

Free notes: freebooks.pk

- تصانیف: میں ساز ڈھونڈتی رہی، شہرِ درد، حرفِ شناسائی، غزالاں تم تو واقف ہو، سفر باقی ہے، سازِ سخن بہانہ ہے؛ کلیات: موسم موسم؛ خود نوشت: جو رہی سو بے خبری رہی۔
- اعزازات: تمغۂ امتیاز، ہلالِ امتیاز، آدم جی ادبی ایوارڈ (شہرِ درد)۔
- غزل: ردیف 'ہیں'؛ قوافی: بھلے، چلے، جلے، ڈھلے، کھلے۔
- MCQs: جلنا، تضاد، جذبات، ستارے، محاورہ۔
- صنائع: تضاد، کنایہ، رعایتِ لفظی، مراعات النظیر۔

امتحانی نکات

- تشریح میں 'نسائی وقار' اور 'آداب' کے پہلو کو نمایاں کریں؛ یہی ادا جعفری کی پہچان ہے۔
- صنعتِ تضاد کی کم از کم تین مثالیں غزل سے یاد رکھیں۔
- MCQs کے پانچ جواب (جلنا، تضاد، جذبات، ستارے، محاورہ) یاد کریں۔
- 'کُھلنا' اور 'کِھلنا' کا فرق اعراب کے ساتھ لکھیں۔
- محاورات کے جملے ایسے بنائیں کہ محاورے کا مطلب جملے سے واضح ہو۔

حقائق کی وضاحت

ادا جعفری کے سنِ پیدائش و وفات (1924ء–2015ء) اور سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

مشق 6 میں میر تقی میر اور میر انیس کے اشعار اور مشق 8 میں احمد فراز کا شعر درسی کتاب میں دیے گئے ہیں؛ یہاں ان کا متن نقل کرنے کے بجائے ان کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

ادا جعفری ایک جدید شاعرہ ہیں؛ ان کی غزل کا متن یہاں نقل نہیں کیا گیا بلکہ اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے۔ اصل غزل کے لیے درسی کتاب دیکھیں۔

Free notes: freebooks.pk

سبق 22: غزل (محسن احسان)

Urdu Class 12 Lesson 22: Ghazal (Mohsin Ehsan)

یہ نوٹس پنجاب بورڈ (PECTAA) کی جماعت بارہویں کی کتاب اردو (لازمی) کے بائیسویں سبق، یعنی محسن احسان کی غزل پر مبنی ہیں جو مجموعہ 'ناگزیر' سے لی گئی ہے۔ اس غزل میں شاعر وصال کے گزرے لمحوں کی آرزو، فکر کی آزادی، غم شناس دوست کی قدر، محبوب کی قربت پر فخر، اندھیروں میں روشنی کی تلاش، منصب و جاہ سے بے نیازی، خود داری اور رزقِ حلال کی دعا جیسے موضوعات کو دل نشین انداز میں بیان کرتا ہے۔

ان نوٹس میں شاعر کا تعارف، غزل کا تعارف، آسان شعر وار تشریح (اپنے الفاظ میں)، مرکزی خیال، مشکل الفاظ و تراکیب کے معنی، قوافی و ردیف، اندرونی قوافی، واحد جمع، 'نافِ زمیں' اور 'نافِ غزال' کا فرق، اور امتحان کے لیے مختصر و تفصیلی سوالات اور MCQs شامل ہیں۔ تمام مواد Freebooks.pk نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

تدریسی مقاصد

- غزل کے مترنم آہنگ، دل نشین اسلوب اور لطیف اظہار کو محسوس کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
- مشکل الفاظ، تراکیب (مثلاً نشاط، وصال، مہ و سال، چشم پوشی وغیرہ) اور استعارات کو سمجھنا۔
- اشعار کی تشریح، تجزیہ اور اپنے احساسات کے اظہار کی صلاحیت پیدا کرنا۔

شاعر کا تعارف

محسن احسان (1932ء–2010ء) کا اصل نام احسان الٰہی تھا۔ وہ پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پشاور ہی میں حاصل کی۔ بعد ازاں انگریزی ادبیات میں ایم اے کیا اور اسلامیہ کالج پشاور کے شعبۂ انگریزی میں تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ شان دار تدریسی خدمات اور اعلیٰ ادبی ذوق کی بدولت بہت جلد انھیں ادبی حلقوں میں خاص اہمیت حاصل ہو گئی۔

محسن احسان بنیادی طور پر غزل گو شاعر تھے، تاہم انھوں نے نظم، نعت، قومی شاعری اور بچوں کے ادب میں بھی طبع آزمائی کی۔ ان کا شعری مزاج تہذیبی شائستگی سے عبارت ہے۔ ان کی شاعری میں انسانی رشتوں کی نزاکت، وطن سے محبت، روحانی وابستگی اور فکری سنجیدگی کا امتزاج ملتا ہے۔ وہ روایت سے وابستہ رہتے ہوئے جدید شعور کو بھی اپنے اشعار میں سمو لیتے ہیں۔ جذبے کی صداقت اور اظہار کی شفافیت کے باعث ان کا کلام عام قارئین اور سنجیدہ ادبی حلقوں میں یکساں طور پر مقبول ہے۔

محسن احسان کے شعری مجموعوں میں 'اجمل و اکمل' (نعتیہ کلام)، 'ناتمام'، 'ناگزیر'، 'ناشنیدہ'، 'نارسیدہ'، 'سخن سخن مہتاب'، 'مٹی کی مہکار' (قومی نظموں کا مجموعہ) اور 'پھول پھول چہرے' (بچوں کی شاعری کا مجموعہ) شامل ہیں۔ محسن

احسان نے پشتو کے عظیم شعرا خوشحال خان خٹک اور رحمان بابا کے کلام کے اردو تراجم بھی کیے، جو ان کی لسانی مہارت اور ادبی وسعت کا ثبوت ہیں۔ ان کی شان دار ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ پاکستان نے انھیں صدارتی تمغا برائے حسنِ کارکردگی سے نوازا۔

ردیف، قوافی، اندرونی قوافی، واحد جمع اور تراکیب

ردیف اور قوافی (مشق 4)

ردیف: ‘دے’ (مشق 2 د)۔ قوافی: وصال، سال، بال، کمال، نکال، مثال، حلال، غزال۔

اندرونی قوافی (مشق 10)

جب مصرعے کے اندر بھی ہم آواز الفاظ آئیں تو انھیں اندرونی قوافی کہتے ہیں۔ اس غزل میں: سما / ہوا (دوسرا شعر)، شناس / پاس (تیسرا شعر)، روایتیں / حکایتیں (پانچواں شعر)، جاہ / کلاہ (چھٹا شعر)۔

واحد جمع (مشق 8)

حرف ← حروف؛ حبیب ← احباب؛ روایتیں ← روایت؛ حکایتیں ← حکایت؛ وکیل ← وکلا؛ منصب ← مناصب۔

تراکیب جملوں میں (مشق 3)

شامِ وصال: شامِ وصال کی یاد نے اسے مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ سیرِ سما: خلاباز سیرِ سما کو روانہ ہوئے۔ اسیرِ حرص و ہوا: اسیرِ حرص و ہوا انسان کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ فخرِ قربِ حبیب: سچے عاشق کو فخرِ قربِ حبیب سب سے عزیز ہے۔ وکیلِ صبحِ حیات: استاد وکیلِ صبحِ حیات بن کر نئی نسل کو امید دیتا ہے۔ تخت و کلاہ: درویش تخت و کلاہ کی پروا نہیں کرتا۔ رزقِ حلال: رزقِ حلال میں برکت ہوتی ہے۔ نافِ غزال: نافِ غزال سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

نافِ زمیں اور نافِ غزال (مشق 5)

نافِ زمیں: زمین کی ناف یعنی مرکز؛ روایت میں خانۂ کعبہ کو زمین کا مرکز کہا گیا ہے۔ نافِ غزال: ہرن کی ناف جس سے مشک (کستوری) نکلتی ہے۔ غالب کے شعر میں کہا گیا ہے کہ کعبہ کا لباس (غلاف) سیاہ اور خوشبودار اس لیے ہے کہ یہ حضرت علیؓ کی جائے پیدائش ہے؛ گویا کعبہ صرف زمین کا مرکز (نافِ زمیں) نہیں بلکہ مشک بار ہرن کی ناف (نافِ غزال) ہے۔ یوں پہلی ترکیب مرکزیت اور دوسری خوشبو کی علامت ہے۔

غزل کا تعارف

یہ غزل محسن احسان کے مجموعے ‘ناگزیر’ سے لی گئی ہے اور سات اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی ردیف ‘دے’ ہے، یعنی ہر شعر میں کسی نہ کسی چیز کے عطا کیے جانے کی آرزو یا دعا ہے؛ اسی لیے پوری غزل میں دعائیہ اور التجائیہ لہجہ ہے۔

Free notes: freebooks.pk

غزل کی لمبی بحر، اندرونی قوافی اور ردیف کی تکرار نے اسے بہت مترنم بنا دیا ہے۔ اس میں رومانوی جذبات کے ساتھ ساتھ فکر کی آزادی، معاشرتی اندھیروں کا شکوہ، مادہ پرستی سے بے زاری، خود داری اور رزقِ حلال کی پاکیزہ آرزو جیسے سنجیدہ موضوعات بھی ملتے ہیں۔

شعر وار تشریح

شعر 1 (مطلع): وصال کے لمحوں کی آرزو

شاعر کہتا ہے کہ میری آنکھوں میں وہی خواب ڈال دے جو وصال کی شام کی خوشی عطا کرے، اور جو مہینے اور سال پلک جھپکتے گزر گئے، وہی مجھے پھر لوٹا دے۔ یعنی محبت کے خوش گوار لمحے بہت جلد گزر جاتے ہیں اور انسان ان کی واپسی کی آرزو کرتا رہتا ہے۔

شعر 2: فکر کی آزادی

مجھے آسمانوں کی سیر کا شوق نہیں، نہ میں حرص اور خواہشِ نفس کا قیدی ہوں؛ میں قفس (پنجرے) میں بھی عمر گزار دوں گا، بشرطیکہ میرے پروں اور بازوؤں کی ضمانت دی جائے۔ یعنی شاعر کو دنیاوی بلندیوں کی خواہش نہیں، وہ صرف اپنی فکر اور تخیل کی آزادی چاہتا ہے؛ اگر سوچنے اور لکھنے کی آزادی محفوظ ہو تو وہ ہر مشکل برداشت کر لے گا۔

شعر 3: غم شناس کا ساتھ

شاعر خوش ہے کہ کوئی تو ہے جو میرا غم سمجھتا ہے، کوئی تو میرے آس پاس ہے جو میرے حرف کو خلوص اور میرے لفظ کو کمال عطا کرتا ہے۔ یعنی ایک سچا ہمدرد دوست یا محبوب انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو نکھار دیتا ہے اور اس کے الفاظ میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے۔

شعر 4: خود نگری بمقابلہ قربِ حبیب

شاعر کسی خود پسند سے کہتا ہے کہ تجھے اپنی ذات دیکھنے (خود نگری) پر ناز سہی، مجھے تو محبوب کی قربت پر فخر ہے۔ میں ہر عکس میں جلوہ ہوں، یعنی محبوب کے ہر عکس میں میری جھلک ہے؛ اگر تجھ میں ہمت ہے تو مجھے آئینوں سے نکال کر دکھا۔ یعنی محبوب سے سچی وابستگی انسان کی شناخت بن جاتی ہے جسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔

شعر 5: روشنی کی کوئی مثال

ہر طرف وہی اندھیروں کی روایتیں اور تاریکیوں کی کہانیاں ہیں؛ اے زندگی کی صبح کے وکیل (امید دلانے والے)! تو کوئی روشنی کی مثال بھی دے۔ یعنی معاشرے میں ظلم، جہالت اور مایوسی کی باتیں عام ہیں؛ جو لوگ بہتر مستقبل کا دعویٰ کرتے ہیں وہ عملی طور پر بھی روشنی اور امید کی کوئی مثال پیش کریں۔

Free notes: freebooks.pk

شعر 6: خود داری اور رزقِ حلال

شاعر اللہ سے دعا کرتا ہے کہ مجھے نہ منصب اور مرتبے کی چاہ ہے، نہ تخت و تاج کی ہوس؛ میں غریب ہوں تو مجھے غیرت مند رکھ، اور مجھے صرف رزقِ حلال عطا کر۔ یعنی خود داری اور حلال روزی ہی اصل دولت ہے؛ مادہ پرستی کے دور میں بھی پاکیزہ فکر رکھنے والے لوگ دنیاوی ہوس سے آزاد ہوتے ہیں۔

شعر 7 (مقطع): شعر کے لیے دعا

بے نوا (غریب، بے آواز) محسن کی دعا ہے کہ اے محبوب! میرے شعر کو وہ چمک ملے جو سورج کی تپش عطا کرتی ہے، اور وہ مہک ملے جو ہرن کی ناف (مشک) دیتی ہے۔ یعنی شاعر چاہتا ہے کہ اس کا کلام روشن، پُر اثر اور خوشبو کی طرح دور دور تک پھیلنے والا ہو۔

مرکزی خیال

اس غزل کا مرکزی خیال پاکیزہ آرزوئیں، فکر کی آزادی اور خود دار زندگی ہے۔ شاعر وصال کے گزرے لمحوں کو یاد کرتا ہے، دنیاوی بلندیوں کے بجائے صرف اپنے پروں (فکر) کی آزادی مانگتا ہے، غم شناس ساتھی کو اپنی تخلیق کا سرچشمہ سمجھتا ہے، محبوب کی قربت پر فخر کرتا ہے، معاشرتی اندھیروں میں روشنی کی مثال کا تقاضا کرتا ہے، منصب و جاہ کے بجائے غیرت اور رزقِ حلال کی دعا کرتا ہے، اور آخر میں اپنے شعر کے لیے سورج کی چمک اور مشک کی مہک مانگتا ہے۔ دعائیہ لہجہ، اندرونی قوافی اور مترنم آہنگ اس غزل کی فنی خوبیاں ہیں۔

اہم الفاظ کے معنی

نشاط

خوشی، مسرت۔

شامِ وصال

محبوب سے ملاقات کی شام۔

پلک جھپک

بہت تھوڑی دیر میں۔

مہ و سال

مہینے اور سال۔

سیرِ سما

آسمانوں کی سیر۔

اسیر

قیدی۔

حرص و ہوا

لالچ اور نفسانی خواہش۔

قفس

پنجرہ۔

ضمانت

ذمہ داری، یقین دہانی۔

غم شناس

غم کو سمجھنے والا، ہمدرد۔

زعمِ خودنگری

اپنے آپ کو دیکھنے اور خودپسندی کا گھمنڈ۔

قربِ حبیب

محبوب کی قربت۔

تیرگی

اندھیرا۔

ظلمت

تاریکی۔

وکیلِ صبحِ حیات

زندگی کی صبح کا وکیل؛ امید دلانے والا۔

منصب و جاہ

عہدہ اور مرتبہ۔

تخت و کلاہ

تخت اور تاج؛ حکومت۔

Free notes: freebooks.pk

بے نوا

غریب، بے سر و سامان۔

نافِ غزال

ہرن کی ناف جس میں مشک ہوتا ہے۔

خاکہ

غزل کی آرزوئیں اور دعائیں: یہ خاکہ محسن احسان کی غزل میں شاعر کی آرزوؤں اور دعاؤں کو ترتیب سے دکھاتا ہے۔

غزل کی آرزوئیں اور دعائیں

وصال
وہی خواب اور گزرے ہ و سال لوٹا دے۔

↓

آزادی
سیر سما نہیں چاہیے؛ صرف پر و بال کی ضمانت۔

↓

غم شناس
حرف کو خلوص اور لفظ کو کمال دینے والا ساتھی۔

↓

روشنی
اندھیروں کی حکایتوں میں روشنی کی کوئی مثال۔

↓

رزقِ حلال
منصب و جاہ نہیں؛ غیرت اور حلال روزی؛ شعر کو چمک اور مہک۔

freebooks.pk

مختصر سوالات و جوابات

شاعر کس قسم کے خواب چاہتا ہے اور کس طرح کے ہ و سال کی خواہش رکھتا ہے؟

وہ خواب جو شامِ وصال کی خوشی دیں، اور وہ ہ و سال جو پلک جھپکتے گزر گئے، انھیں دوبارہ پانا چاہتا ہے۔

ضمانتِ پر و بال ملنے پر شاعر کہاں عمر گزارنے پر تیار ہے؟

قفس (پنجرے) میں۔

شاعر کو کس طرح کا غم شناس حاصل ہے؟

ایسا ساتھی جو اس کے آس پاس ہے اور اس کے حرف کو خلوص اور لفظ کو کمال عطا کرتا ہے۔

شاعر نے وکیلِ صبحِ حیات سے کیا تقاضا کیا ہے؟

کہ اندھیروں کی روایتوں اور حکایتوں کے بجائے روشنی کی کوئی مثال پیش کرے۔

زیرِ مطالعہ غزل کے مقطع میں کیا دعا مانگی گئی ہے؟

کہ شاعر کے شعر کو وہ چمک ملے جو سورج کی تپش دیتی ہے اور وہ مہک ملے جو نافِ غزال دیتی ہے۔

اس غزل کی ردیف کیا ہے؟

'دے'۔

شاعر کو کس بات پر فخر ہے؟

قربِ حبیب (محبوب کی قربت) پر۔

شاعر کس چیز کی ہوس نہیں رکھتا؟

تخت و کلاہ کی؛ اور اسے منصب و جاہ کی چاہ بھی نہیں۔

محسن احسان کا اصل نام کیا تھا؟

احسان الٰہی۔

محسن احسان نے پشتو کے کن شعرا کے کلام کا اردو ترجمہ کیا؟

خوشحال خان خٹک اور رحمان بابا۔

یہ غزل محسن احسان کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

ناگزیر۔

اندرونی قافیہ کسے کہتے ہیں؟ ایک مثال دیں۔

مصرعے کے اندر آنے والے ہم آواز الفاظ؛ جیسے تیسرے شعر میں 'شناس' اور 'پاس'۔

Free notes: freebooks.pk

تفصیلی سوالات و جوابات

محسن احسان کی اس غزل میں کن معاشرتی رویوں کی کشمکش بیان ہوئی ہے؟

آزادی بمقابلہ جبر

شاعر قفس میں رہنے کو بھی تیار ہے بشرطیکہ پر و بال کی ضمانت ہو؛ یعنی معاشرے میں فکر اور اظہار کی آزادی کی کمی کا احساس۔

خود پسندی بمقابلہ وفا

ایک طرف زعمِ خودنگری (خود پسندی) ہے اور دوسری طرف قربِ حبیب پر فخر؛ یہ خود غرضی اور سچی وابستگی کی کشمکش ہے۔

اندھیرا بمقابلہ روشنی

معاشرے میں تیرگی اور ظلمت کی باتیں عام ہیں، اور امید دلانے والے بھی کوئی عملی مثال پیش نہیں کرتے۔

مادہ پرستی بمقابلہ خود داری

لوگ منصب، جاہ اور تخت و کلاہ کے پیچھے بھاگتے ہیں، جبکہ شاعر غریبی میں بھی غیرت اور رزقِ حلال کو ترجیح دیتا ہے۔

اس مادہ پرستی کے زمانے میں بھی کچھ پاکیزہ فکر کے حامل انسان مادی خواہشات سے آزاد ہیں؛ غزل کے مختلف اشعار کی روشنی میں اظہارِ خیال کریں۔

حرص سے آزادی

دوسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ وہ سیرِ سما کا شوقین نہیں اور حرص و ہوا کا اسیر نہیں؛ یعنی دنیاوی ترقی کی اندھی دوڑ میں شامل نہیں۔

منصب و جاہ سے بے نیازی

چھٹے شعر میں وہ منصب و جاہ اور تخت و کلاہ سے بے نیازی ظاہر کرتا ہے اور صرف رزقِ حلال اور غیرت مانگتا ہے۔

روحانی اور تخلیقی آرزوئیں

اس کی خواہشیں مادی نہیں بلکہ روحانی اور تخلیقی ہیں: لفظ کا کمال، حرف کا خلوص، اور شعر کے لیے چمک اور مہک۔

پیغام

یہ اشعار بتاتے ہیں کہ اصل سکون دولت اور عہدے میں نہیں بلکہ خود داری، حلال روزی اور پاکیزہ فکر میں ہے؛ ایسے لوگ ہر دور میں معاشرے کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔

فکری اور فنی محاسن کی وضاحت کے ساتھ 'مرا غم شناس کوئی تو ہے...' اور 'تجھے زعمِ خود نگری سہی...' والے اشعار کی تشریح کریں۔

غم شناس والا شعر: مفہوم

شاعر خوش ہے کہ کوئی تو اس کا غم سمجھنے والا اس کے پاس ہے، جو اس کے حرف کو خلوص اور لفظ کو کمال دیتا ہے؛ یعنی ہمدرد ساتھی تخلیق کو نکھار دیتا ہے۔

غم شناس والا شعر: فنی محاسن

'شناس' اور 'پاس' اندرونی قوافی ہیں؛ 'کوئی تو ہے' کی تکرار سے زور پیدا ہوا ہے؛ 'حرف' اور 'لفظ'، 'خلوص' اور 'کمال' میں مراعات النظیر ہے۔

خود نگری والا شعر: مفہوم

شاعر خود پسند سے کہتا ہے کہ تجھے اپنی ذات پر ناز سہی، مجھے محبوب کی قربت پر فخر ہے؛ میں ہر عکس میں جلوہ ہوں، ہمت ہے تو مجھے آئینوں سے نکال دے۔

خود نگری والا شعر: فنی محاسن

'زعمِ خود نگری' اور 'فخرِ قربِ حبیب' میں تقابل ہے؛ 'عکس عکس' میں تکرار، اور 'آئینہ'، 'عکس' اور 'جلوہ' میں رعایتِ لفظی ہے؛ آخری مصرعے کا چیلنج بھرا انداز شعر کو پُر اثر بناتا ہے۔

محسن احسان کی غزل کا مرکزی خیال لکھیں اور اس کی فنی خصوصیات (ردیف، قوافی، اندرونی قوافی، دعائیہ لہجہ) بیان کریں۔

مرکزی خیال

غزل میں وصال کی آرزو، فکر کی آزادی، غم شناس کی قدر، روشنی کی تلاش، خود داری اور رزقِ حلال کی دعا جیسے پاکیزہ جذبات بیان ہوئے ہیں۔

ردیف اور قوافی

ردیف 'دے' ہے جو ہر شعر میں عطا اور دعا کا مفہوم پیدا کرتی ہے؛ قوافی وصال، سال، بال، کمال، نکال، مثال، حلال اور غزال ہیں۔

اندرونی قوافی

سما/ہوا، شناس/پاس، روایتیں/حکایتیں اور جاہ/کلاہ جیسے اندرونی قوافی غزل کو مترنم اور رواں بناتے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

دعائیہ لہجہ

ردیف 'دے' اور مقطع کی دعا نے پوری غزل کو التجائیہ رنگ دیا ہے؛ تشبیہات (سورج کی تپش، نافِ غزال کی مہک) مقطع کو خوب صورت بناتی ہیں۔

معروضی سوالات (MCQs)

'سیرِ سما' سے مراد ہے: (الف) صبح کی سیر (ب) دریا کی سیر (ج) آسمانوں کی سیر (د) پہاڑوں کی سیر

درست جواب: (ج) آسمانوں کی سیر۔ سما یعنی آسمان۔

شاعر کو فخر ہے: (الف) قربِ حبیب پر (ب) قربِ طبیب پر (ج) قربِ نجیب پر (د) قربِ نقیب پر

درست جواب: (الف) قربِ حبیب پر۔ مجھے فخر قربِ حبیب ہے۔

شاعر کو ہوس نہیں ہے: (الف) منصب و جاہ کی (ب) تخت و کلاہ کی (ج) قربتِ شاہ کی (د) مہر و ماہ کی

درست جواب: (ب) تخت و کلاہ کی۔ نہ ہوس ہے تخت و کلاہ کی (منصب و جاہ کی 'چاہ' کا ذکر ہے)۔

اس غزل کی ردیف ہے: (الف) خواب (ب) وصال (ج) دے (د) دعا

درست جواب: (ج) دے۔ ہر شعر 'دے' پر ختم ہوتا ہے۔

شاعر نکلنا چاہتا ہے: (الف) آئینوں سے (ب) محفلوں سے (ج) خیالوں سے (د) خوابوں سے

درست جواب: (الف) آئینوں سے۔ مجھے آئینوں سے نکال دے (چیلنج کے انداز میں)۔

یہ غزل محسن احسان کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟ (الف) ناتمام (ب) ناگزیر (ج) ناشنیدہ (د) نارسیدہ

درست جواب: (ب) ناگزیر۔ درسی کتاب کے مطابق ناگزیر۔

ضمانتِ پر و بال ملنے پر شاعر عمر گزارنے کو تیار ہے: (الف) محل میں (ب) قفس میں (ج) صحرا میں (د) باغ میں

درست جواب: (ب) قفس میں۔ قفس میں۔

محسن احسان کا اصل نام تھا: (الف) احسان الٰہی (ب) محسن علی (ج) احسان دانش (د) محسن الٰہی

درست جواب: (الف) احسان الٰہی۔ احسان الٰہی۔

محسن احسان کہاں پیدا ہوئے؟ (الف) لاہور (ب) پشاور (ج) کوہاٹ (د) مردان

درست جواب: (ب) پشاور۔ پشاور۔

محسن احسان کا نعتیہ مجموعہ ہے: (الف) اجمل و اکمل (ب) مٹی کی مہکار (ج) پھول پھول چہرے (د) سخن سخن مہتاب

درست جواب: (الف) اجمل و اکمل۔ اجمل و اکمل۔

Free notes: freebooks.pk

'حبیب' کی جمع ہے: (الف) حبائب (ب) احباب (ج) حبیبان (د) محبوبین

درست جواب: (ب) احباب۔ حبیب کی جمع احباب۔

'منصب' کی جمع ہے: (الف) مناصب (ب) منصبات (ج) انصاب (د) نصاب

درست جواب: (الف) مناصب۔ منصب کی جمع مناصب۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- شاعر: محسن احسان (1932ء–2010ء)؛ اصل نام احسان الٰہی؛ پشاور؛ ایم اے انگریزی؛ اسلامیہ کالج پشاور؛ خوشحال خان خٹک اور رحمان بابا کے تراجم؛ صدارتی تمغا برائے حسنِ کارکردگی۔
- تصانیف: اجمل و اکمل (نعت)، ناتمام، ناگزیر، ناشنیدہ، نارسیدہ، سخن سخن مہتاب، مٹی کی مہکار (قومی نظمیں)، پھول پھول چہرے (بچوں کی شاعری)۔
- غزل: ناگزیر؛ ردیف 'دے'؛ قوافی: وصال، سال، بال، کمال، نکال، مثال، حلال، غزال۔
- اندرونی قوافی: سما/ہوا، شناس/پاس، روایتیں/حکایتیں، جاہ/کلاہ۔
- MCQs: آسمانوں کی سیر، قربِ حبیب، تخت و کلاہ، دے، آئینوں سے۔
- واحد جمع: حروف، احباب، روایت، حکایت، وکلا، مناصب۔

امتحانی نکات

- ہر شعر کی تشریح میں ردیف 'دے' کے دعائیہ مفہوم کو واضح کریں۔
- اندرونی قوافی کے سوال میں چاروں جوڑے (سما/ہوا، شناس/پاس، روایتیں/حکایتیں، جاہ/کلاہ) لکھیں۔
- MCQs کے پانچ جواب (آسمانوں کی سیر، قربِ حبیب، تخت و کلاہ، دے، آئینوں سے) یاد رکھیں۔
- 'نافِ زمیں' اور 'نافِ غزال' کا فرق مرکز اور خوشبو کے حوالے سے سمجھائیں۔
- محسن احسان کے مجموعوں کے 'نا' سے شروع ہونے والے نام (ناتمام، ناگزیر، ناشنیدہ، نارسیدہ) ایک ساتھ یاد کریں۔

حقائق کی وضاحت

محسن احسان کے سنِ پیدائش و وفات (1932ء–2010ء) اور سوانحی معلومات درسی کتاب کے تعارف کے مطابق درج ہیں۔

Free notes: freebooks.pk

مشق 2 (ج) میں شعر کے مطابق منصب و جاہ کی 'چاہ' اور تخت و کلاہ کی 'ہوس' کا ذکر ہے، اس لیے 'ہوس نہیں' کا درست جواب 'تخت و کلاہ کی' لیا گیا ہے۔

مشق 5 میں غالب کے شعر کی تشریح عام طور پر یوں کی جاتی ہے کہ کعبہ حضرت علیؓ کی جائے پیدائش ہونے کے باعث مشک بار ہے؛ یہاں اسی مفہوم کی بنیاد پر وضاحت دی گئی ہے۔

محسن احسان ایک جدید شاعر ہیں؛ ان کی غزل کا متن یہاں نقل نہیں کیا گیا بلکہ اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں دیا گیا ہے۔ اصل غزل کے لیے درسی کتاب دیکھیں۔

سمارٹ سلیبس 2027

PECTAA نے 14 نومبر 2026 کے نوٹیفکیشن (نمبر 1258) کے تحت یہ سبق 2027 کے بورڈ امتحان کے نصاب سے خارج کر دیا ہے۔ 2027 کے پرچے میں اس سبق سے کوئی سوال نہیں آئے گا۔ یہ نوٹس عام مطالعے اور دوسرے سالوں کے طلبہ کے لیے ہیں۔

Free notes: freebooks.pk